طاہرہ
علیہا السلام
جو
سنہ ۱۹۲۲ء کے خریداران دلگداز کی نذر کیا گیا
تصنیف
مورخ زمان علامۂ دوران مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر
حسب فرمائش
حکیم سراج الحق صاحب منیجر دلگداز و ایڈیٹر سخن سنج
۱۹۲۳ء میں
پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان میں
چھپ کر شائع ہوا
(تصنیف محفوظ ہے) قیمت

اور مارے خوف کے کانپ رہے تھے۔ جب بادشاہ نے پوچھا "یہ کس کا لڑکا ہے؟" تو کانپتے
لڑکھڑاتے سامنے گئے۔ اور دست بستہ عرض کیا "غلام اور یہ دونون خانہ زاد ہین۔
مین نہ لاتا تھا۔ زبردستی ساتھ چلا آیا۔ اور سب کی آنکھ بچا کے جہان پناہ کے قدمون تک
پہونچ گیا۔" نصیر الدین حیدر نے کہا "یہ تو خیر ہو گا۔ مگر بھئی تمھارا لڑکا بڑا بہادر ہے۔ مجھ
سے کہتا ہے دیکھون کیسے مارتے ہو۔ مین نے اسے رسالۂ نادری کا رسالدار مقرر کیا۔ فوراً والد نے مجھے زبردستی
جھکا کے کہا "آداب بجا لاؤ۔" مین نے سلام کیا اور اُنھون نے فوراً جھٹ سے روپیہ
نکال کے نذر دکھائی جس پہ بادشاہ نے ہاتھ رکھ دیا۔ بس اُس گھڑی سے مین رسالدار
تھا۔ مجھے شہسواری کی تعلیم دی جانے لگی۔ فنون جنگ سکھائے جاتے تھے۔ اور غدر
کے زمانے تک مین رسالدار رہا۔ لکھنا پڑھنا میرے گھر کی چیز تھی۔ مگر رسالداری نے
اس کی طرف سے بے پروا کر دیا۔ اور شاید میری بدشوقی جاہل رکھتی۔ مگر خدا کو منظور
تھا کہ کچھ لکھ پڑھ جاؤن۔ ایک بیگم صاحب میرے حال پہ مہربان ہو گئین۔ اور اُنھین نے
مجھ کو فارسی مین نند بد کر دیا۔"

یہ سُن کر مین نے حیرت سے پوچھا "تو آپ نے اُستانی سے پڑھا ہے؟ کسی
مولوی سے نہین پڑھا؟ مگر ایسی لائق اُستانیان شاید اُس زمانے مین ہون۔
اب تو نہین ہین۔"

اُنھون نے کہا "ایسی قابل اور صاحب کمال عورت نہ کوئی اُس زمانے
مین تھی۔ اور نہ اب ہے۔ اُن بیگم صاحب کی شان ہی کچھ اور تھی۔"

مین نے کہا "کچھ تو اُن کے حالات بیان کیجیے۔" فرمایا "بھئی کہان تک
سنو گے۔ بڑی بھاری داستان ہے۔" اس جواب پر مجھے اور اصرار ہوا۔ ارشاد ہوا
"اچھا اب کی ہفتہ کو سویرے آ جانا تمھین بتاؤن گا کہ وہ بیگم صاحب کون تھین۔
اُنھون نے کیونکر علم و فضل حاصل کیا۔ اور مجھ پر کیسے مہربان ہوئین۔"

ان باتون نے مجھے اُن بیگم صاحب کا حال سننے کا بیحد مشتاق
بنا دیا۔ دن نہین گھڑیان گن گن کے ہفتہ کی رات ختم کی۔ اور صبح تڑکے نماز پڑھتے
ہی لائق الدولہ بہادر کی خدمت مین حاضر ہو گیا۔ میری صورت دیکھتے ہی اُنھون
نے مُسکرا کے کہا "تمھین بڑا شوق ہے۔ خیر تم سے بیان کر دون گا۔ مگر یہ قصہ ایک

بڑا گہرا راز ہے جس کو آج تک مین نے کسی کے سامنے نہین بیان کیا"۔
وہ اپنے گھر مین تنہا رہا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا جیسے دنیا مین اُن کا کوئی عزیز نہین ہے۔ صرف بیس روپیہ مہینہ بادشاہ کے یہان سے تنخواہ پاتے تھے۔ کوئی خدمتگار بھی نہ تھا۔ اپنا کام آپ کرتے۔ صرف ایک محلے کی عورت کھانا پکا کے دے جایا کرتی۔

انھون نے حقہ بھر کے سامنے رکھا۔ پاندان کھول کے دس بارہ گلوریان بنا کے خاصدان مین رکھ لین۔ اور فارغ البال ہو کر یہ حالات بیان کرنا شروع کیے:۔

لکھنؤ مین میرا مکان لوہے کے پُل کے قریب بیلی گارد (رزیڈنسی) کی مشرقی دیوار کے نیچے تھا۔ اور ہمارے مکان سے ملا ہوا ایک عالیشان محل تھا جس مین اکیلی ایک بیگم صاحب رہتی تھین اور اُن کا نام طاہرہ بیگم تھا۔ بہت خوش حال تھین۔ روپے پیسے کی کمی نہ تھی کئی جیش خدمتین کام کاج کو ہر وقت حاضر رہتین۔ کپڑے سینے کے لیئے مُغلانی ملازم تھی۔ باورچیخانے مین بھی دو ماما ئین مقرر تھین۔ دروازے پر دو خدمتگار اور چار پہرے والے تھے۔ غرض اچھی خاصی کسی امیر کی ڈیوڑھی معلوم ہوتی۔ مگر تعجب کی یہ بات تھی کہ اُس گھر مین مرد کا نام نہ تھا۔ نہ اُن بیگم صاحب کا کوئی شوہر تھا۔ نہ باپ نہ بھائی اور نہ کوئی اور عزیز۔ شہر کے کسی اور گھر سے آمد و رفت بھی نہ تھی۔ ہمیشہ تنہا رہتین۔ اکثر بیلی گارد سے دو ایک انگریزنین اُن سے ملنے کو چلی آتین اور گھنٹون بیٹھی باتین کیا کرتین۔

میری عمر اُس زمانے مین آٹھ سال کی تھی۔ مہینہ ہی بھر ہوا تھا کہ بادشاہ نے مجھے رسالدار بنایا تھا۔ اور مجھ کو رسالداری کی تعلیم دی جانے لگی تھی۔ سارے شہر مین میری شہرت ہو گئی تھی۔ ایسا چھوٹا نابالغ رسالدار کبھی کسی نے کاہے کو دیکھا تھا۔ سب کو حیرت تھی کہ میری کون سی چیز بادشاہ کو پسند آ گئی۔ اور شہر کے مردون اور عورتون مین سے کوئی نہ تھا جو میری صورت دیکھنے کا مشتاق نہ ہو۔ اور مین بھی رسالداری کی وضع بنا ہے پہنے

اور سب کے خوش کرنے کے لیے ہر وقت تلوار باندھے رہتا۔

ایک دن اپنے دروازے پر تلوار باندھے کھیل رہا تھا کہ دو انگریزنین جو طاہرہ بیگم کی دوست تھین اُن سے ملنے کو آئین۔ مجھے اُن کی صورت گوری رنگت۔ اور صاف ستھرے کپڑے ایسے بھلے معلوم ہوے کہ پاس سے دیکھنے کے شوق مین اُن کے قریب چلا گیا۔ جرنیلی سلام جو سکھایا گیا تھا اس سے پہلے پہل انھین کے سامنے کام لیا۔ میرے ننھے سے قد اور بھولی صورت کے ساتھ کمر سے تلوار کھینچ اور جرنیلی سلام کرنے کو دیکھ کر میمون کو ہنسی آگئی۔ ایک نے بڑھ کے میرے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔ اور اپنے لہجے مین پوچھا۔ "ول۔ ٹم کون ہے؟" مین نے کہا "نادری رسالے کا رسالدار"۔ یہ جواب سنتے ہی دونون میمین قہقہہ مار کے ہنسین۔ اور وہی جس کا ہاتھ میرے سر پہ تھا بولی "او ٹم ہی بچہ رسالدار ہے؟ ہم ٹم کو دیکھ کے بہت خوش ہوا۔ طاہرہ بیگم کو بھی تمھارے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ چلو ٹم کو اُن سے ملا دے"۔

یہ کہہ کر وہ ہاتھ پکڑ کے مجھ کو طاہرہ بیگم کی محلسرا مین لے گئین جس کا دروازہ ہمارے مکان کے سامنے تھا۔ اگرچہ میرا اُن کا مکان آمنے سامنے تھا۔ مگر آج تک مین نے کبھی اس مکان کے اندر قدم نہین رکھا تھا۔ اور وجہ یہ کہ بیگم صاحب کی ڈیوڑھی پہ سخت پہرہ تھا۔ اور کوئی غیر عورت اور ننھے سے ننھا بچہ بھی اندر نہ جانے پاتا۔

اس محلسرا کے اندر قدم رکھتے ہی میری آنکھین کھل گئین۔ ایسا شاندار اُجلا اور بارونق مکان مین نے کبھی نہین دیکھا تھا۔ وسیع صحن مین چمن بندی تھی۔ پھول کھلے ہوے تھے۔ اور دو مالنین جو اُس چمن کی اصلاح پہ مقرر تھین بیلچے لیے اپنے کام مین مصروف تھین۔ دروازے سے دس بارہ گز ہٹ کر داہنی طرف باورچی خانہ تھا۔ اور اسی کے میل مین چارون طرف کمرون اور کوٹھریون کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ داہنی طرف مکان کا صدر تھا۔ اور تمام محرابون اور دروازون پہ رنگین منقش چلمنین پڑی ہوئی تھین۔

وہ میمین مجھے لیے ہوے صدر کی محرابون کے پاس پہونچین تو ایک جوان اور معزز خاتون نے چلمن سے نکل کر اُن سے صاحب سلامت کی

اور ہاتھ ملایا۔ ساتھ ہی اُن میم صاحب نے جو مجھے لے آئی تھین کہا "بیگم صاحب کل آپ بچہ رسالدار کا ذکر کرتا تھا۔ ہم آج اُسے آپ کے دکھانے کو لے آیا" یہ کہتے ہی مجھے سلام کرنے کا اشارہ کیا۔ اور مین نے اُسی انداز سے جسم کو سیدھا کرکے جرنیلی سلام کیا۔ میرے سلام پر بیگم صاحب مارے ہنسی کے بیتاب ہو گئین۔ اور ہم سب کو اندر لے جا کے بٹھایا۔

مگر مین اُن بیگم صاحب اور اُن کے مکان کو دیکھ کر بہوت تھا۔ خود بیگم صاحب کی عمر جیسا کہ مین اب اندازہ کرتا ہون بیس سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ نہایت گوری چٹی اور خوبصورت تھین۔ پان نہ کھانے سے دانت ایسے آبدار تھے کہ معلوم ہوتا ہو نٹون کے اندر موتیون کی لڑیان رکھی ہوئی ہین۔ آسمانی اطلس کا کلیون دار پائجامہ اور ڈھاکے کی ململ کا چنا ہوا ہلکا بسنتی دوپٹہ پوشاک تھی۔ اور زیور کی قسم سے ناک مین ہیرے کی کیل تھی چندیا پر بالون مین ایک جڑاؤ چاند تارہ اٹکا ہوا تھا کانوں لوؤن مین زمرد کے آویزے تھے۔ گلے مین ایک موتیون کا مالا اُس کے نیچے جڑاؤ چمپاکلی تھی۔ اور ہاتھون مین چار چار سونے کی باریک مرصع چوڑیان تھین۔ ایسا ہی زیور اور لباس مین نے اور بیویون کو بھی پہنے دیکھا تھا۔ مگر طاہرہ بیگم کی وضع مین صفائی اور نکھراپن اس قدر زیادہ اور نمایان تھا کہ دیکھنے والے کا خیال پہلے اُسی کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ یہی حال مکان اور اُس کے سامان کی صفائی کا تھا۔ زمین کے اوپر دری پر ایسی اُجلی چاندنی بچھی تھی کہ معلوم ہوتا کسی بہت ہی اچھے تمیزدار دھوبی نے دھوئی ہے۔ اور ابھی ابھی بچھائی گئی ہے۔ پلنگون پر بچھونے اور پلنگ پوش کا بھی یہی حال تھا کہ مجال کیا جو ذرا سا بھی داغ یا دھبہ نظر آ جائے۔ یہی کیفیت چھت اور دیوارون کی تھی۔ نہ جالا تھا۔ نہ دھبا تھا۔ نہ گرد تھی۔ نہ کہین میلاپن تھا۔ دیوارون پر جا بجا برکیٹون پر گلدان رکھے تھے۔ اور ان پر ان مین روزنئے ترو تازہ گلدستے بنا کے رکھ جاتین۔ ہر چیز مین سادگی اور صفائی کا خیال رکھا گیا تھا۔ لیکن ایسی سادگی کہ اُس پر سو سجاوٹین قربان ہین۔

غرض ایسی صفائی اور رونق نہ مین نے کسی اپنے عزیز کے گھر مین دیکھی تھی

نہ بادشاہ کے محل مین جہان کبھی کبھی والد کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ اور بچپن کی بےتکلفی سے
ایسے ایسے اندرونی مقامات مین پہونچ جاتا جہان اور کسی کا گزر نہ تھا۔ مین بہوت
کھڑا تھا کہ طاہرہ بیگم نے ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور ہنس کے پوچھا "بھیا تم رسالہ
ہو؟" مین نے کہا "جی ہان نادری رسالہ میرا ہی ہے" اُنھون نے کہا "تو تم روز
جا کے قواعد لیا کرتے ہو؟" مین نے جواب دیا "ابھی تو مین خود قواعد سیکھتا ہون"

طاہرہ بیگم "اور کچھ پڑھتے بھی ہو؟"

مین "پڑھتا تو تھا۔ مگر جب سے رسالدار ہوا ہون چھوڑ دیا۔ ابا جان کہتے تھے کہ
سپاہی کو لکھنے پڑھنے سے کیا کام؟"

تھوڑی دیر تک باتین کر کے وہ میمین بیگم صاحب سے رخصت ہوئین۔
اور اپنے ساتھ مجھے بھی باہر لا کے میرے دروازے پر چھوڑ دیا۔ مگر چلتے وقت
بیگم صاحبا نے مجھ سے کہا "تمھارا جب جی چاہے میرے پاس چلے آیا کرو۔ اور
دروازے سے دروازہ ملا ہے۔ کسی کے ساتھ آنے کی بھی ضرورت نہین" یہ کہتے
ہی اُنھون نے ایک پیش خدمت کو بلا کے کہا "حُرمت۔ پہرے والون سے کہدو
کہ اس بچے کو اندر آنے سے نہ روکا کرین" جس وقت مین دروازے سے نکل
رہا تھا حُرمت نے بیگم صاحب کا یہ حکم پہرے والون کو پہونچایا۔ اور مجھے پہنچوا دیا۔
میمون نے مجھے میرے دروازے پر چھوڑتے وقت کہا "ہم تم سے مل کے بہت
خوش ہوا۔ اور ہمیشہ تم کو دیکھ کے خوش ہوگا" یہ کہہ کے وہ چلی گئین۔ اور جب تک
نظر کے سامنے تھین مین اُنھین دیکھتا رہا۔

دوسرا باب

پیام دعوت

اب مین گھر کے اندر آیا تو طاہرہ بیگم کی صورت اور اُن کا صاف ستھرا
مکان کسی طرح نہ بھولتا۔ اُن کی محبت نے مجھے کچھ ایسا گرویدہ کر لیا کہ جب گھر سے نکلتا
اُن کے گھر مین پہونچ جاتا۔ اور گھنٹون اُن کے پاس بیٹھا رہتا۔ وہ سینے پر دنے اور

کاڑھنے مین مصروف رہتین۔ اور مین اُن کی صورت دیکھا کرتا۔ اکثر بچپن کی بھولی باتین کرتا۔ اور وہ سُن سُن کے خوش ہوتین۔

آخر گھر مین اِس کی خبر ہو گئی اور ایک دن والدہ نے مجھ سے کہا۔ "بیٹا مین نے سُنا ہے تم پڑوس والی بیگم کے یہان بہت جاتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی اُن کا اثر پڑ جائے"۔

مین "اُن کا کیا اثر پڑے گا؟ میرا تو اُن کے پاس بڑا جی لگتا ہے۔ وہ بھی مجھ کو بہت چاہتی اور پیار کرتی ہین۔ اور اُن کے گھر مین صفائی ایسی ہے کہ جی چاہتا ہے میرا گھر بھی ویسا ہی صاف ستھرا ہوتا۔ اور مین اُنھین کے سے صاف کپڑے پہنا کرتا"۔

اتنا بیان کرکے لائق الدولہ بہادر نے مجھ سے کہا۔ "اور تم جو دیکھتے ہو کہ میرے مزاج مین صفائی زیادہ ہے۔ روز کپڑے بدلتا ہون۔ اور گھر مین چار چار بار اپنے ہاتھ سے جھاڑ و دیتا ہون یہ اُنھین بیگم صاحب کی صحبت کا اثر ہے۔ اور اسی پر کیا موقوف ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اُنھین نے مجھے آدمی بنا دیا۔

بہر تقدیر والدہ میرا یہ جواب سُن کر کچھ دیر تک سوچتی رہین۔ پھر بولین "بیٹا۔ تم نہین جانتے۔ طاہرہ بیگم تمام لوگون مین بدنام ہو رہی ہین۔ اور اس کے ساتھ ایسی اکل کھری ہین کہ سوا انگریزون کے کسی سے نہین ملتین۔ نہ کوئی اُن کا عزیز اُن کے یہان آتا ہے۔ نہ کوئی شہر کا اور شریف آدمی اُن سے ملتا ہے"۔

مین "امی جان۔ آخر سب آدمی اُن کے خلاف کیون ہین؟ مجھے تو اُن مین کوئی بری بات نہین دکھائی دیتی"۔

امان "تم نہین جانتے۔ سنتی ہون کہ وہ فقط دکھانے کے لیے مسلمان ہین۔ دل مین کرانی ہین۔ فرنگیون کی چال پر چلتی ہین۔ اور یہ صفائی جو تم نے اُن مین دیکھی یہ بھی کرانیون سے ملنے کا اثر ہے"۔

مین دل مین فرنگیون اور کرانیون کو برا سمجھتا تھا اگرچہ نہین جانتا تھا کہ کیون۔ غالباً یہ باعث ہو کہ ہر شخص کو انھین برا کہتے سنتا تھا۔ مگر اس کی بالکل خبر نہ تھی کہ اُن مین کیا برائی ہے۔ اور سب لوگ انھین کیون برا کہتے ہین۔ والدہ کا یہ کہنا سُن کر چپ ہو رہا۔ کیونکہ اگر اس معاملے مین زیادہ پوچھ

کچھ کرتا۔ تو وہ اپنی عادت کے موافق خفا ہو جاتین۔ مگر دل مین ٹھہرالی کہ اس کو خود طاہرہ بیگم سے پوچھون گا۔ وہ اس طرح پیار سے بٹھا کے مجھ سے باتین کرتین۔ اور ہر بات مجھے اس خوبی سے سمجھا دیتین کہ تشفی ہو جاتی۔ اور اسی باعث اُن سے پوچھنے پاچھنے کی مجھے زیادہ جرأت ہو گئی تھی۔

دوسرے دن طاہرہ بیگم کے پاس گیا تو بچپن کی سادگی سے جاتے ہی سوال کیا "کیون بیگم صاحب کیا آپ کرانی ہین؟" سنتے ہی وہ قہقہہ مار کے ہنسین اور کہا "یہ تم نے کس سے سُنا کہ مین کرانی ہون؟"

مین "امی جان کہتی تھین اور وہ تو کہتی تھین کہ سب لوگ آپ کو فرنگیون کے موافق جانتے ہین۔ اسی وجہ سے نہ آپ کسی سے ملتی ہین۔ نہ کوئی آپ سے ملتا ہے"

طاہرہ "یہ تو سچ ہے کہ مین کسی سے نہین ملتی۔ مگر تمھاری امان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مین کرانی ہون۔ لیکن ہان میری اس وضع سے لوگون مین یہ خیال پیدا ہو گیا ہو گا۔ خیر لوگ جو کہین کہنے دو۔ تم اپنی امی جان سے اتنا کہہ دینا کہ مین چاہے جو ہون مگر تمھارے بچے کو کرانی نہ بناؤن گی"

مین "مگر بیگم صاحب یہ تو بتایئے کہ فرنگی اور کرانی کیسے ہوتے ہین؟"

طاہرہ "فرنگی ایک بہت ہی دور کے ملک کے رہنے والے ہین۔ اُن کا لباس اُن کی بولی اُن کی وضع قطع سب چیزین ہم سے الگ ہین۔ اور اُن کا مذہب بھی دوسرا ہے اور ہمارے یہان کے جو لوگ اُن کا دین اختیار کرین اُن کو لوگ کرانی کہتے ہین"

مین "اور اُن کا دین کیا ہے؟"

طاہرہ "ہم رسول اکرم آخر الزمان محمد رسول اللہ صلعم کی اُمت مین ہین اور وہ حضرت عیسیٰ کی اُمت مین"

مین "تو کیا ہم حضرت عیسیٰؑ کو نہین مانتے؟"

طاہرہ "مانتے کیون نہین؟ ہم اُن کو بھی خدا کا پیغمبر مانتے ہین۔ اور محمد مصطفےٰ صلعم کو بھی۔ مگر عیسائی ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر نہین مانتے۔ اور حضرت عیسیٰ کو پیغمبری کے درجے سے بڑھا کے خدا کا بیٹا اور خدا کہتے ہین۔ ہم مین اُن مین سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہین۔ اور وہ کہتے ہین کہ تین خدا ہین"

مین "اور آپ کیا مانتی ہین؟"

طاہرہ "(ہنس کے)" میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو سب مسلمانون کا ہے"

مین "اور ہماری اور فرنگیون کی وضع مین کیا فرق ہے؟"

طاہرہ "وہ بہت گورے چٹے ہوتے ہین۔ اور اُن کا لباس تو تم نے اُس روز دیکھا ہی تھا۔ جب تم دو انگریزنون کے ساتھ میرے یہان آئے تھے۔ اور اُن کی بولی بھی سُنی تھی"

مین "تو کیا وہ فرنگنین تھین؟"

طاہرہ "اُنھین کو انگریزنین بھی کہتے ہین اور فرنگنین بھی"

مین "تو کیا ان کی آپ کی وضع ایک ہی ہے؟"

طاہرہ "تم نے اُن کے کپڑے بھی دیکھے تھے اور میرے بھی دیکھتے ہو۔ تم ہی بتاؤ کہ میرا اُن کا لباس ایک ہی طرح کا ہے یا اور طرح کا؟"

مین "آپ کے کپڑے تو اُن کے سے نہین ہین۔ مگر آپ اُن سے کس زبان مین باتین کرتی تھین۔ جو میری سمجھ مین نہ آتی تھین"

طاہرہ "ہان جس طرح اُنھون نے ہماری زبان سیکھ لی ہے مین نے اُن کی زبان سیکھ لی ہے۔ اور اکثر اُن سے اُنھین کی زبان مین باتین کیا کرتی ہون"

مین "اُن کی زبان مین باتین کرنے سے تو آپ کرانی نہین ہو گئین؟"

طاہرہ "کسی کی زبان بولنے سے کوئی کسی کے دین مین نہین ہو جاتا۔ مگر تمھارا خیال بھی کسی قدر صحیح ضرور ہے۔ عرب اور شام اور روم و ایران مین مسلمان عیسائیون سے میل جول رکھتے اور ساتھ بیٹھ کے کھاتے پیتے ہین۔ ہمارے یہان لوگون کو عیسائیون سے اس قدر وحشت ہے کہ جو کوئی اُن سے ملے جلے اُن کی بولی بولے اُن کے ساتھ اُٹھے بیٹھے کھائے پیے اُسے بھی کرانی کہنے لگتے ہین۔ اور یہی بات تمھاری امان جان کے دل مین ہو گی"

مین "تو پھر آپ اُن فرنگنون سے ملنا چھوڑ کیون نہین دیتین؟"

طاہرہ "اگر تمھاری امی جان بھی یہی صلاح دین تو مین چھوڑ دون گی"

مین "اُن سے آپ سے ملاقات کیون ہونے لگی؟ آپ تو کسی سے ملتی ہی نہین"

طاہرہ "اچھا تمھاری امان سے ملون گی۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے تمھارے لیے اُن سے بھی ملون گی۔ اور جو کہین گی اُن کے کہنے پر چلون گی۔ آج گھر مین جا کے اپنی امی جان سے کہنا کہ پرسون جمعہ کو میرے یہان اُن کی دعوت ہے۔ پہر دو پہر بیٹھ کے چلی جائین۔ اور شاید اُنھین تمھارے کہنے کا یقین نہ آئے مین اپنی پیش خدمت کی زبانی بھی کہلا بھیجون گی" یہ کہتے ہی اُنھون نے خرمت کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ آئی کہا "ان کو اِن کے گھر پہونچا آؤ۔ اور اِن کی امان سے کہنا کہ پرسون میرے یہان اُن کی دعوت ہے۔ اگر اُنھون نے مجھے سرفراز کیا تو بہت ہی شکر گزار ہون گی۔ اور اگر وہ یہ عذر کرین کہ مین اُن کے یہان کبھی نہین گئی تو کہنا مین ہر وقت حاضر ہون۔ جب بلائین گی چلی آؤن گی"

مین فوراً اُٹھ کر خرمت کے ساتھ اپنے گھر آیا۔ اور خرمت نے طاہرہ بیگم کا پیام امان جان کو پہونچایا۔ اُنھین سُن کے تعجب سا ہو گیا۔ اور بولین "مجھے بیگم صاحب کے پڑوس مین رہتے برسین گزر گئین۔ آج تک کبھی نہ پوچھا۔ یہ آج چاند کدھر سے نکلا ہے جو میرے حال پر ایسی مہربانی ہوئی؟ مین نے تو سنا ہے کہ وہ کسی سے ملتی ہی نہین ہین۔ میرا آنا ناگوار تو نہ ہو گا؟"

خرمت "اے بیوی ناگوار کیسا وہ آپ کے لیے آنکھین بچھانے کو تیار ہین۔ یہی خیال آیا ہو گا کہ پاس رہتے اتنی مدت گزر گئی اور کبھی ملنے کا اتفاق نہین ہوا"

امی جان "یہی خیال تھا تو وہ خود میرے یہان چلی آتین۔ کچھ پاؤن گھس نہ جاتے"

خرمت "حضور وہ تو آنے کو تیار ہی بیٹھی ہین۔ جب کہیے چلی آئین۔ مگر دعوت کو رد نہ کیجیے"

امی جان "اچھا میری طرف سے عرض کر دینا کہ مجھے حاضر ہونے مین عذر نہین مگر ایسا نہ ہو کہ جب مین بلاؤن تو آپ کو آنے مین تامل ہو"

خرمت "بیوی آپ کو اس کا خیال ہے تو کہیے اس دعوت سے پہلے ہی وہ آپ کے یہان ہو جائین"

امی جان:۔ نہین۔ اب اس وقت تو مین اُنھین تکلیف نہ دون گی۔ کہین گی کہ مین نے اُن کا اعتبار نہ کیا۔ کہہ دینا کہ پرسون جس وقت وہ بلائین گی مین آجاؤن گی۔

یہ جواب پاکر حرمت واپس گئی۔ اور امی جان نے مجھ سے پوچھا "تم بھی تو وہین سے آرہے ہو۔ کچھ تمھین معلوم ہے کہ طاہرہ بیگم نے مجھے کیون بلایا ہے؟"

مین:۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ اُن کے پاس زیادہ جانا اچھا نہین ہے۔ وہ دل مین کرانی ہین۔ اور فرنگیون کے طریقے پر چلتی ہین۔ یہی مین نے اُن سے کہہ دیا۔ اور پوچھا کہ کیا آپ کرانی ہین ——"

امی جان۔ (ناک پہ انگلی رکھ کے) "اوئی لڑکے! یہی لگائی بجھائی کی عادت ہے تو کیسے نباہ ہو گا؟ کیا مین نے کہا تھا کہ اُن سے جا کے لگا دینا؟ اب بھلا مجھ سے اُنھون نے یہی سوال کیا تو کیا جواب دون گی؟"

مین یہ سُن کے دل مین بہت ہی نادم ہوا۔ اور امی جان سے چار آنکھین نہ کیجاتی تھین۔ مگر اُنھون نے کُرید کُرید کے سب باتین پوچھنا شروع کین اور کہا "صاف صاف بتاؤ تم سے طاہرہ بیگم سے آج کیا کیا باتین ہوئی تھین" مین نے جو کچھ کہا اور سنا تھا سب بیان کر دیا۔ اور جب مین نے مسلمانون اور عیسائیون کے عقیدون کا فرق اور خود طاہرہ بیگم کا اپنے عقائد بیان کرنا بتایا۔ تو یا تو خفا تھین یا خوش ہو گئین۔ اور کہا "اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ٹھیک راستے پر لگاتی ہین"

مین یا تو ڈرا اور سہما ہوا تھا۔ یا امی جان کو خوش دیکھ کر بولا "اور وہ کہتی تھین کہ اپنی امان جان سے کہہ دینا مین تمھارے بچے کو کرانی نہ بناؤن گی"

امی جان:۔ اے ہے۔ تم نے تو مجھے مُنہ دکھانے کے قابل نہ رکھا۔ بھلا وہ پوچھ بیٹھین تو کیا کہون گی؟"

مین:۔ وہ ایسی اچھی آدمی ہین کہ آپ اُن سے مل کر خوش ہی ہون گی۔ اور آپ کے ملنے مین میرا یہ فائدہ ہو گا کہ پھر آپ مجھے وہان جانے سے نہ روکین گی"

امی جان:۔ "تم تو اُن کا ایسا دم بھرنے لگے کہ میری سمجھ ہی مین نہین آتا کیا بات ہے"

اتنے مین ابا جان آگئے۔ امی نے سب حال اُن سے بیان کرنا شروع کیا۔
اور مین مارے خوف اور ندامت کے باہر بھاگ آیا۔

تیسرا باب

دعوت

تیسرا دن آیا اور کوئی پہر دن چڑھا ہو گا کہ حرمت ڈولی نے کر آپہونچی۔
امی جان اُس کو دیکھ کر اُٹھین۔ بٹنا لگا کے منہ دھویا۔ کاجل لگایا۔ کپڑے بدلے۔
زیور پہنا۔ اور جب کہار چار گھڑی تک غل مچا چکے تو تیار ہو کے سوار ہوئین۔ دروازہ
سامنے ہی تھا۔ ڈولی کی ضرورت نہ تھی۔ دونون دروازون پر سے فقط آدمیون کا
ہٹا دینا کافی تھا۔ مگر عورتون کا پیدل جانا شریفون کی شان اور وضع کے خلاف
تھا۔ ڈولی جیسے ہی طاہرہ بیگم کی ڈیوڑھی مین رکھی گئی۔ نوکر چاکر اور پہرے والے
ہٹ گئے۔ اور اُنھون نے دروازے تک آ کے استقبال کیا۔ خُردون کی طرح جُھک
کے ملین۔ اور بندگی کے بعد کہا۔ آپ نے بڑی عنایت کی کہ میرے کہنے پر چلی آئین"۔
امی جان "میرے لیے تو یہ کوئی نئی بات نہین ہے۔ آئے دن عزیزون
قریبون کے یہان آتی جاتی ہی رہتی ہون۔ عنایت آپ کی ہے کہ اپنی وضع کے خلاف
مجھے آنے کی اجازت دی۔ اور مجھے وہ محل دیکھنا نصیب ہوا جس کے دیکھنے کی بڑے
بڑون کو تمنا ہے"۔
طاہرہ بیگم "باجی میرا جو کچھ حال آپ سنتی ہین مجبوری سے ہے۔ کبھی اطمینان سے
بیٹھ کر بیان کرون گی۔ تو آپ کے سارے شبہے دور ہو جائین گے"۔
اس کے بعد طاہرہ بیگم نے امان جان کو لیجا کر صدر دالان مین بٹھایا۔
مین بھی امی جان کے ساتھ ساتھ گیا۔ اور اندر جا کر اُن کے برابر بیٹھا تو طاہرہ بیگم نے
ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور کہا "روز کی طرح میرے پاس بیٹھو۔ اپنے گھر جانا تو
امی جان کے پاس بیٹھ لینا"۔ پھر امی جان سے کہا "باجی جان۔ آپ کا بچہ بڑا پیارا بچہ ہے۔
بڑی گھبرایا کرتی تھی جب سے یہ ہمارے چھوٹے رسالدار آنے لگے دل بہل جاتا ہے"۔

امی جان "مگر بڑا اشریہ اور چلبلا لڑکا ہے۔ گھڑی بھر بھی نچلا نہین بیٹھتا۔ اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ کوئی ہو جتنی بڑی بات مُنہ مین آئے کہہ بیٹھتا ہے۔"

طاہرہ بیگم "یہان تو اُنھون نے نہ کبھی شرارت کی۔ نہ بدزبانی کی۔ نیکبختی کے ساتھ بیٹھے میٹھی میٹھی باتین کیا کرتے ہین۔ اور اِن کی باتون مین میرا دل ایسا بہلتا ہے کہ جب چلے جاتے ہین گھبرانے لگتی ہون۔"

امی جان "خدا جانے آپ نے کیا جادو کر دیا ہے کہ چپکا بیٹھا رہتا ہے۔ باوا کے ساتھ جانپناہ کی ڈیوڑھی پر گیا تو سب کی آنکھون مین دھول ڈال کے اندر گھس گیا جہان بادشاہ سلامت بیٹھے تھے۔ اُنھون نے دیکھا تو دوڑ کے اِس کے کپڑون پر پیک کی کلی کر دی۔ اِس نے بگڑ کے ناک بھون چڑھائی۔ جانپناہ کو بھلا اس کی کہان تاب؟ پوچھا تم نے ناک کیون سکوڑی؟ کہنے لگا۔ اور تم نے کلی کیون کر دی۔ اُنھون نے تلوار کھینچی کہ مار دون۔ کہنے لگا۔ مارو دیکھون کیسے مارتے ہو؟ سب لوگ سہمے ہوے تھے کہ دیکھے کیا سزا ملتی ہے۔ مگر خدا کو بھلا کرنا تھا کہ جانپناہ نے اس کے باپ کو بلا کے کہا تمھارا لڑکا بڑا بہادر ہے۔ جاؤ ہم نے اسے رسالۂ نادری کا رسالدار مقرر کیا ہین کہو خدا کو اچھا کرنا تھا کہ بادشاہ مہربان ہو گئے۔ ورنہ اس نے گھر بھر کے تباہ کرنے مین بھلا کوئی کسر اُٹھا رکھی تھی؟"

طاہرہ بیگم "بہن تمھارا بیٹا بڑا اقبال مندلڑکا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب باتین خدا کی طرف سے ہوئین۔ اور اس کی بدولت خدا نے دم بھر مین تم کو شہر کا ایک معزز رئیس بنا دیا۔"

یہ کہہ کے اُنھون نے چاندی کا پاندان امی جان کی طرف بڑھا دیا اور کہا "گلوری بنا کے کھائیے۔ امی جان نے پوچھا "کیون کیا آپ پان نہ کھائین گی؟" سنتے ہی طاہرہ بیگم نے پاندان کو پھر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اُس کو کھولنے کے ساتھ بولین "مجھے پان کی عادت نہین ہے۔ اسی سبب سے یہ قصور بھی ہو گیا کہ خود گلوری بنا کے پیش کرنے کے عوض آپ کو زحمت دی۔"

امی جان "یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ مجھے ناگوار ہو۔" یہ کہہ کر اُنھون نے پاندان اُن سے لے کر اپنے آگے کر لیا۔ اور کہنے لگین "جب آپ پان کھاتی ہی نہین ہین

تو میرے لیئے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ وہی انگریزن جو مجھے طاہرہ بیگم کے وہان لے گئی تھی آگئی۔ اور قبل اس کے کہ اُن سے صاحب سلامت کرے، مجھے دیکھ کر بے اختیار ہنسی اور بولی "وَل چھوٹا رسالدار صاحب سلام،" مین نے شرما کے بندگی کی تو اُس نے کہا "نہین۔ یون نہین۔ وہی جرنیلی سلام کرو"۔ طاہرہ بیگم نے بھی اس کی تائید کی۔ امی جان کے موجود ہونے کے باعث مین شرماتا ہوا اُٹھا اور سیدھا سرو قد کھڑے ہو کر سپاہیون کی طرح آڑی ہتھیلی پیشانی پہ رکھنے کو تھا کہ ہنسی آگئی اور شرما کے بیٹھ گیا"۔ ساتھ ہی سب عورتین کھِل کھلا کے ہنس پڑین۔ اور مین اور زیادہ شرمندہ ہو گیا۔

اب وہ انگریزن طاہرہ بیگم کا مزاج پوچھ کر کرسی پہ بیٹھ گئی جو انگریزنون کی خاطر داشت کے لیے یہان ہمیشہ موجود رہا کرتی تھین۔ دو چار منٹ کے وقفے کے بعد اُس انگریزن نے میری والدہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کون بیگم صاحب ہے؟ ہم نے ان کو پہلے کبھی نہین دیکھا"!

طاہرہ بیگم "یہ اِن چھوٹے رسالدار کی والدہ ہین"۔ یہ سنتے ہی اُس نے اُٹھ کے امی جان سے ہاتھ ملایا۔ اور بولی "ہم آپ سے مل کے بہت خوش ہوا۔ آپ کے بچے سے ہم کو بڑا محبت ہے۔ بڑا پیارا بچہ ہے"۔

امی جان "آپ کے سامنے غریب بنا بیٹھا ہے اس لیے آپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ گھر مین تو ایسی شرارت کرتا ہے کہ سب کا ناک مین دم ہو جاتا ہے"۔

میم صاحب "شریر لڑکا بڑا ہو کے بہت اچھا ہو جاتا ہے"!

اب امی جان نے طاہرہ بیگم سے کہا "ان میم صاحب کی تعریف کیجیے کہ کون ہین"۔ انھون نے بتایا کہ "یہ رزیڈنٹ بہادر سر جان لو کے مددگار کپتان گھنتاش کی بیوی ہین۔ میرے حال پر بڑی مہربان ہین۔ اور میری اُستانی بھی ہین۔ اکثر تشریف لا کے میرا دل بہلاتی ہین۔ اور انھین کی وجہ سے مجھے لوگ کرانی کہنے لگے ہین"۔

اس آخری فقرے پر میم صاحب تو بڑی زور سے کھل کھلا کے ہنسین۔ مگر مین نے امی جان کی طرف دیکھا تو مارے ندامت کے پسینے پسینے تھین۔ اور سر جھکا ہوا تھا۔ ایک لمحہ کے بعد انھون نے طاہرہ بیگم سے چار آنکھین کر کے کہا "بہن

مجھے معاف کرو۔ مین نے جیسا لوگون سے سنا کہہ دیا۔"

طاہرہ بیگم:- "مین نے بھی تو لوگ کہا۔ آپ کا نام نہین لیا۔ اور آپ پر کوئی اعتراض نہین۔ کوئی جیسا سنتا ہے کہتا ہے۔ آپ نے کہا تو کیا مضائقہ؟"

امی جان:- "اس لڑکے مین سو عیبون کا ایک عیب یہ ہے کہ ادھر کی باتین ادھر اور ادھر کی ادھر لگا دیا کرتا ہے۔"

طاہرہ بیگم:- "مگر بہن مین تو اس کو پسند کرتی ہون۔ لوگ کہتے ہین کہ کسی کے لگانے بجھانے سے فساد ہوتا ہے۔ اور میرا یہ قول ہے کہ اس سے دلون مین اور صفائی ہوتی رہتی ہے۔ اور بدگمانیان دور ہو جاتی ہین۔ پھر اس سے بھی زیادہ فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان غیبت سے بچنے لگتا ہے۔ اور آپ شاید جانتی ہین کہ ہمارے دین مین غیبت سے بڑا کوئی گناہ نہین ہے۔"

امی جان:- "مگر ندامت تو اٹھانی پڑتی ہے۔"

طاہرہ بیگم:- "پھر اسی ندامت کے بعد جب مین اصل حقیقت بیان کر کے آپ کا دل صاف کر دون گی۔ اور آپ کو اصلیت معلوم ہو جائے گی۔ تو میرے آپ کے دلون مین کیسی صفائی ہو جائے گی؟ اور اس صفائی کے بعد جو محبت پیدا ہو گی وہ کیسی مسرت اور لطف کی ہو گی؟"

امی جان:- "تو پھر مجھے بتائیے۔ کہ آپ نے لوگون سے ملنا جلنا کیون چھوڑ دیا؟ اور انگریزون سے ملنے مین کیا لطف ہے کہ آپ کو اپنے عزیز قریب سب بھول گئے؟"

میم صاحب:- "اجازت ہو تو مین اس کا حال بیان کرون۔"

طاہرہ بیگم:- "آپ تکلیف نہ کرین۔ اس کو مین ہی خوب بیان کرون گی۔"

اس کے بعد دیر تک ادھر ادھر کی باتین ہوتی رہین یہان تک کہ میم صاحب طاہرہ بیگم اور امی جان دونون سے رخصت ہو کے چلی گئین۔

ان کے جانے کے بعد ہی امی جان نے تقاضا کیا کہ "اب تو میم صاحب گئین بتایئے کہ آپ انگریزون سے کیون اتنا میل جول رکھتی ہین۔ اور ہندوستانیون سے کیون ایسی نفرت ہے؟"

طاہرہ بیگم "باجی یہ بڑی لمبی داستان ہے۔ آپ سنتے سنتے تھک جائین گی۔ اس لیے پہلے کھانا کھا لیجیے۔ اس کے بعد اطمینان سے بیٹھ کر بیان کرون گی۔"

امان جان "تو یہ بڑی بھاری داستان ہے؟ مگر مجھے آپ کے حالات سننے کا اس قدر شوق ہے کہ چاہے کتنی ہی دیر لگے بہت دل لگا کر سنون گی۔ اچھا تو پھر جلدی دسترخوان بچھوائیے۔"

طاہرہ بیگم "مجھے تو میز پر بیٹھ کے کھانے کی عادت ہے۔ آپ کو اس مین تکلف تو نہ ہو گا؟"

امی جان "بھئی مجھ سے تو میز پر بیٹھ کے نہ کھایا جائے گا۔ انھین باتون کی وجہ سے لوگ آپ کو کرانی کہتے ہین۔ اچھا آپ اپنے معمول کے مطابق میز پر کھائین مین اپنے دسترخوان پر بیٹھ کے کھاؤن گی۔"

طاہرہ بیگم "یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ مین بھی آپ کے ساتھ زمین پر بیٹھ کے کھاؤن گی۔"

یہ کہہ کے طاہرہ بیگم نے اپنی پیش خدمتون حرمت اور نوبہار کو آواز دی۔ اور جب وہ آئین تو حکم دیا۔ "دھر کی صحنچی مین سے میز کرسیان نکال کے ادھر والی کوٹھری مین رکھ دو۔ اور زمین پر دسترخوان بچھا کے جلدی کھانا لاؤ۔"

نوبہار "لیکن حضور خاصہ تیار ہونے مین ابھی دو گھڑی کی دیر ہے۔"

طاہرہ "تو زمین سے کہو جلدی کھانا تیار کرے۔ اور تم جب تک صحنچی مین ستھرائی دے کر اجلی چاندنی پر دسترخوان بچھاؤ۔ مگر نہین تم سے یہ انتظام نہ ہو سکے گا۔ مغلانی کہان ہین؟ اے بتولی خانم!"

بتولی خانم جو مغلانیون مین نوکر تھی لمبے پائنچے سنبھالتی ہوئی آئی اور کہا "کیا حکم ہے؟"

طاہرہ "اسی وقت جا کے کھانے کی صحنچی مین میز کرسیون کو ہٹا کے اور خوب صفائی کرا کے نئی چاندنی پہ دسترخوان بچھوا دو۔"

بتولی بہت خوب کہہ کے چلی گئی۔ دونون پیش خدمتین بھی اس کے ساتھ

گئین۔ اوبر ان کے جانے کے بعد امان جان نے کہا "آپ کو صفائی کا بہت خیال رہا کرتا ہے۔ آپ کا چھوٹا رسالدار بھی آپ کے یہان کی صفائی کی بڑی تعریفین کرتا تھا"

طاہرہ "صفائی ایسی چیز ہے کہ اس کو جو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے۔ اور میری تو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ کسی جگہ ایک تنکا بھی پڑا ہوتا ہے تو جب تک اُٹھوا نہین لیتی ہون دم الجھتا رہتا ہے"

تھوڑی دیر کے بعد دسترخوان بچھا۔ طاہرہ بیگم نے والدہ کی دعوت مین بڑا تکلف کیا تھا بیسیون رنگ کے کھانے تھے۔ مربے اچار چٹنیون اور مٹھائیون کی بھی کمی نہ تھی۔ چنانچہ اس بارے مین دونون جانب سے یہ معمولی فقرے کہے گئے۔

والدہ نے کہا "این۔ اس قدر تکلف کی کون ضرورت تھی؟ آپ نے تو غضب کر دیا!"

طاہرہ بیگم بولین "اے مین تو جلدی مین کچھ بھی سامان نہ کر سکی!"

بہرحال لطف ولذت کے ساتھ کھانا کھایا گیا۔ جب تک دسترخوان بچھا رہا لطف ومحبت کی باتین ہوتی رہین۔ خوبصورت اور محبت بھری میزبان کے مکرر وسہ کرر اصرار اور مہمان کی معذرت وشکرگذاری کے بعد کھانا ختم ہوا۔ پیش خدمتون نے سلفچی آفتابہ لا کے ہاتھ دھلوائے۔ اور طاہرہ بیگم والدہ کو لے کر بیچ کے دالان مین آ بیٹھین۔ جہان آتے ہی والدہ پاندان کھول کے گلوری بنانے لگین اور طاہرہ بیگم نے اپنی سرگذشت شروع کی۔

چوتھا باب

طاہرہ بیگم کی سرگزشت

نواب غازی الدین حیدر کے زمانے مین صاحب عالیشان رزیڈنٹ بہادر کے دفتر کے سررشتہ دار ومنتظم ایک صاحب تھے مولوی عزیز اللہ جو انگریزی مین بھی کچھ شُدبُد رکھتے تھے۔ اُن کا وطن سندیلہ تھا۔ اور وہان کے خاندانی آدمی تھے۔ مگر بچپن سے اُن کو ایک انگریز نے پالا تھا۔ اس لیے کہ اُن کے والد صاحب رزیڈنٹ کے

خانگی ملازم تھے۔ لوہے کے پل کو جاتے ہوئے تالاب کے قریب جو تکیہ ہے اُس کے پاس کرائے کے ایک مکان مین رہتے تھے۔ انگریزون کے تعلقات کے باعث تمام عزیزون قریبون نے چھوڑ دیا تھا۔ اور معلوم ہوتا کہ جیسے دنیا مین اُن کا کوئی عزیز تھا ہی نہین۔ اسی وجہ سے سندیلے مین کسی نے اُن کو لڑکی نہ دی۔ اور اُنھون نے لکھنو کے ایک غریب مگر شریف گھرانے مین شادی کر لی سسرال مین بھی کبھی آمد ورفت نہ رکھی۔ اور سسرال ہی پر کیا موقوف ہے اُن سے نہ کسی شخص سے راہ ورسم تھا نہ کسی کے یہان کا آنا جانا تھا۔ یا اکیلے گھر مین بیٹھے رہتے۔ یا رزیڈنٹ صاحب کے پاس چلے جاتے۔ اور اُن کا یہ طریقہ بے سبب نہ تھا۔ جو لوگ رزیڈنٹ کے یہان نوکر رہتے اُن کا فرض تھا کہ جہان تک بنے لکھنو کے عہدہ دارون امیرون اور دیہات و قصبات کے زمیندارون چودھریون اور راجاؤن سے بلکہ ہر ایسے شخص سے جو اودھ کی سلطنت سے وابستہ ہو نہ ملین۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ مولوی عزیز اللہ صاحب وہمی آدمی تھے۔ اپنے سایے تک سے بھڑکتے۔ اس کے ساتھ کام ایسی محنت دیانت داری اور خلوص و وفاداری سے کرتے کہ صاحب عالیشان سرجان لو اُن کے حال پر نہایت ہی مہربان تھے۔ اور اُن کے اسسٹنٹ کپتان شہادر کی تو اس قدر عنایت ہوئی کہ اُن کو اپنا عزیز قریب سمجھنے لگے۔ ان دونون انگریزون کا برتاؤ ان کے ساتھ آقا اور نوکر کا نہ تھا۔ بلکہ اپنے برابر کا سمجھتے۔ بالکل اُن کے کہنے پر چلتے۔ اور ممکن نہ تھا کہ مولوی عزیز اللہ کسی بات کو کہین اور دونون صاحب اُس کے ماننے مین تامل کرین۔

انگریزون کی اس مہربانی اور یگانگت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کا ہر چھوٹا بڑا اُن سے راہ ورسم پیدا کرنا چاہتا۔ یہ دیکھ کر وہ اور زیادہ رکنے اور ساری دنیا سے الگ رہنے لگے۔ غرض یہن اُن کی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا جیسے دنیا مین اُن کا کوئی ہئی نہین ہے۔ شہر والون مین کسی سے ملے نہین۔ اور سندیلے مین جو عزیز یا دوست احباب تھے اُن سب کو یکقلم خود ہی چھوڑ دیا۔

گھر مین اُن کی ایک بیوی تھین۔ ایک لڑکا تھا ولی اللہ جس کی عمر بندرہ سال کی تھی اور دس برس کی ایک بے ماں باپ کی بھتیجی تھی نھی جس کا سن اُس وقت

دس سال سے زیادہ نہ ہوگا۔ ننھی کے والد مولوی صفی اللہ وطن ہی مین ہے یکایک
ایک سال ہیضہ ہوا جس مین وہ اُن کی بیوی دو بیٹے ایک بیٹی سب دنیا سے
رخصت ہوگئے۔ اکیلی ننھی بچی بچی تھی جس کو اُن کی ایک گونگی خادمہ ساتھ لے کے مولوی
عزیز اللہ کے پاس چلی آئی۔ اُس خادمہ کا نام ڈھنّو تھا وہی گھر مین کھانا پکاتی اور
باہر کا سودا سلف لاتی۔ اُس کے گونگے ہونے کے باعث گھر کی کوئی بات باہر نہ
نکلتی۔ اور کسی کو کانون کان نہ خبر ہوتی کہ گھر مین کیا ہوتا ہے اور میان گھر کے
اندر کیا کیا کرتے ہین۔

کرنل ٹمکنتاش کو ولی اللہ کے ساتھ بھی بڑی محبت تھی۔ اپنے
بچون مین اور اُن مین ذرا فرق نہ کرتے۔ مولوی عزیز اللہ نے بیٹے کو پہلے
فارسی پڑھائی۔ اور جب فارسی کی کتابین نکل گئین تو فرنگی محل مین ملا محمد معین صاحب
کی خدمتمین حاضر کیا۔ مولٰنا نے عربی کی پوری کتابین ختم کرادین۔ مولوی عزیز اللہ
کو ملا مبین صاحب سے خاص عقیدت تھی۔ اور اُنھین نے ۱۲۲۴ھ مین
ولی اللہ کو بسم اللہ پڑھائی تھی۔ اور اسی تعلق کی بنا پر مولوی عزیز اللہ
نے بیٹے کو اُن کے فرزند ملا محمد معین صاحب کا شاگرد کرایا۔

کرنل ٹمکنتاش چاہتے تھے کہ ولی اللہ کو کچھ انگریزی بھی پڑھائین
اور مولوی عزیز اللہ بھی اس مین مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ خود انگریزی
سے کوئی نہ مانوس تھے۔ مگر خود ولی اللہ کو فرنگی محل کی صحبت مین انگریزی
سے اس قدر نفرت ہوگئی کہ جب انگریزی کی الف بے دیجاتی پھاڑ کے
پھینک دیتے۔ ماں نے بھی کئی دفعہ سمجھایا۔ مگر ایک نہ سُنی۔ اس لیے کہ وہ
انگریزی پڑھنے کو ناجائز ہی نہین کفر خیال کرتے تھے۔

ننھی مولوی عزیز اللہ اور اُن کی بیوی دونون کو بہت پیاری
تھی۔ یا تو اُس کے ماں باپ نہ ہونے کے خیال سے یا دلی محبت ہونے کے
باعث دونون میاں بیوی جتنا لاڈ پیار اُس کا کرتے خود اپنے بیٹے
کا نہ کرتے۔ اور اُس نے بھی اُن کے اشارون پر چلنے اور میٹھی میٹھی باتین
کرنے سے اُن کا دل بالکل اپنے ہاتھ مین لے لیا تھا۔

کرنل مکنتاش کی میم صاحب اکثر مولوی عزیز اللہ کے گھر مین آتین۔ اُن کی بیوی سے لطف و محبت کے ساتھ ملتین۔ اور اُن کے گھر کے معاملون تک مین مشورہ دیتین۔ اُن میم صاحب نے مولوی عزیز اللہ کی بھتیجی کو فارسی عربی اور اُس کے ساتھ انگریزی بھی پڑھادی۔ میم صاحب کو ہندوستان مین آکر یہان کی زبانین سیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اُنھون نے بڑی محنت کرکے فارسی اور عربی کی ادبی کتابین پڑھ لی تھین۔ اور علم کا ایسا شوق ہوگیا تھا کہ جو بچہ ملتا اُسے بھی چاہتین کہ پڑھا لکھا کے اپنا سا بنا دین۔

ہمارے یہان لڑکیون کو لکھانا پڑھانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور شریف لوگ اس کو بہت بُرا سمجھتے ہین۔ مگر مروت سے مجبور ہوکر مولوی عزیز اللہ اور اُن کی بیوی نے چندان مخالفت نہ کی۔ اور میم صاحب روز بلا ناغہ آکے ننھی کو پڑھانے لگین۔ چونکہ دو برس کے سن کو پہونچ کے بڑی ہوشیار پڑھی لکھی لڑکی نکلی: فارسی کی کتابین بے تکلف پڑھتی۔ انگریزی زبان مین بے تکلف باتین کرتی۔ اور ہر انگریزی کتاب کو فر فر پڑھ لیتی۔ اس کے ساتھ تھوڑی سی عربی بھی جان گئی "

مولوی عزیز اللہ کے گھر کے واقعات باہر کسی کو بہت کم معلوم ہوتے تھے۔ مگر اس کی سب کو خبر ہوگئی کہ اُن کی بھتیجی لڑکون کی طرح لکھتی پڑھتی ہے اور قیامت یہ کہ انگریزون کی طرح انگریزی مین بات چیت کرتی ہے۔ ہر جگہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز اللہ نے اپنی بھتیجی کو انگریزی پڑھا کے کرانی بنا دیا۔ اور وہ مسلمان نہین عیسائی معلوم ہوتے ہین۔ چنانچہ عام پڑھے لکھے لوگون اور بعض عالمون تک نے اُن کو بالکل کافر سمجھ لیا۔

مولوی عزیز اللہ اور اُن کی بیوی نے ابتدا ہی سے قرار دے رکھا تھا کہ بیٹے کا نکاح بھتیجی کے ساتھ کرکے لاڈلی ننھی کو اپنی بہو بنائین گے۔ چنانچہ جب بیٹے کا سن بائیس برس کا ہوگیا اور بھتیجی اٹھارہ برس کی ہوئی تو ارادہ کیا کہ دونون کا عقد کر دین۔ کرنل مکنتاش سے اس کا تذکرہ کیا وہ اُن کے حال پر اس قدر مہربان تھے کہ سنتے ہی بہت خوش ہوئے۔ اور دوسرے ہی

دن اُن کی میم صاحب نے مولوی عزیز اللہ کے گھر مین آکر اُن کی بیوی سے کہا تمھاری بھتیجی میری بیٹی ہے۔ اور تمھارے بیٹے کو بھی میرے شوہر کرنل صاحب اپنی اولاد سے کم نہین جانتے۔ اس لیے ننھی کی شادی ہم اپنے صرف سے کرین گے تم کو فکر کرنے کی ضرورت نہین"۔ ولی اللہ کی والدہ نے اس مین عذر کیا۔ مگر میم صاحب نے ایک نہ سنی۔ اور آخر دونون میان بیویون کو کرنل صاحب اور اُن کی میم کی خواہش پوری کرنی پڑی۔

اسی درمیان مین ولی اللہ کے بعض دوستون کی زبانی سنا گیا کہ اُن کو نکاح کرنے سے انکار ہے۔ مولوی عزیز اللہ کو نہایت فکر ہوئی۔ اور اُن کی بیوی نے ایک دن تنہائی مین بیٹے سے کہا "بیٹا۔ یہ مین کیا سنتی ہون؟ لوگ کہتے ہین کہ تمھین شادی سے انکار ہے"۔ اس کا جواب ولی اللہ نے چھوٹتے ہی یہ دیا کہ "سچ کہتے ہین"۔ اس جواب پر مان سناٹے مین آگئین۔ دیر تک حیرت سے بیٹے کی صورت دیکھتی رہین۔ اور آخر ملال کے انداز سے کہنے لگین دُنیا کا تو معمول ہے کہ مان باپ جس کے ساتھ چاہتے ہین اولاد کی شادی کر دیتے ہین۔ اور اولاد کو عذر نہین ہوتا۔ اب دنیا ایسی بدل گئی کہ بیٹا تمھاری زبان ہی مین یہ سُن رہی ہون"۔ یہ کہہ کے زار و قطار رونے لگین۔

ولی اللہ:- "امی جان۔ یہ نہ کوئی رونے کی بات ہے اور نہ کوئی افسوس کرنے کی۔ نکاح تو شرع مین بھی اور رواج کے طریقے سے بھی خاص میرے اختیار کی چیز ہے۔ پھر اس مین اگر مین آزادی سے کام لون تو برا ماننے کی کون بات ہے؟"

مان:- "شاید آج نئی شرع نکلی ہوگی۔ مین نے تو کیا عالمون کے یہان اور کیا عام لوگون کے یہان یہی دیکھا کہ ان باتون مین مان باپ کو پورا اختیار رہتا ہے۔ اور وہی جہان پسند کرتے ہین لڑکون کی شادی کر دیا کرتے ہین۔ تم گھر کے ہو کر نہ منظور کر دو گے تو ہم ننھی کے لیے دولھا کہان ڈھونڈھتے پھرین گے؟"

ولی اللہ "مین سچ سچ کہہ دون گا تو آپ کو اور ملال ہوگا۔ مگر آپ ہی انصاف کیجیے کہ بھلا آپ نے ننھی کو اس قابل رکھا ہے کہ کوئی مسلمان اُس سے نکاح کرے انگریزی پڑھا پڑھا کے اور میمون کی صحبت مین بٹھا بٹھا کے آپ نے اُسے عیسائی بنا دیا ہے۔ میرا اُس کا نباہ کیسے ہو سکے گا؟"

مان "نباہنے والے نباہتے ہی ہین۔ اور وہ تو ایسی عقلمند، محبت والی۔ اور سلیقہ مند لڑکی ہے کہ ایسی دولھن کوئی چراغ لے کے ڈھونڈھے تو بھی نہ ملے گی۔ اور مین تو کہتی ہون کہ تم چاہو نباہو یا نہ نباہو وہ تمھارے ساتھ ساری زندگی نباہ دے گی"

ولی اللہ "آپ کے نزدیک ایسی ہی سہی۔ مگر مین کہے دیتا ہون کہ آپ چاہین خفا ہون یا خوش مین اُس سے نکاح نہ کرون گا" اس جواب پر مان رونے لگین اور ولی اللہ انھین روتا چھوڑ کے چلے گئے۔

رات کو مولوی عزیز اللہ گھر مین آئے تو بیوی نے تنہائی مین اُن کے آگے بیٹے کی ساری گفتگو دہرائی۔ کچھ دیر تو وہ فکر مین رہے۔ پھر سر اُٹھا کے کہا "تم نے اُس سے ذکر ہی کیون کیا؟ اُس کی مجال ہے کہ مین چاہون اور وہ نہ کرے؟ اُسے کرنا ہوگا۔ ننھی اگر انکار کرتی تو تعجب کی بات نہ تھی۔ اس لیے کہ انگریزی پڑھی ہے۔ اور انگریزون کے طریقون سے واقف ہے۔ ان کے یہان لڑکا اور لڑکی دونون اپنی خوشی اور اپنی رضامندی سے شادی کرتے ہین۔ مگر اس نالائق کو جس کی تعلیم ہماری اور خالص مسلمانون کی سی ہے انکار کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا فرنگی محل مین اُس نے یہی تعلیم پائی ہے؟ کبھی کسی مولوی نے بھی آج تک مان باپ کے خلاف کیا تھا؟ یا اُن کی ٹھہرائی ہوئی نسبت سے کسی نے انکار کیا؟"

بیوی "کسی نے کیا ہو یا نہ کیا ہو صاحبزادے تو انکار کر رہے ہین؟"

عزیز اللہ "میرے نزدیک تمھارا پوچھنا بُرا ہوگیا۔ بے کہے سنے نکاح ہوجاتا اور اس کو انکار کی مجال نہ ہوتی۔ تمھارے پوچھنے سے اُسے خیال پیدا ہوگیا کہ مین بھی اس معاملے مین کوئی چیز ہون۔ خیر اب یہ گفتگو چھڑ ہی گئی۔ تو بھی کوئی دن گا

بیوی:۔ مگر اس طرح نہ کہنا کہ بے تکان لاٹھی مار دو۔ جوان لڑکا ہے۔ اُسے بھی ضد آگئی تو بڑی خرابی ہوگی۔"

عزیز اللہ:۔ اس سے بڑھ کے خرابی کیا ہوگی کہ وہ شادی سے انکار کر رہا ہے؟ اب لاٹھی مارنا ہو یا پھول کی چھڑی چھلانا مین بے سیدھا کیے نہ رہون گا۔"

بیوی نے پھر سمجھایا کہ جہان تک بنے نرمی اور صلاحیت سے سمجھانا۔ اور اُس کے بعد گھر کے کام کاج مین مصروف ہو گئین۔ مگر مولوی عزیز اللہ کو رات بھر نیند نہ آئی۔ ساری رات اسی فکر مین پیچ و تاب کھاتے رہے۔ صبح کو باپ بیٹون نے ایک ساتھ نماز پڑھی۔ سلام کے بعد مولوی عزیز اللہ نے معمولی وظیفے کو بھی ملتوی کیا۔ اور بیٹے سے کہا "عزیز (ولی) اللہ کل تم نے اپنی مان سے جو باتین کہین اُن کو سُن کے مجھے حیرت ہو گئی۔ کیا تم نے فرنگی محل مین یہی پڑھا ہے کہ مان کو یون گستاخی سے جواب دو؟ اور اُن کے حکم سے باہر ہو جاؤ؟"

ولی اللہ نے آنکھین نیچی کر لین اور کچھ جواب نہ دیا۔ مگر جب باپ نے "بولو۔ بولو" کی رٹ لگا دی تو اُسی طرح سر جھکائے جھکائے کہا "مین نے تو کوئی گستاخی نہین کی۔ انھون نے ایک بات پوچھی تھی۔ مین نے اُس پہ اپنا خیال ظاہر کر دیا۔"

عزیز اللہ:۔ "تم کیا اور تمھارا خیال کیا؟ تمھارا فرض ہے کہ مان باپ جو حکم دین اُس پر عمل کرو۔"

ولی اللہ۔ (ذرا دل مضبوط کر کے) "بناہنا تو مجھے پڑے گا۔"

عزیز اللہ:۔ (طیش کے ساتھ) "یہ بھی ہمارا حکم ہے کہ بناہو۔ اور اگر تم مین ذرا بھی شرافت ہے تو بناہو گے۔"

ولی اللہ کو اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ارادہ کیا کہ اُٹھ کے چلے جائین۔ مگر مولوی عزیز اللہ نے روکا اور کہا "وعدہ کرو کہ تمھین اس مین عذر نہ ہو گا۔ اور زندگی بھر بناہو گے۔"

ولی اللہ:۔ "مین آپ کے حکم سے باہر نہ ہون گا۔" اتنا کہا اور اسی وقت باہر چلے گئے۔

ولی اللہ کے جاتے ہی مولوی عزیز اللہ نے بیوی سے کہا "واقعی صاحبزادے ضد یائے ہوئے ہین۔ ورنہ مجال نہ تھی کہ میرے سامنے انکار کرتے مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ اسے بڑون کو جواب دینا کہان سے آگیا؟ آج رات کو ملا معین صاحب سے پوچھون گا کہ آپ نے اسے یہی سکھایا ہے؟"

بیوی "ابھی فرنگی محل نہ جاؤ۔ کوئی تعجب کی بات نہین کہ یہ باتین اُنھین کی سکھائی پڑھائی ہون۔ میرے نزدیک تو پہلے اس معاملے مین کمنتاش صاحب اور اُن کی میم صاحبہ سے مشورہ کر لو"

عزیز اللہ "وہ بھلا کیا مشورہ دے سکتے ہین؟ ہماری رسمون ہمارے طریقون ہمارے خاندان کی باتون۔ اور ہمارے گھر کے رواجون کو وہ کیا جانین؟"

بیوی "پھر بھی وہ لوگ اچھی تدبیرون اور ہر طرح کی مصلحتون کے ساتھ کام نکالنا ہم سے زیادہ جانتے ہین"

عزیز اللہ "خیر تم کہتی ہو تو مین اسی وقت ناشتہ کر کے چلا جاؤن گا۔ کیونکہ کسی کو دفتر کے وقت سے پہلے اُن سے اطمینان کے ساتھ باتین کرنے کا موقع نہین مل سکتا ہے۔ مگر اُنھین بھی یہ حال سُن کے بڑا ملال ہو گا"

اس کے بعد مولوی عزیز اللہ کچھ دیر خاموش اور فکر مین رہے۔ پھر ناشتہ کیا۔ اور ہاتھ دھوتے ہی آٹھ نہ بجنے پائے ہون گے کہ رزیڈنسی مین پہونچ گئے۔

پانچوان باب

کپتان صاحب اور ولی اللہ کی بحث

جس وقت مولوی عزیز اللہ رزیڈنسی کے احاطے مین داخل ہوئے ہین۔ کپتان کمنتاش صاحب اپنے مکان کے برآمدے مین ایک آرام کرسی پر لیٹے حقہ پی رہے تھے۔ جس چیز کا اُن دنون انگریزون مین بہت رواج ہو گیا تھا۔ پاس کوئی نہ تھا۔ اُن کے برابر ایک آرام کرسی سامنے اور ادھر اُدھر چند معمولی کرسیان پڑی تھین۔ جو خالی تھین۔

مولوی صاحب نے قریب پہونچ کے سلام کیا۔ اور ایک کرسی پر خاموش بیٹھ گئے۔ مگر چہرہ تمتمایا ہوا اور فکر و تشویش مین غرق۔ صاحب نے جو اُن کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا "کیون؟ خیریت تو ہے؟ آپ اس قدر پریشان کیون ہین؟"

مولوی صاحب۔ "کیا عرض کرون؟ ایسی بات ہے کہ مجھے زبان پر لاتے شرم آتی ہے۔ حضور تو کمال نوازش و مرحمت سے شادی کا سامان کر رہے ہین۔ اور صاحبزادے کو نتھی کے ساتھ عقد کرنے مین انکار ہے؟"

سُنتے ہی کپتان صاحب کرسی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ حیرت کے ساتھ زبان سے نکلا "انکار ہے؟ کیا آپ نے اس بارے مین ولی اللہ سے مشورہ نہین کر لیا تھا؟"

مولوی صاحب۔ "یہ مشورے کی کون بات تھی؟ مین اور اُس سے مشورہ کرتا! اور پھر اُس کے نکاح کے معاملے مین؟ شریفون مین ایسا نہین ہوا کرتا۔"

کپتان صاحب۔ (زور سے ٹھٹھا مار کے) "اُس کی شادی اور اُسی کو خبر نہین! مولوی صاحب یہ تو اُسی کی زندگی کا معاملہ ہے۔ بغیر اُس کی رضامندی کے نہ شرع مین نکاح کرنا جائز ہے۔ اور نہ مصلحت کے موافق ہے۔"

مولوی صاحب۔ "حضور ہمارے یہان کا یہ طریقہ نہین ہے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ جس لڑکی کے ساتھ چاہین نکاح کر دین۔ لڑکون کی سعادتمندی کا تقاضا ہے کہ بے عذر قبول کرین۔ اور زندگی بھر نباہین۔"

صاحب کے قہقہے کی آواز سُن کر میم صاحب باہر نکل آئین۔ اور اُن کے برابر آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے شوہر سے پوچھنے لگین "تمھین کس بات پر اتنی زور سے ہنسی آئی؟"

صاحب۔ "اس وقت معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے بیٹے سے اُن کی شادی کا ذکر ہی نہین کیا۔ اور نہ اُنھین اس کی خبر تھی۔ اب سنا ہے تو ناراض ہین۔ اور تمھاری نتھی کے ساتھ نکاح کرنا نہین پسند کرتے۔"

میم صاحب۔ (مولوی صاحب سے) "واقعی آپ کو اُن سے ضرور پوچھ لینا چاہیے تھا۔ دستور نہ تھا تو بھی ضرور ذکر کر دیتے۔ یہ خرابی تو نہ ہوتی۔"

مولوی صاحب :- ہمارے یہاں اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ اور ہمیں حق ہے کہ اپنے بیٹے کی شادی جس کے ساتھ چاہیں کر دیں "۔

میم صاحب :- "کیا اسلام نے آپ کو ایسا حق دیا ہے؟"

مولوی صاحب :- اسلام نے یہ حق دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ مگر ہماری شرافت اور ہماری معاشرت نے ہمیں اس کا حق ضرور دیا ہے۔ ہم نے پال کے بڑا کیا۔ تعلیم دلائی۔ پرورش و تعلیم پر ہزار روپیہ صرف کیا تو ہمارا ہی کام یہ بھی ہے کہ جس کے ساتھ چاہیں شادی کر کے انھیں دنیا کے کام میں لگا دیں "۔

کپتان صاحب :- مگر یہ تو خیال کیجیے کہ زندگی بھر نباہنا لڑکے کو پڑے گا۔ آپ شادی کر کے علحدہ ہو جائیں گے۔ اور سابقہ انھیں دونوں دولھا دولھن سے رہے گا۔ یوں بے پوچھے شادی کر دینا اُن کے ساتھ ہمدردی نہیں۔ بلکہ ظلم ہے۔ انھیں اس معاملے میں پورا اختیار دینا چاہیے "۔

مولوی صاحب :- جی ہمارے یہاں تو جو لڑکا یا لڑکی شادی سے پہلے ایک دوسرے سے مل لیں اُن کو ہم شریف نہ سمجھنا کیسا بدکار سمجھتے ہیں "۔

صاحب :- (پھر قہقہہ مار کے) "خوب۔ جس طرح آپ کے یہاں سلطنت میں بادشاہ رعایا کو کسی بات کی آزادی نہیں دیتا۔ اسی طرح معاشرت میں بھی آپ اپنے ہر ماتحت کو چاہے وہ بیٹے بیٹی ہی کیوں نہ ہوں آزادی دینا نہیں گوارا کرتے۔ فرض کیجیے کہ آپ نے بے پوچھے عقد کر دیا۔ اور اُن دونوں میں نہ بنی تو پھر اُن کی اور اُن کے ساتھ آپ کی اور آپ کی بیوی کی زندگی کس قدر عذاب میں پڑ جائے گی؟"

مولوی صاحب :- حضور یہ اندیشہ وہم ہی وہم ہے۔ میں آپ کے سامنے صاف صاف کہنا گستاخی سمجھتا ہوں ۔۔"

صاحب :- (بات کاٹ کر) "نہیں آپ آزادی سے بے تکلف گفتگو کیجیے۔ میں آپ کے اصول معاشرت اور آپ کی دلیلوں کو سننا اور سمجھنا چاہتا ہوں "۔

مولوی صاحب :- "تو جناب والا ایک نوعمر لڑکا اپنی ناتجربہ کاری کے زمانے میں جبکہ جوانی کا جوش بڑھا ہوا ہوتا ہے کسی لڑکی میں بجز حسن و جمال ناز و انداز عشوہ و ادا

اور شوخی و کرشمے کے اور کسی خوبی کو بھی دیکھ سکتا ہے؟ وہ نہ اس کو دیکھتا ہے کہ لڑکی کے اخلاق وعادات اور صفات و اطوار کیا ہین۔ نہ اس کو دیکھتا ہے کہ اُس مین کوئی لیاقت اور قابلیت ہے یا نہین۔ نہ اس کا پتہ لگاتا ہے کہ لڑکی سلیقہ والی ہے یا پھوہڑ۔ بس صورت دیکھ کے فریفتہ ہو جاتا ہے۔ پسند کرتے وقت جوش جوانی کی وجہ سے آنکھ ناک اور شکل صورت کے سوا کسی اور خوبی پر نظر ڈال ہی نہین سکتا۔ ظاہری حُسن کے سوا اور جتنی خوبیان ہین اُن کو صرف ہم دیکھ سکتے ہین۔ اور ہماری ہی جستجو اور پسند سے اُس کو اچھی بیوی مل سکتی ہے۔"

کپتان صاحب:۔ "مگر ہمارے یہان تو جب تک لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو پسند نہ کرلین ماں باپ کو شادی مین کوئی دخل نہین ہوتا۔ آپس مین طے کر لینے کے بعد البتہ وہ ماں باپ کی طرف رجوع کرتے ہین اور اُن کی منظوری سے شادی ہوتی ہے۔"

مولوی صاحب:۔ "جی ہاں اپنا اپنا طریقہ ہے۔ مگر اس کو مین کبھی نہ مانون گا کہ خود لڑکے لڑکیان ناتجربہ کاری اور جوانی کی مستی مین اپنے لیے اچھا جوڑ ڈھونڈھ سکتے ہین۔"

میم صاحب:۔ "خیر اب یہ بحث تو ہوتی ہی رہے گی۔ مجھے تو اس کا بڑا ملال ہوا۔ اگر یہین تک ہوتا کہ مین شادی کا سب سامان کر چکی تھی تو مضائقہ نہ تھا۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ میری ننھی کو اس کا بڑا صدمہ ہوگا۔ وہ ولی اللہ کو دل دے چکی ہے۔ اور اب اپنی آرزو مین نامراد رہی تو اُس کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

اِن الفاظ کو مولوی عزیز اللہ پہلے تو حیرت و وحشت بھری نظروں سے سنتے رہے۔ پھر میم صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کے کہا۔ "خدا کے لیے میم صاحب کسی اور کے سامنے یہ بات زبان سے نہ نکالیے گا۔ ورنہ میری ناک ولی اللہ کی نالائقی سے کٹ ہی گئی۔ اب سارے خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔"

میم صاحب:۔ (تعجب سے) "کیون؟"

مولوی صاحب:۔ "بھلا اس سے بھی بڑی کوئی رسوائی ہو سکتی ہے کہ لڑکی کی نسبت مشہور ہو کہ وہ کسی لڑکے کو چاہتی یا اُسے دل دے چکی ہے؟"

چاہنا دل دینا محبت کرنا بازاری فاحشاؤن کا کام ہے۔ شریف زادیون کو اس سے مطلب ہی نہین ہوتا کہ کس کے ساتھ بیاہی جائین گی اور کس کی دلھن نبین گی؟"

میم صاحب:- خود ننھی نے تو کبھی اس بارے مین مجھ سے کچھ نہین کہا۔ مگر مین نے اُس سے اُن کی شادی کا ذکر کیا۔ اور اُس نے شرم آلود بشاشت سے سُنا۔ اس سے مین خیال کرتی ہون کہ اُس کو ولی اللہ سے محبت ہے۔ اور اُن کے ساتھ شادی نہ ہونے کا اُسے ملال ہوگا۔"

مولوی صاحب:- تو حضور نہ اُسے اس کا خیال ہے۔ اور نہ ہونے سے اُس کو کسی قسم کا ملال ہوگا۔ یہ فقط آپ کا وہم و گمان ہے۔ اور آپ یہ نہ خیال کرین کہ یہ شادی نہ ہوگی۔ ہوگی اور ضرور ہوگی۔ ولی اللہ کی اتنی مجال نہین کہ میرے حکم کے خلاف کرے۔ صاحب سے مین نے فقط اس لیے عرض کیا تھا کہ اُسے بلا کے ذرا سمجھا دین۔ اور ذرا دھمکا کے شادی پر مجبور کر دین۔ ورنہ مین تو اپنا کام کرون ہی گا۔"

کپتان صاحب:- مین جبر اور زبردستی کو نہین پسند کرتا۔ انھین کسی وقت بلا کے سمجھاؤن گا۔ اور یقین ہے کہ میرے کہنے کو مان لین گے۔ لیکن اگر اُنھون نے نہ مانا تو مین مجبور نہین کر سکتا۔"

میم صاحب:- مجبور کرنے کو تو مین بھی نہین پسند کرتی۔ مگر ننھی کی خوشی کے لیے اتنا ضرور چاہتی ہون کہ ولی اللہ جس طرح بنے راضی کر دیے جائین۔"

مولوی صاحب:- پھر آپ نے ننھی کا نام لیا۔ خدا کے لیے اسے بدنام نہ کیجیے۔ ورنہ مین مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہون گا۔ نوکری کو بھی خیرباد کہون گا۔ اور مُنہ کالا کر کے کسی طرف نکل جاؤن گا۔"

میم صاحب:- آپ بُرا نہ مانین مین ننھی کی نہین اپنی خوشی کے لیے صاحب سے کہتی ہون کہ ولی اللہ کو شادی پر راضی کر دین۔"

مولوی صاحب:- یہ کہیے! اس مین مضائقہ نہین۔ اس لیے کہ میری اور نہ آپ کی سب کی خوشی اسی مین ہے۔ مگر ننھی کا نام درمیان مین نہ آئے۔"

ان باتون کے بعد مولوی عزیز اللہ اپنے گھر مین واپس آئے۔

اور کپتان صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے اردلی کو بھیج کر ولی اللہ کو بلا بھیجا۔
اُسی شام کو جس وقت کہ بلایا تھا ولی اللہ کپتان صاحب کے پاس آئے۔ اور کپتان صاحب
نے کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے شادی کا تذکرہ چھیڑا۔ ولی اللہ نے ٹالنے کی بہت
کوشش کی مگر نہ ٹال سکے۔ اور آخر کار کہتے ہی بن پڑا کہ مجھے اس شادی سے انکار
ہے۔ صاحب نے انکار کی وجہ پوچھی تو دیر تک بغلیں جھانکتے رہے۔ اور جب
دیکھا کہ بے بتائے جان نہیں چھوٹ سکتی تو کہا "اِن معاملات کو میں حضور سے
نہیں عرض کرنا چاہتا"۔

کپتان صاحب یہ جواب پا کے چند منٹ خاموش رہے۔ پھر کہا "میں
تمھارے خاندان سے اس قدر تعلق رکھتا ہوں کہ کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں
ہے۔ اور در اصل اس شادی کو میری میم صاحب کر رہی ہیں۔ اور تمھارے
انکار کر دینے سے تمھارے ہی یہاں کے رواج کے مطابق لڑکی کی عزت پر
حرف آجانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے مجھے تم سے انکار کے وجوہ پوچھنے
کا حق ہے"۔

ولی اللہ "کوئی چھپانے کی بات نہیں ہے۔ مگر اس کا آپ کی خدمت میں عرض
کرنا گستاخی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حضور کو سُن کر ملال ہوگا"۔

صاحب "مجھے ملال نہیں ہو سکتا۔ اور میں تم کو پوری آزادی دیتا ہوں
کہ تمھارے دل میں جو کچھ ہو اُس کو صاف صاف بیان کر دو"۔

ولی اللہ "حضور فرماتے ہیں تو میں عرض کیے دیتا ہوں۔ مگر پھر مجھے بے ادبی
اور گستاخی کا الزام نہ دیجیے گا"۔

صاحب "میں بالکل بُرا نہ مانوں گا۔ تمھارے دل میں جو ہو اس کو بلا تامل
ظاہر کر دو"۔

ولی اللہ "آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور اپنے دین و مذہب کے
خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔ یہ لڑکی جو میرے ساتھ منسوب ہے اس کو میم صاحب
نے اپنی تعلیم دے کر بالکل اپنے مذاق اور خیالات کا بنا لیا ہے۔ وہ انگریزی
جانتی ہے۔ عورتوں کی آزادی کا سبق لے چکی ہے۔ بھلا ایسی لڑکی کسی مسلمان

کے دبائے دب سکتی ہے؟ بجائے اس کے کہ ہم دونوں میاں بیوی بن کے عیش و فارغ البالی سے زندگی بسر کرین رات دن آپس مین بحث ہوتی رہے گی۔ جو بڑھتے بڑھتے ملال کے درجے کو پہونچ جائے گی۔ اور ممکن نہین کہ میری اُس کی زندگی عیش و آرام سے بسر ہو"

صاحب "کبھی تم نے اُسے اپنے والدین والدہ سے بھی کسی بات پر اُلجھتے یا کسی معاملے مین اُن کے خلاف کرتے دیکھا ہے؟" ولی اللہ نے کہا "دیکھا تو نہین مگر خیال ہے کہ جس کی ایسی تعلیم ہو اُس پر اس کا کچھ اثر ضرور ہو گا" صاحب نے مسکرا کے کہا "تو یہ تمھارا فقط وہم اور گمان ہی ہے"

ولی اللہ "بے شک صرف گمان ہے لیکن ایسی تعلیم ہی ہمارے دین اور اخلاق کے خلاف ہے؟"

صاحب "تو کیا شریعت اسلام مین یہ حکم ہے کہ جس عورت نے مروجہ تعلیم کے خلاف کسی اور قسم کی تعلیم پائی ہو اُس کے ساتھ نکاح ناجائز ہے؟"

ولی اللہ "مین تو ایسا ہی سمجھتا ہون"

صاحب "تم تو مین نے سنا ہے کہ عربی زبان اور فقہ و منطق وغیرہ کی تعلیم پا چکے ہو کسی کتاب مین اس حکم اور فتوے کو دکھا سکتے ہو؟"

ولی اللہ "کسی کتاب مین تو نہین پڑھا مگر علما کا فتویٰ یہی ہے"

صاحب "جہان تک مین جانتا ہون تم سنی ہو۔ اور علماے فرنگی محل سے تعلیم پائی ہے۔ اُنھون نے شاید تم کو یہی بتایا ہو۔ مگر مین اس مضمون کا استفتا دیتا ہون اُن سے جواب لکھوا کے دستخط کرا لاؤ گے؟"

ولی اللہ "لکھوا تو لاتا لیکن شاید اس وقت اُنھین کسی فقہ کی کتاب مین نہ ملے۔ اور دستخط کرنے مین تامل کرین۔ فرض کیا کہ ایسا مسئلہ کتابون مین نہین ملتا۔ مگر اس کے ماننے مین تو آپ کو بھی تامل نہ ہو گا کہ جب اُس نے ایک مسیحیہ عورت سے انگریزی کی تعلیم پائی ہے تو چاہے ظاہر مین چھپائے دل مین گمراہی ضرور ہو گی"

صاحب "کیا کسی زبان اور کسی مذہب کی تعلیم سے انسان کا دین بدل جاتا ہے؟"

ولی اللہ "مین تو ایسا ہی سمجھتا ہون"

صاحب۔ (ہنس کر) "ننھی نے عربی بھی میری میم صاحب ہی سے پڑھی ہے اور تم جانتے ہو کہ میم صاحب فارسی اور عربی اچھی جانتی ہین۔ اور اُن زبانون کو اُنھون نے شوق اور محنت سے حاصل کیا ہے۔ تو کیا اس تعلیم سے وہ مسلمان ہو گئین؟"

ولی اللہ۔ "اُن کو تو مین مسلمان نہین دیکھتا"۔

صاحب۔ (ٹھٹھا مار کے) "اور ننھی کو عیسائی دیکھتے ہو؟"

ولی اللہ۔ "میم صاحب کی اور بات ہے۔ وہ جو چاہین کرین۔ جہان چاہین آئین جائین۔ جس سے چاہین ملین جلین! اور جس کے ساتھ چاہین کھائین پئین۔ اُن کے لیے مضائقہ نہین"۔

صاحب۔ "تو تم نے ننھی کو کسی غیر کے یہان آتے جاتے اُس سے ملتے جلتے اس کے ساتھ کھاتے پیتے دیکھا یا سُنا ہے؟"

ولی اللہ۔ "میم صاحب کے ساتھ اُس نے کھایا پیا ہو گا۔ جب شاگرد ہے روز صحبت رہتی ہے۔ تو کھانے پینے مین کیا تامل ہو سکتا ہے؟"

صاحب۔ "تم نے اُن کے ساتھ کھاتے پیتے دیکھا ہے؟"

ولی اللہ۔ "دیکھا سُنا تو نہین مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اُس نے اُن کے ساتھ کھایا پیا ہو گا۔ بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ وہ دل مین کرانن ہو گی"۔

صاحب۔ "اچھا یہ بھی مانا کہ وہ مسیحی ہے۔ لیکن اسلام مین کیا مسیحہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے؟ قرآن تو آپ نے پڑھا ہو گا۔ اُس مین صاف حکم ہے کہ مسیحہ کے ساتھ شادی کرو"۔

ولی اللہ۔ "قرآن مین تو یہ بھی لکھا ہے کہ نصرانیون کا کھانا حلال ہے۔ مگر ہمارا اس پر عمل نہین"۔ صاحب نے اس جواب پر حیرت سے پوچھا "کیون؟" جواب ملا "اس لیے کہ ہمارے عالم اس کی اجازت نہین دیتے"۔

صاحب نے پھر متحیر ہو کے پوچھا "تو کیا عالمون کو اس کا حق حاصل ہے کہ قرآن کے جس حکم کو چاہین منسوخ کر دین؟"

ولی اللہ۔ "نہین۔ معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

صاحب۔ "تو پھر جو حکم نص صریح قرآن سے ثابت ہو اُس کے خلاف کیون

فتویٰ دیا جاتا ہے؟"

ولی اللہ۔ "خیر اس بحث کو جانے دیجیے۔ علما جانین اور اُن کا فتویٰ۔ مگر مین ایسی عورت سے نکاح نہین کر سکتا جس کی نسبت یقین ہے کہ دل مین کرانن ہوگی۔ سنیے جو کوئی دین اسلام کو چھوڑ کے دوسرا مذہب اختیار کر لے وہ شریعت کی رو سے مُرتد ہے۔ اور مُرتد سے میل جول درکنار اُس کا قتل کرنا واجب ہے۔"

اس جواب نے کپتان صاحب کو تھوڑی دیر کے لیے خاموش رکھا۔ مگر خود آخر ذرا غور کر کے بولے "سنو۔ تم ابھی بچہ ہو۔ پڑھ لیا ہے۔ مگر برتنا دوسری چیز ہے۔ ہر بات کا حکم نو عمری کی تیزی اور جوانی کے جوش سے نہ لگا دیا کرو۔ ایسے فتوے بڑی تحقیق اور سچی شہادت ملنے پر دیے جاتے ہین۔ نہ یون سُنی سنائی باتون اور وہمی وخیالی بدگمانیون پر۔ دنیا کا کوئی مسلمان عالم بھی تمھارے اِن وہمون کی بنا پر ننھی کی نسبت کفر وارتداد کا فتویٰ نہین دے سکتا۔ ننھی کی نسبت تمھارے یہ سب خیالات بے اصل اور بدگمانی کے ہین۔ سُنو۔ مین اگر تمھارا مفتی ملا اور قاضی ہوتا تو تمھارے بارے مین یہ شرعی حکم جاری کرتا کہ ایک سچی عفیفہ اور پاکدامن مومنہ کو تم نے کفر و بے دینی کی تہمت لگائی۔ اور تم اُس کی حد یعنی سزا سے نہ بچ سکتے

ولی اللہ۔ اول تو یہ یاد رکھو کہ ہم لوگ ہندوستان مین جو آئے ہین تو ملکی اصلاح اور سارے ملک مین امن و امان اور تہذیب و اخلاق پھیلانے کو آئے ہین۔ ہم کسی کا دین لینے اور اُس کے بہکانے اور بگاڑنے کو نہین آئے ہین۔ ہمارے پادری البتہ انجیل کی وعظ کہا کرتے ہین۔ مگر ہم اس امر مین اُن کے خلاف ہین۔ ہم اور ہماری میم صاحب اپنا فرض سمجھتے ہین کہ لوگون کو اُنھین کے دین اور عقیدے پر مضبوط کرین۔ اور اسی اصول کی پابندی مین میم صاحب نے ننھی کو اُس کے دین۔ اُس کے عقائد۔ اُس کے آداب معاشرت۔ اور اُس کے خاندان کے مذاق کے مطابق تعلیم دی ہے۔ وہ عیسائی ہونا چاہتی تھی تو میم صاحب اُسے سمجھاتین کہ تمھارا دین سچا اور اچھا ہے۔ تم کو اُسی پر رہنا چاہیے۔ ہم لوگ یہ عہد کر کے آئے ہین کہ کسی کے مذہب اور اخلاق و عادات مین دخل نہ دین گے۔ ننھی کے حالات مین اپنی میم صاحب سے ہمیشہ سنتا رہا ہون

اور آج بھی اُن سے کُرید کُرید کے پوچھ چکا ہوں۔ اُن سے معلوم ہوا کہ وہ نہایت نیکبخت ہوشیار۔ اور بڑی سلیقے والی لڑکی ہے۔ مذہب کی پوری پابند ہے۔ تعلیم نے بجائے آزادی کے اُس میں صلاحیت، سعادتمندی۔ دینداری۔ اور بزرگوں کی اطاعت کے اوصاف ایسے مستقل کر دیے ہیں کہ چاہے ساری دنیا خلاف ہو جائے وہ نہ اپنے دین کو چھوڑے گی۔ اور نہ بزرگوں کی فرمان برداری سے باہر ہو گی۔ ایسی پڑھی لکھی اور ماں باپ کی فرمان بردار لڑکی ہندوستان میں چراغ لے کے ڈھونڈھو تو بھی نہ ملے گی۔ تمھاری دولھن بننے میں اُس کی اتنی خوش نصیبی نہ ہو گی جتنی کہ تمھاری ہو گی۔ اُس کے ساتھ شادی ہونے میں تمھاری زندگی سُدھر جائے گی۔ اور جیسی اچھی اُس کے ساتھ گزرے گی اور کسی عورت کے ساتھ ممکن نہیں۔ لہٰذا اُس کے بارے میں انصاف کرو۔ اور شادی سے انکار کر کے اپنے ماں باپ کے دل کو صدمہ نہ پہونچاؤ۔ تم جانتے ہو کہ دنیا میں اُن کی اکیلی یہی ایک تمنا ہے کہ آپس میں تمھاری شادی ہو جائے۔ اور تم دونوں کو دولھا دولھن بنتے دیکھیں۔"

یہاں تک بیان کر کے لائق الدولہ بہادر ذرا رُکے اور ہانپنے لگے۔ اِن دنوں انگریزی عربی اور فارسی کی تعلیم ایسی قابلیت سے پاتے تھے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے قابل منشی اور متبحر عالم بھی بعض وقت گفتگو میں اُن سے عاجز آ جاتے تھے۔ کپتان صاحب بھی اُنھیں قابل انگریزوں میں تھے۔ چنانچہ ولی اللہ کو ایسا عاجز کیا۔ اور ہر بات کا ایسا عالمانہ جواب دیا کہ کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ اور سارا لکھا پڑھا بھول گیا۔"

پھر کہا "خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ طاہرہ بیگم نے اس کے بعد پھر اپنے قصہ کا سلسلہ شروع کیا۔ اور کہنے لگیں۔ ولی اللہ نے آخر کپتان صاحب سے عاجز آ کر کہا "لیکن جب میرے دل کو اطمینان ہی نہیں ہوتا تو کیسے شادی کو منظور کر لوں؟ یہ ممکن نہیں کہ اتنے دنوں ساتھ رہنے سہنے میں اُس نے میم صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھایا ہو۔ ہمارے عقیدے میں تو یہ ہے کہ عیسائی سے ہاتھ ملانے میں بھی ہاتھ ناپاک ہو جاتا ہے۔ دوسرے

ابھی چار یا پنج مہینے ہوئے اُس نے بھتنون کے وجود سے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگی کہ عرب و عراق اور شام و روم مین مسلمان اور وہان کے بڑے بڑے عالم نہ عیسائیون کو نجس جانتے ہین نہ اُن کے ساتھ کھانے مین پرہیز کرتے ہین یہ میم صاحب کی صحبت کا اثر نہین تو کیا ہے؟ جس عورت کے ایسے خیالات ہون اُس کو آپ مسلمان کہتے ہین؟"

کپتان صاحب" مگر مین تم سے سچ کہتا ہون کہ تھفی نے غلط نہین کہا۔ ہم لوگ جو یہان آتے ہین تو اکثر مصر و شام اور فلسطین و عرب کی سیر کرتے ہوئے آتے ہین۔ مین وہان کے بڑے بڑے عالمون سے ملا ہون کسی کو بھی عیسائیون کے ہاتھ کا کھانا کھانے اور مسیحیہ عورت کے ساتھ شادی کرنے کے خلاف نہین پایا۔"

ولی اللہ" آپ کو دھوکا ہوا ہوگا کسی زندہ شرب یا بے احتیاط شخص کو دیکھ کر آپ نے خیال کر لیا ہوگا کہ وہان کے پابند شرع لوگ بھی ایسی ہی بے احتیاطیان کرتے ہین"

صاحب" مین نے اِس کو خوب تحقیق کر لیا ہے۔ غلط نہین کہتا۔ آپ کا جی چاہے خود جا کے دیکھ لیجیے"

ولی اللہ" خیر ہو گا۔ مگر مین جب تک وہان جا کر دیکھ لون۔ اور وہان کے عالمون سے بحث کرکے اپنا اطمینان نہ کر لون آپ کے کہنے سے ایسی بے احتیاطی نہین کر سکتا"

صاحب" اگر تم میری بحث اور میرے سمجھانے کو نہین مانتے تو اپنی معاشرت اور اپنے یہان کے رواجون کا خیال کرو۔ تمھارے یہان شریف زادون کا شیوہ ہے کہ بزرگون خصوصاً باپ کے حکم سے باہر نہین ہوتے۔ تم شاید نہین جانتے ہو کہ تمھارے انکار سے تمھارے والد کو کس قدر ملال ہوگا؟ اور تم کو تمام لوگ کیسا نالائق خیال کرین گے؟ مجھ سے اُن سے اس بارے مین گفتگو ہو چکی ہے۔ وہ نہایت ہی برہم ہین۔ اور مین نے ہزار سمجھایا اُن کا جوش اور غصہ کم نہ ہوا۔ کیا عجب کہ تمھارے ساتھ سختی اور جبر کرنے پر آمادہ ہو جائین۔ اِس لیے

تمھارا فرض ہے کہ اپنے والد کا کہنا مانو۔ اور اس کا خیال کرو کہ تمھارے مذہب مین والدین کی اطاعت کا کیسا سخت حکم ہے؟"

ولی اللہ "جی ہان ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ دینی فرمان بھی موجود ہے کہ لاطاعة لمخلوقٍ فی معصیة اللہ" (یعنی خدا کی نافرمانی مین کسی کی اطاعت جائز نہین)

اس گفتگو نے ولی اللہ کو ایک طیش سا دلا دیا تھا۔ یہ آخری جواب دیتے ہی صاحب سے بغیر اجازت لیے اُٹھ کے چلے گئے۔ اور صاحب خاموش بیٹھے رہ گئے۔ اسی فکر مین تھے کہ اندر سے میم صاحب نکل آئین۔ اور پوچھنے لگین "کیون فکر کس بات کی ہے؟"

صاحب "مین نے اس وقت ولی اللہ کو ہر بات مین قائل کیا اور ہر طرح سمجھایا۔ مگر کسی طرح نہین مانتا۔ یہ بات کسی طرح اُس کے دل سے نہین نکلتی کہ تم نے اُسے تعلیم دے کر کرانی اور بے دین بنا دیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ فرنگی محل والون نے یہ خیال اُس کے دل مین جما دیا ہے"۔

میم صاحب "مگر تہمینی تو اپنے عقیدے مین اتنی مضبوط اور اپنے رسم و رواج کی اس قدر پابند ہے کہ اُس پر ایسی بدگمانی کرنا بڑا ظلم ہے"۔

صاحب۔ (ہنس کر) "اور یہ ظلم اُس پر تمھارے ہاتھون سے ہو رہا ہے"۔

میم صاحب "تو تم نے مجھے کیون نہ بُلا لیا۔ شاید میرے سمجھانے سے اس کی بدگمانی دور ہو جاتی"۔

صاحب "مین نے تمھاری ہی طرف سے اطمینان دلایا مگر وہ سماعت ہی نہین کرتا"۔

ان باتون کے بعد صاحب اور میم دونون اُٹھ کر اندر چلے گئے۔

چھٹا باب

مولانا کا فتویٰ

دوسرے دن ولی اللہ اپنے والد کے ساتھ گھر میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے کہ مولوی عزیز اللہ نے ٹوک کے کہا "اب تو تم کو نکاح میں عذر نہیں ہے؟ تمھاری نالائقی اور تمھارے اس نکاح سے فرار کو جو دھبہ لگ چکا ہے یوں نہیں چھوٹ سکتا ہے کہ تم کو اپنی گذشتہ بدتہذیبی پر ندامت ہو۔ اور بے عذر نہایت خوشی و رضامندی کے ساتھ شادی کر لو"

ماں نے بھی میاں کی تائید کی۔ اور بولیں "سچ مچ بڑی بدنامی ہوئی۔ بیٹا۔ تم تو عالم و فاضل ہو۔ سارا علم پڑھ چکے فضیلت کی پگڑی مدرسے والی ہے۔ تم سے ایسی حرکت ہونا بڑے تعجب کی بات ہے۔ یہ تو سوچو کہ ہم تمھاری بھلائی نہ چاہیں گے تو کون چاہے گا؟"

مگر ولی اللہ خاموش تھے۔ سر جھکائے کھانا کھا رہے تھے۔ اور اس طرح ٹال رہے تھے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ آخر مولوی عزیز اللہ آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ڈانٹ کے کہا "بولتا نہیں!" اور قریب تھا کہ مار بیٹھیں۔ مگر ماں نے روکا۔ اور کہا "اے تو غصہ کیوں کرتے ہو؟ لوگوں کے کہنے سننے میں آ گیا تھا۔ غلطی ہو گئی۔ سوچ سمجھ کے خود ہی مان لے گا۔ تم ایسے ہی آپے سے باہر ہوئے جاتے ہو تو کم دخل نہ دو۔ میں سمجھا لوں گی"

عزیز اللہ "مجھے للو پتو نہیں آتی۔ اور ایک گھڑی کے لیے بھی لڑکوں کی نالائقی اور بدتہذیبی کو نہیں برداشت کر سکتا۔"

اتنے میں ولی اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر دیا۔ ماں فوراً پاس آ کے اپنے آنچل سے آنسو پونچھنے اور دلدہی کرنے لگیں۔ مگر باپ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ مطلق پروا نہ کی۔ اور بولے "اس ٹسوے بہانے سے میں کچھ ڈر نہ جاؤں گا۔ مجھے اسی وقت جواب دے۔ میرا کہنا مانتا ہے تو خیر ورنہ تو میرا بیٹا ہے

اور نہ مین تیرا باپ۔ جا دور ہو۔ اور نکل میرے گھر سے۔ یہ ہم نے پالا پوسا
اور لکھایا پڑھایا اسی لیے تھا کہ ہمارا مقابلہ اور ہماری نافرمانی کرے؟"
اب ولی اللہ نے ضبط گریہ کے ساتھ ہچکیان لے لے کر کہا۔ آپ چاہین مار ڈالین
مگر مین۔ آپ کے حکم کی پیروی مین۔ خدا کی نافرمانی۔ نہ کرون گا"
عزیز اللہ "خدا کی نافرمانی! ابے ہماری اطاعت خدا کی اطاعت اور ہماری
نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اتنا پڑھ گیا۔ اور ماں باپ کا مرتبہ بھی نہ جانا!"
ولی اللہ "مگر یہ حکم مجھے آپ خدا کے حکم کے خلاف دے رہے ہین۔ نہ یقین
ہو تو فرنگی محل مین چل کے جناب مولنا سے پوچھ لیجیے"
عزیز اللہ "خدا کے خلاف کیسے؟ آخر اس نکاح مین شرع کے خلاف
کون سی بات ہے؟"
ولی اللہ "جی آپ نے نتھی کو انگریزی پڑھا پڑھا کے اور انگریزون سے
ملا ملا کے کرانن بنا ڈالا ہے۔ پھر ایسی کے ساتھ میرا بیاہ کیسے ہو گا؟"
بیٹے کے یہ کلمات سُن کے مولوی عزیز اللہ سناٹے مین آ گئے
پھر بولے "تو تیرے نزدیک جو انگریزی پڑھے عیسائی ہو جاتا ہے؟"
ولی اللہ "بے شک"
عزیز اللہ "تو پھر تو اپنے ماں باپ کو بھی مرتد سمجھتا ہو گا؟ باپ کو اس لیے
کہ شُد بُد انگریزی جانتا اور انگریزون سے ملتا ہے۔ اور ماں کو اس لیے
کہ انگریزنیون سے ملتی ہین!"
ولی اللہ "مین یہ نہین کہہ سکتا"
عزیز اللہ "نہ کہنے کی وجہ؟ اور پھر جب ہم دونون مرتد ہو گئے
ہین تو ہمارا نکاح بھی فسخ ہو گیا۔ اور تو جو پیدا ہوا تو تو بھی ولد الزنا
اور کرانیون کی اولاد ہے۔ شاباش! شاباش! تو نے فرنگی محل
مین یہی پڑھا ہے!"
ولی اللہ کی ماں "اے ہے! تم تو مارے غصے کے خدا جانے کیا اول
فول بکنے لگے۔ آدمی جھگڑے کو مٹاتا ہے۔ یہ نہین کہ جو منہ مین آیا بکنے لگے"

عزیز اللہ "مین لغو نہین بکتا. تمھارے صاحبزادے کا فتویٰ تمھین سنائے دیتا ہون. اس نالائق سے پوچھو کہ آدمی بے دین و بے ایمان عقیدے کے بدلنے سے ہوتا ہے یا کسی سے ملنے جلنے اور کسی علم کے حاصل کرنے سے؟ مسلمانون کی اور اسلام کی زبان تو عربی تھی. پھر اُنھون نے یونانی اور فارسی زبانین اور اُن کے علم پڑھے تو سب بے دین ہو گئے؟ یونانی پہلے بت پرستون کی زبان تھی پھر عیسائیون کی ہو گئی. فارسی آتش پرستون کی زبان تھی. یہ تو ہندون کا مذہب ہوا کہ کسی کو چھو لیا اور بے دھرم ہو گئے. کسی غیر نے سنسکرت پڑھ لی اور اُن کے دین کی توہین ہو گئی "

ولی اللہ "مین یہ نہین کہتا کہ آپ کے اور والدہ کے عقیدے مین خدانخواستہ کوئی فرق ہے. مگر نجمی کے عقیدے مین ضرور فرق آگیا ہو گا "

عزیز اللہ "ہو گا! اسے الہام ہوا ہے کہ اُس کے عقیدے مین فرق ہو گا؟ کبھی تو نے اُسے کوئی ایسی بات کہتے یا ایسی وضع اختیار کرتے دیکھا ہے جو اسلام کے خلاف ہو؟ اور نہین سُنا ہے تو مردود تجھ پر تہمت لگانے کی حد شرع جاری ہونی چاہیے. ایک بیگناہ معصوم بچی کو بیدینی کی تہمت لگاتا ہے!"

ولی اللہ "مین نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو. مگر سارا زمانہ کہہ رہا ہے"

عزیز اللہ "تو گھر مین روز دیکھتا اور ہر چھوٹی بڑی بات کا معائنہ کرتا رہتا ہے اس کا تو اثر نہ ہوا. اور لوگون کے کہنے مین آگیا: دس مین مل کے کہدین کہ تیرے مُنہ پر ناک نہین ہے تو تجھے یقین آجائے گا کہ تو نکٹا ہے؟ (بیوی سے) اس احمق کی باتین سنتی ہو؟"

ولی اللہ "فرنگی محل مین خود مولنا ہی فرماتے تھے "

عزیز اللہ "ابے گدھے. تو نے جیسے حالات بیان کیے ہون گے ویسا ہی اُنھون نے حکم لگا دیا ہو گا. مفتی صاحب سے ایک شخص کی نسبت بیان کرو کہ بے دینی کی باتین کرتا ہے وہ اسے بیدین و مرتد بتا دین گے. ایک ہندو شخص کی نسبت کہو کہ وہ چھپا کے نماز پڑھا کرتا ہے وہ اسے مسلمان جان لین گے. تو نے بغیر تحقیق کیے اپنی بدگمانیان بیان کی ہون گی. اور

اور اُنھون نے کہہ دیا ہوگا کہ اُس سے نکاح کرنا اچھا نہین۔ پہلے اپنی بدگمانیون اور افترپردازیون کی تحقیق کر پھر جا کے مسئلہ پوچھ۔“

ولی اللہ: ”مین نے جیسا لوگون سے سُنا ویسا ہی مولنا سے بیان کر دیا۔“

عزیز اللہ: ”اور سُنا کس سے؟ مجھ سے یا اپنی ماں سے؟“

ولی اللہ: ”آپ دونون تو اُس کی محبت مین اُس کے عیوب کو دیکھتے ہی نہین۔ آپ کیسے کہین گے؟“

عزیز اللہ: (بیوی کی طرف دیکھ کر) ”سنتی ہو اس اُلّو کی باتین؟ (ولی اللہ سے مخاطب ہو کر) ”پھر اور کس نے نعیمی کو دیکھا یا اُس سے ملا ہے کہ اُس کا حال بیان کرے گا؟“

بیوی: ”اچھا ایک کام کرو۔ تم آج ولی کو ساتھ لے کر مولنا کی خدمت مین چلے جاؤ۔ معلوم ہو جائے گا کہ اُنھون نے نعیمی کے حالات کس سے سُنے۔ اور اُس نے کہا ہے تو کیا کیا باتین بیان کی ہین۔“

عزیز اللہ: ”اچھا جاؤن گا۔ اگرچہ اس مین بجز رسوائی و ذلت کے کچھ نہین رکھا ہے۔ مگر اس نالائق نے منہ مین کالک لگائی ہے تو یہ اچھی طرح سہی۔“ طیش مین تو تھے ہی یہ کہتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے کھینچا۔ اور کہا ”چل اسی وقت چل۔ دیکھون وہ کیا فرماتے ہین۔“ ولی اللہ مین بھلا انکار کی کیا مجال تھی؟ باپ کے ساتھ فرنگی محل کا راستہ لیا۔

صبح کے آٹھ بجے تھے تنگ راستے خلقت سے بھرے ہوئے تھے۔ اور پھر اُس مین گھوڑون اور ٹٹون ہاتھیون [illegible] ہوادارون۔ اور سُکھپالون کے گذرنے اور ہٹو بچو کے شور و غل سے شور محشر بپا تھا۔ کئی جگہ مولوی عزیز اللہ کو راستہ چھوڑ کے مکانون کے چبوترون پر چڑھ جانا پڑا۔ لیکن اس قدر برہم و برافروختہ تھے کہ راستے بھر بیٹے کا ہاتھ نہ چھوڑا بھیڑ مین دھکے کھاتے اور اِن مین ٹھنستے اُلجھتے خدا خدا کر کے فرنگی محل پہونچے۔ ملا محمد معین صاحب کے گرد طلبہ کا حلقہ جما ہوا تھا۔ اور وہ اپنے والد مرحوم کی شرح سُلّم کا درس دے رہے تھے۔ مولوی عزیز اللہ کے سلام کا جواب

دے کر معمولی مزاج پرسی کی اور کہا "دم بھر توقف فرمائیے۔ سبق ختم ہولے تو آپ سے باتین ہون" باپ بیٹے طلبہ کے حلقے کے باہر بیٹھ گئے۔ اور کوئی ایک گھنٹے مین سبق ختم ہوا۔ اب دوسرے سبق کے لیے طلبہ حلقہ باندھنے کو تھے کہ مولانا نے فرمایا "بس اب موقوف۔ بعد عصر پڑھ لینا۔ اس وقت مجھے مولوی عزیز اللہ صاحب سے باتین کرنا ہین" ساتھ ہی اُن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "آج کدھر بھول پڑے؟ مہینون ملاقات نہین ہوتی"

عزیز اللہ "مولانا۔ رزیڈنسی کے کامون سے فرصت ہی نہین ملتی کہ حاضر ہون۔ مگر آج جناب سے ایک خاص مسئلے کے دریافت کرنے کو حاضر ہوا ہون؟ کیا جناب نے ولی اللہ سے فرمایا ہے کہ میری بھتیجی کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ اور اُس سے نکاح ناجائز ہے؟"

ملا امین "(ذرا برہمی سے) "بے شک میری یہی راے ہے۔ مین نے تحقیق طور پر سنا ہے کہ آپ نے اُس لڑکی کو انگریزی پڑھا کے اور انگریزون مین بٹھا بٹھا کے عیسائن بنا دیا ہے"

مولنا کی اس گفتگو کو مولوی صاحب نے حیرت سے سُنا۔ مگر چونکہ خود بھی پڑھے لکھے تھے۔ اور فقہ و اصول کی کتابین نکلی ہوئی تھین۔ بجاے خاموش ہو جانے کہا "اِس تقریر مین دو باتین ہین۔ اول یہ کہ مین نے اُسے انگریزی پڑھوائی اور انگریزون سے ملایا۔ دوسری یہ کہ اُسے عیسائن بنا ڈالا۔ اِن مین سے کس بات سے نکاح ناجائز ہو گیا؟"

مولانا "دونون سے۔ پہلی سے اشارۃً اور دوسری سے صراحۃً۔ پہلی بات کا واجبی لازمہ ہے کہ عقائد درست نہ رہین۔ لہٰذا دوسری بات اُسی پر متفرع ہے"

"مولوی صاحب" لیکن اس لزوم کا ثبوت آپ کے ذمے ہے۔ سلف سے آج تک لاکھون بزرگان دین ایسے گزرے ہین جنھون نے غیر مذہبون غیر قومون اور غیر زبانون کے علوم حاصل کیے اور اپنے عقائد فقہیہ قائم رہے۔ اُنھون نے اُن علمون کو نہین پڑھا تو یونانیون کے علوم آپ تک کیونکر پہونچے؟"

مولانا:۔ "وہ اور زمانہ تھا اور یہ اور زمانہ ہے۔ اُس زمانے کا قیاس اس زمانے پر قیاس مع الفارق ہے"۔

مولوی صاحب:۔ "مین تو اِس زمانے مین بھی صدہا ایسے اشخاص دیکھتا ہون جنھون نے انگریزی پڑھی اور عقائد مین یک سر مُو فرق نہ آیا"۔

مولانا:۔ "نہ آنا کیسا؟ ضرور فرق آگیا ہوگا۔ یہ کہیے کہ آپ نے اُس کو محسوس نہین کیا۔ اور اسی تجربے کی بنا پر میرا فتویٰ ہے کہ جو نصاریٰ کی زبان اور علوم کو حاصل کرے۔ بلالحاظ اس کے کہ اُس کے عقائد کا انکشاف ہو یا نہ ہو وہ ملت حنیفۂ بیضا سے خارج ہے اور اُس کے ساتھ مواکلت و مناکحت ناجائز ہے"۔

مولوی صاحب:۔ "تو شاید میری نسبت بھی جناب کا یہی حکم ہوگا؟ کیونکہ انگریزون کا نوکر ہون۔ اُن کی صحبت مین رہتا ہون۔ اور شُدبُد انگریزی بھی جانتا ہون"۔

مولانا:۔ "اگر ایسا ہے تو آپ کی نسبت بھی میرا یہی فتویٰ ہے"۔

مولوی صاحب:۔ "اور لطف یہ کہ خود مسیحیون کے بارے مین قرآن کی نص صریح حکم دیتی ہے کہ اُن کے ساتھ مواکلت اور مسیحیہ عورت سے نکاح جائز ہے"۔

مولانا:۔ "لیکن دیگر اسباب و علل کی بنا پر یہ ہمارا مفتی بہ مسئلہ نہین ہے۔ اور اگر ظاہر نص کے لحاظ سے اس کو گوارا بھی کر لیا جائے تو اُس مسلمان کی نسبت جو مسیحی ہو جائے یہ حکم نہین ہو سکتا۔ اِس لیے کہ وہ مرتد ہے۔ اور مرتد واجب القتل ہے"۔

مولوی صاحب:۔ "خوب۔ تو یہ فرمایئے کہ مسیحیون کے ساتھ مناکحت و مواکلت جائز ہے۔ مگر جو اُن سے ملے اور اُن کی زبان سیکھے اُس سے ناجائز"۔

مولانا:۔ "ہان ایسا ہی ہے۔ اور یہی ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس فتنے مین پڑنے سے محفوظ رہین"۔

مولوی عزیز احمد آئے تو یہ خیال کر کے تھے کہ مولانا کو قائل و معقول

کرکے ولی اللہ کو نکاح پر آمادہ کر لون گا۔ مگر یہان آکے الٹی آنتین گلے مین پڑ گئین
کمال مایوسی کے ساتھ بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے اُٹھے اور کمال برہمی کے لہجے مین
"السلام علیکم" کہہ کے واپس چلے۔ مولانا معین نے استمالت کے طور پر کہا "تشریف
لے جائیے۔ مگر پھر ملیے گا۔ اور امید ہے کہ یہ گفتگو آپ کو ناگوار نہ ہوئی ہوگی۔
شرعی معاملات اور فقہی فتوون مین مروت اور تعلقات کو دخل نہ ہونا چاہیے
میرا فرض تھا کہ اپنے فتوے اور مسلک کو آپ پر بلا کم و کاست اور بغیر کسی اندیشۂ
لومۃ لائم کے آشکارا کر دون"۔ مولوی عزیز اللہ نے "جی ہان جناب کو یہی
مناسب تھا!" کہا اور بیٹے کو ساتھ لیے ہوئے واپس چلے۔

جیسے ہی فرنگی محل کے پھاٹک سے باہر ہوئے بیٹے کی طرف دیکھ کے
کہا "معلوم ہوا کہ تم پر یہ مولناہی کا اثر ہے۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم کو مجھ سے
ملنا اور میرے ساتھ رہنا بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ اس فتوے کی بنا پر
مین بھی مرتد ہون۔ اور میرے ساتھ کھانا پینا رہنا سہنا حرام ہے۔ یہ بھی سمجھ لو
کہ مین نہ نوکری چھوڑ سکتا ہون۔ اور نہ یہ امکان مین ہے کہ نھی کو گھر سے نکال
دون۔ ایسی حالت مین تم نے اپنے بارے مین کیا سوچا ہے؟"

ولی اللہ: "جو آپ کا حکم ہو مین اُس کے بجالانے کو تیار ہون"

عزیز اللہ: "میرے حکم سے تم کو کیا غرض؟ میری اطاعت مین خدا کی نافرمانی
ہے"

ولی اللہ: "آپ کی نسبت مین ایسا خیال نہین رکھتا جیسا کہ آپ فرما رہے ہین"

عزیز اللہ: "جو فتوی نھی کے بارے مین ہے وہی میرے بارے مین ہے۔
پھر تفریق کی کیا وجہ کہ میری نسبت تو ایسا خیال نہین مگر نھی کی نسبت ہے"

ولی اللہ: "اچھا خود آپ اس فتوے کی نسبت کیا خیال رکھتے ہین؟"

عزیز اللہ: "میری نہ پوچھو۔ مین اپنے خیالات اپنے عقائد اور اپنے اسلام
وایمان کی نسبت اطمینان رکھتا ہون۔ نہ مین اصول شیعہ کے مطابق مولانا
معین صاحب کو مجتہد مانتا ہون نہ اُن کا مقلد ہون۔ اس سے زیادہ نہین
کہ وہ اہل سنت کے ایک مفتی ہین۔ اور فتوی صرف اُن لوگون کے لیے ہو تا ہے

جو نہ جانتے ہو۔ میں نے خود فقہ پڑھی ہے اور اپنے اعمال و عقائد کی نسبت خود حکم لگا سکتا ہوں۔ لہذا مجھے نہ اس فتوے سے کچھ اندیشہ ہے اور نہ اس کی بنا پر اپنے ایمان و عقائد میں شک و شبہ۔ مگر میرے خلاف تم مولانا کے معتقد یا کم از کم متبع ہو۔ اس لیے اپنی فکر کرو۔ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو"۔

ولی اللہ "میرا عمل بھی مولنا کے اس فتوے پر نہیں ہے۔ نہ میں کسی کو کفر و ارتداد کا الزام دیتا ہوں۔ اور نہ کسی کے اعتقادات پر اعتراض کرتا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تنھی کے ساتھ نکاح بھی نہ ہو اور جناب بھی ناراض نہ ہوں؟"

عزیز اللہ "بالکل غیر ممکن"۔

ولی اللہ "میرا خیال یہ ہے کہ اس لڑکی کے عقائد اور اعمال افعال پر اگرچہ کسی قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر اختلاف مزاق اور متضاد تعلیموں کے باعث ہم دونوں کا باہم نباہ نہ ہو سکے گا"۔

عزیز اللہ "اس بات کو دیکھنا کہ نباہ ہو گا یا نہیں تمھارا کام نہیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم تم سے زیادہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ اُس کے ساتھ تمھارا اور تمھارے ساتھ اُس کا نباہ ہو گا یا نہ ہو گا۔ اور یہ تو انگریزوں کے یہاں کا دستور ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے مل کے اور ساتھ اُٹھ بیٹھ کے نباہ ہونے یا نہ ہونے کا اطمینان کیا کرتے ہیں۔ تم کو تو انگریزوں اور عیسائیوں کی باتوں سے نفرت ہے۔ تمھیں شرم نہیں آتی کہ اپنے عقد اور اپنی دولھن کے بارے میں ایسی بے حیائی سے گفتگو کرتے ہو؟ اگر مسلمان ہو اور ہندوستانی ہو تو ویسا ہی کرو جیسا کہ یہاں ہوا کرتا ہے"۔

ولی اللہ "مگر اس کو کیا کروں کہ میرا طمینان نہیں ہوتا"۔

عزیز اللہ "تو پھر جاؤ اپنا راستہ لو۔ اس لیے کہ میں تمھارے نزدیک بے دین ہوں۔ اور تم میرے نزدیک بے حیا ہو۔ ایک گھر میں ہم دونوں کا نباہ نہیں ہو سکتا"۔

ولی اللہ اس کے جواب میں عاجز و خاموش ہو گئے۔ اور

نہایت ہی اندوہ اور یاس و حرمان کی خاموشی مین باپ بیٹے گھر مین آئے۔ مولوی صاحب اُسی وقت بغیر اس کے کہ بیوی سے کچھ کہین سُنین نزیڈنہی کے دفتر مین چلے گئے۔ ولی اللہ اپنے کمرے مین جا کے خاموش بیٹھ رہے۔ مان نے لاکھ پوچھا کہ جناب مولانا کے وہان کیا ہوا۔ کچھ نہ بتایا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چند کتابین بغل مین دبا کے باہر چلے گئے۔

مان نے پھر چلتے وقت بھی پوچھا کہ بیٹا جناب مولانا کے پاس گئے تھے وہان کیا ہوا۔ مگر کچھ جواب نہ دیا۔ خود غریب ننھی کی یہ حالت تھی کہ اِن سب باتون کو آنکھون ہی آنکھون مین دیکھتی اور کچھ نہ کہتی۔ اُس کے نازک دل پر سخت صدمہ تھا۔ ہر گھڑی ایک کوفت مین رہتی۔ کوئی ہمعمر سہیلی اور ساتھ والی بھی نہ تھی کہ اُس پر اپنے دل کی حالت ظاہر کرتی۔

دو تین گھنٹون کے بعد اپنے معمول کے مطابق لیڈی کنتاش پڑھانے کو آگئین۔ اور معمول کے مطابق اُسے تعلیم کے جداگانہ کمرے مین لے گئین۔ جب دیکھا کہ کوئی اور شخص قریب نہین ہے تو وہ تمام واقعات بیان کیے جو کپتان صاحب اور مولوی عزیز اللہ اور ولی اللہ مین گزرے تھے۔ پھر آپ ہی کہنے لگین "بیٹی تمھین اس بات کا صدمہ ضرور ہو گا۔ مگر اپنے دل کو تسلی دو۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمھارا دولھا ولی اللہ سے اچھا اور محبت والا ہو گا۔" مگر ننھی نے اِن باتون کے وقت سر نیچا کیا تو کسی طرح اُٹھاتی ہی نہ تھی۔ نہ میم صاحب سے چار آنکھین کرتی تھی اور نہ کوئی لفظ زبان سے نکالتی تھی۔

آخر میم صاحب نے عاجز آکر کہا "تمھین مجھ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہین میرے سامنے اپنے دل کا حال بیان کرو۔" مگر ننھی نے دل کڑا کر کے صرف اتنا کہا کہ "میرے دل کا کچھ حال نہین ہے۔ مین اِن باتون کو نہین جانتی۔" میم نے آخر تنگ آکے کہا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمھارے گھر مین آج کل کیا باتین ہوتی ہین۔" اس کے جواب مین بھی ننھی نے یہی کہا کہ "مین کچھ نہین جانتی" دراصل اُس کے دل کو اس جھگڑے پر جو خاص اُس کے لیے تھا بڑا صدمہ تھا۔ یہ نہین کہ اُسے ولی اللہ کے ساتھ شادی نہ ہونے کا صدمہ ہو۔ بلکہ یہ امر

ناگوار تھا کہ میرے لیے یہ آفت کیون مچی ہوئی ہے۔ مگر انہنے اس ملال کو بھی اُس نے میم صاحب پر نہین ظاہر کیا۔ اور وہ اپنی کوشش مین تھک کر واپس چلی گئین۔"

چھٹا باب

بیٹے کی دھن

عصر کے وقت مولوی عزیز اللہ دفتر سے واپس آئے۔ وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی۔ اور خاموش بیٹھ گئے۔ بیوی نے دو ایک بار کچھ پوچھا۔ مگر جواب نہ دیا۔ یہان تک کہ مغرب کا وقت آگیا۔ فریضۂ مغرب سے فارغ ہو چکنے تو بیوی سے پوچھا "ولی اللہ کہان ہے؟" جواب ملا "تمھارے جانے کے تھوڑی دیر بعد اپنی کتابین لے کر چلا گیا۔ لاکھ پوچھا کہ مولنا صاحب کے وہان کیا ہوا۔ کچھ نہ بولا۔ اُدھر تمھاری یہ حالت ہے کہ سیدھی طرح جواب نہین دیتے۔ بھلا پوچھون تمھارا کیا بگاڑا ہے جو خواہ مخواہ کو پھولے ہوئے ہو؟"

عزیز اللہ "نہ تم سے ناراض ہون نہ تمھارے صاحبزادے سے اپنی قسمت کو رو رہا ہون۔"

بیوی "(ٹنک کر) "لو اور سنو۔ جیسے مین ہی نے ولی کو بہکا دیا۔ آخر یہ تو معلوم ہو کہ فرنگی محل مین جا کے کیا کر آئے؟"

عزیز اللہ "وہان جا کے پتہ لگا کہ سب کیا دھرا مولوی صاحب ہی کا ہے۔ بدگمانیون اور سُنی سُنائی بے اصل باتون پر فتوے دیے جاتے ہین۔ اور اس کا خیال نہین کہ خدا کے یہان کیا جواب دین گے۔"

بیوی "تو کیا مولوی صاحب بھی نکاح کو ناجائز بتاتے ہین؟"

عزیز اللہ "جی ہان۔ اُن کے نزدیک انگریزی پڑھنے اور انگریزون کے ساتھ میل جول رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔"

بیوی "یہی مسئلہ ہے تو ہم تم بھی کافر ہون گے؟"

عزیز اللہ "جی ہان۔ یہی سوال مین نے اُن سے کیا تو صاف کہہ دیا کہ تم دین سے باہر ہو"

بیوی "تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ تم جا کے اور مولویون سے تو فتویٰ لو"

عزیز اللہ "اول تو صاحبزادے اپنے اُستاد کے سوا اور کسی کے فتوے کو کیون ماننے لگے اور صاف صاف یہ ہے کہ مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہین۔ فقہ کی کتابین مین نے بھی پڑھی ہین۔ بخوبی سمجھ سکتا ہون کہ کون بات جائز ہے۔ اور کون ناجائز۔ لیکن فکر اس بات کی ہے کہ اس شادی کے معاملے مین کیا کیا جائے۔ مولانا معین صاحب جو چاہین فتویٰ دین مگر مجھ کو ولی کی یہ سرکشی اور نافرمانی کسی طرح نہین گوارا ہو سکتی۔ مولوی صاحب کو اپنی شہہ پا کے واپس آتے وقت اُس نے ایسی بیہودہ گستاخیان کین کہ مجھے اُس کی صورت سے نفرت ہو گئی"

بیوی "خیر اللہ مالک ہے۔ وہ نہین کرتا تو میری ننھی کو اُس سے اچھا دولھا مل جائے گا"

عزیز اللہ "یہ نہین ہو سکتا۔ ولی کو میرے گھر مین اور میرے ساتھ رہنا ہے تو ہمارے کہنے پر چلے گا۔ اور یہ نہین تو اپنا راستہ لے۔ نہ وہ میرا کوئی ہے۔ اور نہ مین اُس کا کوئی"

بیوی "اتنی سختی نہین اچھی ہوتی۔ وہ تو لڑکا اور جوان جہان ہے۔ اپنی ضد سے نہ ہٹے تو تعجب نہین۔ مگر تم کو بُڑھاپے مین اُس کی سی ضد ہو۔ یہ البتہ بڑی حیرت کی بات ہے"

اتنے مین دروازے پر کسی نے آواز دی۔ اُٹھ کے باہر گئے تو دیکھا کہ کپتان مکنتاش صاحب کا اردلی کھڑا ہے۔ صورت دیکھتے ہی پوچھا "کیون خیریت ہے؟ کیا اِس وقت کوئی ضروری کام نکل آیا؟"

اردلی "شاید ایسا ہی ہو۔ صاحب نے آپ کو یہ خط دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ صبح سویرے آ کے مجھ سے مِلیے گا" "بہت اچھا" کہہ کے اردلی سے خط لیا اندر آئے۔ چراغ کے پاس بیٹھ کے خط کھولا۔ اور پڑھنے لگے۔ پڑھتے جاتے

تھے اور چہرہ زرد پڑتا جاتا تھا۔ آخر بیوی سے پکار کے کہا۔ لو اپنے صاحبزادے کی اور سعادتمندی سُن لو۔"

بیوی:" اے کیا ہوا جو تم مارے غصے کے کانپ رہے ہو؟"

عزیز اللہ:" پرسون کپتان صاحب نے ولی اللہ کو بلا کے سمجھایا اور قائل معقول کیا تھا۔ اُسی فہمائش کی بنیاد پر صاحب کو یہ خط بھیجا ہے۔"

بیوی:" تو اس مین کیا لکھا ہے؟"

عزیز اللہ:" سُنو لکھتے ہین:—

"حضور والا۔ جناب میرے خاندان کے آقا اور ہمارے ولی نعمت ہین۔ مجھے ندامت ہے کہ پرسون حضور نے مجھے لاکھ سمجھایا مگر میری سمجھ مین نہ آیا۔ اور جو حالات حضور نے ارشاد فرمائے اُن مین اس حقیر پُرتقصیر کو شکوک و شبہات رہے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ والد اس بارے مین مجھ پر جبر فرمائین گے تو بالکل بجا و درست تھا۔ چنانچہ آج جناب قبلہ گاہی نے مجھے ڈانٹنے ڈپٹنے اور سخت سُست کہنے مین کوئی بات نہین اُٹھا رکھی۔ اور آخر مجھے میرے اُستاد جناب مولانا مولوی محمد معین صاحب کی خدمت مین پکڑ لے گئے کہ اس بارے مین اُن سے فتویٰ لین۔ اُنھون نے وہی فرمایا جو مین کہتا تھا کہ یہ شادی شرعاً جائز نہین ہے۔ والد نے اُسی قسم کی بحث کی جیسی کہ جناب نے اُس روز مجھ سے کی تھی۔ مگر جناب مولانا اپنی رائے سے نہ ہٹے۔ اور یہی کہتے رہے کہ ایسے لوگ جو غیر مذہب والون سے ملین جُلین۔ ان کی سی تعلیم پائین۔ اور اُن کی باتون کو پسند کرین دین سے خارج ہین۔ تاہم حضور کے ارشاد سے میرے ذہن مین شُبہے پیدا ہو گئے ہین۔ جن کا دُور ہونا ضروری ہے۔ مگر خرابی یہ ہے کہ صرف آپکے فرمانے اور یقین دلانے سے میرے شکوک دُور نہین ہو سکتے۔ ادھر والد صاحب قبلہ کو کسی طرح گوارا نہین ہے کہ مین اُن کی نافرمانی کرون۔ اور اُن کی اطاعت سے باہر ہون۔ مولانا کے فرما دینے پر بھی اُن کو اصرار ہے کہ مین اسی لڑکی کے ساتھ شادی کرون۔ اور اس حکم سے باہر ہون تو وہ مجھے اپنے گھر مین رکھنا بھی نہین گوارا کرتے۔ چنانچہ فرنگی محل سے واپس آتے وقت جب اُنھون نے دیکھا کہ مین

اُن کی تعمیل ارشاد کرنے کے لیے تیار نہین ہون تو مجھے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اور قطعی طور پر یہ فیصلہ کر دیا کہ مین اُن کی مرضی کے مطابق شادی نہ کرون تو اُن کے گھر سے نکل جاؤن۔ چنانچہ اب مین بے خانمان ہون۔ اور میرا کہین ٹھکانا نہین۔ لیکن اس خانمان بربادی پر بھی اس کے لیے تیار نہین ہون کہ اُن کی اطاعت کرنے مین خدا کی نافرمانی کرون۔ مین مسلمان ہون مسلمان رہون گا۔ اور مسلمان مرون گا۔ بہرحال مین نے ارادہ کر لیا ہے کہ جلاوطنی اختیار کر کے اُن اُمور کی تحقیقات کرون جن کو آپ سے سُن چکا ہون۔ مجھے دیکھنا ہے کہ ممالک مقدسہ کے لوگ یہود و نصاریٰ سے کس طرح ملتے ہین۔ کس شان کے ساتھ اُن سے مواکلت و مناکحت کرتے ہین۔ اور وہان کے علما کا اِن مسائل مین کیا فتوےٰ ہے؟ لہذا جناب کو اپنے ارادے کی اطلاع دے کر اسی وقت لکھنؤ کو چھوڑے دیتا ہون۔ سیدھا ارض حجاز کو جاؤن گا۔ اور زندگی ہے تو حج خانہ کعبہ اور زیارت تربت خیرالانام سے شرفیاب ہون گا۔ ملک عرب کو لوگ دریا کے راستے سے جاتے ہین۔ میرے پاس اتنا سرمایہ نہین کہ جہاز پر سفر کرون اس لیے ارادہ کر لیا ہے کہ افغانستان و ایران ہوتا ہوا حجاج کے قافلون کا گرد کاروان بن کے جاؤن گا۔ اور محتاج فقیرون کی طرح سفر کرون گا۔

آپ جناب قبلہ گاہی صاحب سے اتنا فرما دین کہ میرا قصور معاف فرمائین تاکہ مین اُس عالم آخرت مین عقوق والدین کا مجرم قرار پانے سے بچ جاؤن۔ مین نے شادی کے بارے مین اگر اُن کے حکم سے سرتابی اور نافرمانی کی تو خدا عالم و دانا ہے کہ محض اُس کے حکم پر عمل کرنے کے لیے۔ اور اگر اُن کا یہ حکم نہ مانا تو اِس حکم پر فوراً عمل کرنے کو تیار ہو گیا کہ اُن کے سامنے سے دور ہون اور اپنا راستہ لون۔ میرا اصلی راستہ یہی ہے جس کی مدت سے تمنا تھی۔ اور اِس کو اُنھین کے حکم سے اور اُن کی مرضی کے مطابق اختیار کر لیا ہے۔ فقط

راجی رحمت اللہ محمد ولی اللہ عفا اللہ عنہ

مولوی عزیز اللہ اگرچہ دل کے نہایت سخت اور بڑی ہٹی طبیعت کے آدمی تھے مگر اس خط کو سناتے سناتے آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔

بیوی کا تو یہ حال ہوا کہ بے اختیار مُنہ اور سر پیٹنے لگین۔ اور پھر یکایک طیش مین آکر اور جس طرح کوئی بچون سے چھوٹی شیرنی اپنے دشمن پر جھپٹے میان پر جھپٹ پڑین۔ اور بولین "مین نہین جانتی اسی وقت جاکے تلاش کرو۔ اور جہان سے بنے میرے بچے کو ڈھونڈھ لاؤ۔ یہ کس دل سے تم نے اُس سے کہا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ۔ نکالا ہے تو اب تمھین جاکے لاؤ۔ ورنہ تمھاری اپنی جان ایک کر دون گی"

عزیز اللہ "واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی مین یہ نہین سمجھا تھا کہ سختی کرنے کا یہ انجام ہو گا۔ مین تو جاکے مولوی محمد معین صاحب کے سر ہو جاؤن گا۔ جنھون نے میرے لڑکے کو میرے ہاتھ سے کھویا ہے"

بیوی "(چلاّ کے) اُن سے پھر جاکے سمجھ لینا۔ اور زندگی بھر سمجھا کرنا۔ مگر اس وقت تو میرے بچے کا پتہ لگاؤ۔ اُن کے یہان بیٹھا تھوڑے ہی ہو گا۔ ہائے بھائیو ہاتھون میری کوکھ اُجڑ گئی۔ ارے مین کیا کرون؟ اور کس کے آگے جاکے ہاتھ جوڑون کہ اُس کا پتہ لگ جائے؟ تم اسی وقت کپتان صاحب کے پاس جاؤ۔ شاید اُنھین کچھ پتہ معلوم ہو۔ بعد ازان مولانا کے پاس جانا۔ اُن کے کہنے پر عمل کرتا ہے تو بے اُن سے پوچھے نہ گیا ہو گا۔ اور وہان بھی نہ ملے تو سیدھے شاہ منعم بخش صاحب کے پاس پرانے حیدر گنج مین چلے جانا۔ وہ خدا کے بڑے پہونچے ہوے ولی اور زبردست عامل ہین۔ ہاتھ جوڑ کے کہنا کہ دستک دے دین تاکہ شہر سے باہر نہ جانے پائے۔ اور اُن سے مٹی پڑھوا کے شہر کے سب ناکون پر خود جاکے ڈال آنا کہ جدھر سے گزرے اُس کی برکت سے اُلٹے پاؤن واپس آئے"

مولوی عزیز اللہ دل مین نہایت ہی پریشان تھے۔ بیٹے پر جیسا سخت غصہ تھا اب ویسی ہی حسرت و یاس مین بدل گیا۔ اور ایک ٹھنڈی سانس لے کے بیوی سے کہا "ہماری قسمت ہی خراب تھی۔ اور نہین معلوم خدا ہم سے کن گناہون کا انتقام لے رہا ہے۔ بس زیادہ بے صبر نہ ہو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اس رونے دھونے سے ولی اللہ مل نہ جائے گا"

بیوی "اے بھائیو ہاتھون اِس کے سوا اور کیا نصیب ہو گا؟ اب

جاؤگے یا گھر مین یونہین بیٹھے باتین بنایا کروگے؟"
عزیز اللہ "جاتا ہون۔ مگر میری کمر ٹوٹ گئی۔ ابھی مجھ مین تو کہین آنے جانے کی طاقت نہین ہے"
بیوی "اے ہے۔ تو کیا مجھے ہر طرح تباہ کروگے۔ پہلے تو جوان لڑکے کو اپنی مشیخت مآبی سے خود لڑ بھڑ کے باہر کیا۔ اور اب اُس کی تلاش مین بھی نہ جاؤگے؟ مین تو پہلے ہی کہتی تھی کہ اتنی سختی نہ کرو۔ جیسا کیا ہے ویسا ہی جھڑ کے بھگتو"
عزیز اللہ "بھگتنا تو ہئی ہے" یہ کہا اور گھر سے نکل کے چلے گئے۔

ساتوان باب

یوسف گُم گشتہ

رات کا وقت تھا۔ اور اندھیری رات کا ابتدائی حصہ عالم پر تاریکی کا سیاہ بُرقع پڑا ہوا تھا۔ چاند کا کہین پتہ نہ تھا۔ اور گلخن فلک مین تارے انگارون کی طرح دہک رہے تھے۔ تاکہ غم فرزند کے حسرت زدہ عزیز اللہ اُن انگارون پر لوٹین اور ولی اللہ کی مان کا کلیجہ اُن کی لپک مین جلے۔ شہر کے گلی کوچون مین آدمیون کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ اُن دنون لکھنؤ کی آبادی آٹھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ اور تنگ راستون مین صبح و شام ایسی بھیڑین ہوتین کہ ہوا کو بھی گزرنے کا راستہ مشکل سے ملتا۔

اُس بھیڑ مین مولوی عزیز اللہ لوگون سے ٹکراتے اور گرتے پڑتے رزیڈنسی کی طرف چلے جاتے تھے۔ نہ ہوش تھا کہ کس مقام پر ہین۔ اور نہ خبر تھی کہ کدھر جا رہے ہین۔ کئی جگہ گر پڑے۔ گھٹنے اور کہنیان چھل گئین۔ کنپٹی سے خون جاری ہو گیا۔ یہ بہت ہی مختصر راستہ طے کر کے رزیڈنسی مین پہونچے۔ کپتان صاحب اپنی کوٹھی کے ایک کمرے مین انٹا کھیل رہے تھے۔ صورت دیکھتے ہی کمرے سے باہر نکل آئے۔ اور کہنے لگے "ول مولوی صاحب آپ کے بیٹے کا خط پڑھ کے ہمین بڑا افسوس ہوا۔ ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ

اِن باتون کو خود لڑکون کی مرضی پر چھوڑنا چاہیے۔ مگر آپ کی سمجھ مین نہ آتا تھا۔ اب آپ نے اپنی زبردستی کا انجام دیکھا؟"

عزیز اللہ "جی ہان دیکھا اور سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون؟ گھر مین یہ حالت ہے کہ جیسے میرے خون کی پیاسی ہو گیئن۔ کہتی ہین کہ جہان سے بنے ولی اللہ کو ڈھونڈھ لاؤ۔ حضور کو اگر پتہ معلوم ہو تو بتا دین"

صاحب "ہم نہین جانتے۔ ایک لڑکا اُس خط کو لاکے میرے اردلی کو دے گیا مین پڑھ کے فوراً باہر آیا کہ اُس سے ولی اللہ کو اپنے پاس بلوا بھیجون۔ مگر وہ غائب تھا۔ اردلی کو بھیجا کہ اُسے ڈھونڈھے وہ بھی ناکام واپس آیا"

عزیز اللہ۔ (رونے کی آواز مین) "تو مین پھر کہان جاؤن! اور کس سے پوچھون؟"

صاحب "آپ بہت گھبرائے ہوئے ہین۔ دل کو مضبوط رکھیے۔ مین اسی وقت سوارون کو شہر کے چارون طرف دوڑاتا ہون کہ ولی اللہ جہان ملے سمجھا بجھا کے میرے پاس لے آئین۔ اور وزیر سلطنت نواب معتمد الدولہ بہادر کو بھی لکھتا ہون کہ جس طرح بنے اُس کو تلاش کرا کے میرے پاس حاضر کر دین۔ گھبرایئے نہین خدا نے چاہا تو کل تک مل جائے گا"

عزیز اللہ "حضور کو خط بھیجتے ہی لکھنؤ سے چلا نہ گیا ہو"

صاحب "اتنی جلدی کیسے جا سکتا ہے؟ اور پھر ایسا شخص جس کے پاس نہ خرچ کرنے کے لیے روپیہ ہے نہ کوئی سامان سفر"

عزیز اللہ "اُس کی اس بے زری و بے سامانی ہی سے تو مجھے اُس کے چلے جانے کا زیادہ اندیشہ ہے"

صاحب "ایسا نہین ہو سکتا۔ آپ پہلے گھر مین جا کے اپنی بیوی کو تسلی دین۔ پھر اُس کے بعد فرنگی محل مین ملا محمد معین صاحب کے پاس چلے جایئن اُن کا شاگرد اور معتقد ہے۔ بغیر اُن سے پوچھے نہ گیا ہو گا"

عزیز اللہ "جاتا ہون۔ لیکن وہان بھی پتہ نہ لگا تو کیا کرون گا؟"

صاحب "زیادہ بدحواس نہ ہو جیے۔ وہان بھی پتہ نہ لگے تو خاموشی کے

ساتھ گھر مین چلے آئیے گا۔ اور اطمینان سے کھانا کھا کے سو رہیے گا۔ کل خدا نے چاہا تو ضرور پتہ لگ جائے گا جستجو کا جو انتظام مین کر رہا ہون اُس مین ناکامی نہین ہوسکتی اور یقین جانیے کہ ولی اللہ ابھی شہر ہی مین ہو گا۔ اور ضرور مل جائے گا"۔

شکستہ دل مولوی صاحب نے کپتان صاحب سے رخصت ہوتے ہی فرنگی محل کی راہ لی۔ اگرچہ صاحب نے بہت تسلی و دلدہی کر دی تھی۔ مگر اُن کی بدحواسی کی کوئی حد نہ تھی۔ مجنونون کی سی حرکتین کرتے۔ راستے مین جو شناسا مل جاتا اُس سے لوک کے پوچھتے "آپ نے کہین ولی اللہ کو تو نہین دیکھا؟" کہین دور سے بھی کسی طالبعلم کی صورت نظر آجاتی تو بے اختیار اُس کی طرف لپکتے۔ راہگیرون کو ڈھکیلتے اور بھیڑ مین گھستے جا پہونچتے۔ اور بغیر اس کے کہ صاحب سلامت کرین بلا تامل سوال کر دیتے "آپ تو غالبًا ولی اللہ کو جانتے ہون گے۔ بتائیے کہان ہے"۔ مگر جواب ہر ایک سے نفی ہی مین ملتا۔

بعد خرابی بصرہ فرنگی محل مین پہونچے۔ جناب مولانا محمد معین صاحب اپنی کوٹھے پر تنہا بیٹھے تصنیف و تالیف مین مصروف تھے۔ مولوی عزیز اللہ کی آواز سن کے بلا لیا۔ اور پوچھا "کیون؟ خیریت ہے؟"

عزیز اللہ۔ "جناب کو معلوم ہو تو بتا دیجیے کہ ولی اللہ کہان ہے؟"

مولانا۔ "کیا گھر نہین گیا؟ اُس وقت آپ کے ساتھ ہی گیا تھا۔ جب سے مین نے نہین دیکھا۔ مگر دیکھیے مین طلبہ سے دریافت کراتا ہون۔ شاید اُن کے پاس ہو"۔ یہ کہہ کے اپنے خادم خاص مدار بخش کو آواز دی۔ اور جیسے ہی آیا۔ فرمایا "مسجد مین جو طلبہ ہین اُن مین جا کے دیکھو ولی اللہ تو نہین ہے۔ ہو تو بلا لاؤ۔ اور نہ ہو تو جو طلبہ موجود ہون اُن سے پوچھنا کہ وہ کہان ہے؟"

مدار بخش مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ اور مولوی عزیز اللہ نے کہنا شروع کیا کہ "جناب مولانا مین عجیب مصیبت مین پڑ گیا ہون۔ اپنی ہی باپ کی بھتیجی کو بچپن سے پالا۔ لکھایا پڑھایا ہر کام مین سلیقہ مند بنایا اور صرف اس اُمید پر کہ اُس سے اپنی بہو بناؤن گا۔ اب ولی اللہ نے شریفون کی وضع کی خلاف نکاح سے انکار کیا۔ اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے انگریزی پڑھنے اور انگریزون سے ملنے کے باعث اُسے گمان ہے کہ وہ عقائد اسلام کے خلاف ہو گی۔ مین نے

ہزار سمجھایا ایک نہ سُنی - آخر آج صبح کو مین اُسے حضرت کی خدمت مین لے آیا۔ یہان پتہ لگا کہ اُس کی بدگمانیان سُن کر حضور بھی شادی کے خلاف ہین اور اُس کی تائید فرماتے ہین - مگر مین جناب سے حلف اُٹھا کے اور خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ فقط اُسکی بدگمانی ہی بدگمانی ہے - لڑکی اس قدر نیکبخت۔ نمازی۔ شرع کی پابند۔ اور دیندار ہے کہ ایسی عورتین بہت کم نظر آتی ہین - اُسی سے سُن کر حضرت بدگمان ہو گئے ہون گے۔ ورنہ ہرگز ایسا فتوی نہ دیتے۔ میرا خیال ہے کہ جناب کو لڑکی کی اصلی حالت نہین معلوم ہے یہان سمجھانے کی وقت مین نے پھر اُسے سمجھایا۔ اور سختی سے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو ضرور شادی کرے گا۔ مگر اُس نے نہ سُنا۔ اور مین نے غصے مین سخت سُست باتین کہین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مین تو اُسے گھر مین چھوڑ کے اپنے دفتر مین چلا گیا۔ اور وہ میرے جانے کے بعد گھر سے کتابین لے کے گیا تو اِس وقت تک پتہ نہین ہے "

مولانا "تو کوئی گھبرانے کی بات نہین ہے۔ کہین دوستون مین دیر ہو گئی ہو گی اور کیا عجب کہ آپ کے آنے کے بعد گھر مین پہونچ گیا ہو "

مولوی صاحب " (ٹھنڈی سانس لے کر) "جی اس کی بالکل امید نہین ابھی شام کو میرے آقا کپتان کنتابش صاحب کو اُس کا یہ خط ملا ہے جس کے پڑھنے سے حضرت پر سب حال کھل جائے گا " یہ کہتے ہی مولوی صاحب نے وہ خط جیب سے نکال کے مولانا کے سامنے ڈال دیا۔ مولانا نے اُس کو لفافے سے نکال کے پڑھا۔ اور سخت حیرت کے ساتھ بولے " زبردستی شادی کرنے کے معاملے مین تو آپ کا پورا بیان سُن لینے کے بعد بھی مین خلاف ہون۔ مگر باللہ العظیم مجھے اُس کے اِس ارادے کی خبر نہین ہے۔ اور نہ کبھی اُس نے مجھ سے اِس کا مطلق تذکرہ کیا "

اتنے مین مدار بخش نے آ کے کہا " ولی اللہ مسجد مین نہین ہین۔ تین چار طالبعلم ہین اُن سے معلوم ہوا کہ دوپہر کے بعد تک یہان تھے۔ اُس کے بعد چلے گئے "

مولانا " تو اُن طلبہ کو میرے پاس بلا لاؤ "

مدار بخش ذرا ناگواری کے ساتھ واپس گیا۔ اور مولانا نے پھر

اپنا سلسلۂ کلام شروع کیا۔ اور کہا "مجھے اُس کی اس ناعاقبت اندیشی کی حرکت کا بڑا افسوس ہے۔ مجھ سے ذرا بھی تذکرہ کرتا تو مین ضرور منع کرتا۔ میرے نزدیک بغیر والدین کی اجازت کے اُس کی یہ حرکت جائز بھی نہین ہے"۔

مولوی صاحب: "جائز ناجائز درکنار۔ یہ فرمایئے کہ اب مین کیا کرون؟ اکیلا ایک ہی لڑکا ہے۔ میری تو یہ خط پڑھتے ہی کمر ٹوٹ گئی۔ آنکھون کی روشنی مین فرق معلوم ہوتا ہے۔ جیسا لکھتا ہے ویسا ہی کر بیٹھا تو کیا ہوگا؟ اور مین کیا کرون گا؟ گھر مین اُس کی ماں کی یہ حالت کہ سڑن ہو گئی ہین۔ کچھ کہو سمجھتین ہی نہین۔ اور رٹا لگا رکھی ہے کہ جس طرح بنے جا کے ڈھونڈھ لاؤ"۔

مولانا: "اُنھین جا کے تسلی دیجیے۔ اور خود بھی زیادہ نہ گھبرایئے۔ اتنی جلدی ولی اللہ جا نہین سکتا۔ اور مین نے طلبہ کو بلایا ہے۔ اُن کو تاکید کر دون گا کہ جہان سے ڈھونڈھ کے لے آئین"۔

اتنی دیر مین طلبہ آ گئے۔ اور مولانا کے پوچھنے پر بتایا کہ "ولی اللہ دوپہر کے بعد تک یہین تھے۔ مگر ہم سے الگ بیٹھے ہوے کچھ لکھتے رہے۔ جس وقت یہان سے گئے ہین بہت ہی پریشان اور متردد معلوم ہوتے تھے۔ ہم نے بہت پوچھا مگر اپنی پریشانی کا کوئی سبب نہین بتایا"۔

مولانا: "تو اُن کو تلاش کرو۔ جہان جہان اُن کی آمد و رفت ہو جا کے دریافت کرو۔ اور جہان ملین میرے پاس لے آؤ"۔

آٹھوان باب

مولوی شاہ منعم بخش صاحب

اب مولوی عزیز اللہ نے فرنگی محل سے اُٹھ کر بیوی کی ہدایت کے مطابق پُرانے حیدر گنج کی راہ لی۔ اور اُس ڈاکٹری ہسپتال کے پاس پہونچے جو بفرمان شاہی تعمیر ہونا شروع ہوا تھا۔ وہان سے پتہ پوچھتے ہوئے دوہرے میناروں والی مسجد مین پہونچے۔ اور شاہ منعم بخش صاحب کو دریافت کیا۔

ایک خادم نے جو مؤذن کی خدمت انجام دیتے تھے چپکے سے کہا "آہستہ آہستہ کہیے شاہ صاحب اپنے حجرے مین وظیفہ پڑھ رہے ہین۔ پھر رات گئے جب عشا کی نماز کو برآمد ہون گے ملاقات ہوگی" مولوی عزیز اللہ نے بہت ہی آہستہ سے پوچھا "تو چاہے کیسی ہی شدید ضرورت ہو اس وقت ملاقات نہین ہو سکتی؟" جواب ملا "نہین۔ شاہ صاحب بغیر وظیفہ ختم کیے نہین اُٹھ سکتے" مجبوراً مسجد کے ایک کنارے والے در مین بیٹھ گئے۔ اور خیال بیٹے کی جستجو مین سارے شہر کی گلیون کی خاک چھاننے لگا۔

بڑی دیر کے بعد مؤذن نے اذان دی۔ اُس کے ایک گھڑی بعد حجرے کا دروازہ کھلا۔ اور ایک مقدس بزرگ برآمد ہوئے۔ گورے چہرے پر چھوٹی سیدھی سفید ڈاڑھی خوب زیب دے رہی تھی۔ مُنڈے سر پہ سفید گول چنٹ دار ٹوپی تھی۔ اُجلے بُراق گاڑھے کا کُرتا پائجامہ پہنے تھے۔ اور ایک دھاریدار لُنگی گلے مین لپیٹی تھی۔ آتے ہی بدھنی لے کے استنجے کو گئے۔ واپس آکر وضو کیا۔ اپنی لُنگی مین مُنہ پونچھے اور السلام علیکم کہتے ہوئے مسجد مین داخل ہوئے۔ اور سُنتون کی نیت باندھ کے مصروف عبادت ہو گئے۔ گھڑی بھر مین بہت سے نمازی جمع ہو گئے۔ اور شاہ صاحب جو سنتین ختم کرنے کے بعد کچھ دیر تک خاموش بیٹھے دعائین پڑھتے رہے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور محراب مسجد مین کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

بعد نماز جب لوگ سنتین نوافل اور وتر پڑھ چکے تو اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوئے۔ یہان تک کہ صرف شاہ منعم بخش اور مولوی عزیز اللہ باقی تھے۔ مؤذن بھی کسی ضرورت سے اپنے حجرے مین چلا گیا۔ میدان خالی دیکھ کر مولوی صاحب شاہ صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ شاہ صاحب نے جو کوئی دعا پڑھ رہے تھے اُس کو ختم کرکے پوچھا "کیا آپ اس خاکسار کے پاس تشریف لائے ہین؟ مگر یہ ملنے کا وقت نہین ہے۔ مین صبح کو نماز چاشت کے بعد اور سہ پہر کو مابین عصر و مغرب ملا کرتا ہون"

مولوی صاحب "مگر خلقت کی ضرورتین وقت کی پابند نہین ہین"

شاہ صاحب "مین تو خدا کا ایک ذلیل بندہ ہون۔ خلق اللہ کی ضرورتین بھلا مجھ سے کیا پوری ہون گی؟ حقیقی حاجت روا اللہ جل شانہ ہے۔ اور اگر ذلیل دنیوی مقاصد ہون تو حکام وقت اور دولتمند دن سے کام نکل سکتا ہے۔ فقیر کے پاس کیا رکھا ہے جو آپ نے زحمت فرمائی؟"

مولوی صاحب "آپ کے پاس سب کچھ ہے۔ طالب چاہیے"

شاہ صاحب "سچا طالب ہو تو اُسے کہین جانے کی ضرورت ہی نہین ہر چیز خود ہی مل جاتی ہے۔ مَنْ طَلَبَ وَجَدَ۔ مگر سچا طالب ہی تو نہین ملتا۔ اگر سچ پوچھیے تو سچا طالب دنیا سے مفقود ہے۔ مجھ ہی مین سچی طلب ہوتی تو خدا مل جاتا۔ افسوس صد افسوس جس چیز کی طلب مین تیس سال سے سرگردان ہون آج تک نہ نصیب ہوئی (ڈنگی سے پُر نم آنکھین پونچھ کے) خیر اپنا مطلب فرمائیے۔ فقیر سے جو کچھ ہو سکے گا اُسکے لیے حاضر ہے"

مولوی صاحب "بندہ زادہ ایک امر پر بگڑ کے چلا گیا۔ اور آج اُس کا ایک خط میرے آقا کپتان کمنتاش کے پاس آیا جس کو پڑھ کر حواس جاتے رہے۔ اور گھر مین کہرام مچا ہوا ہے۔ حضرت اُس کا وہ خط ملاحظہ فرمالین سب حال روشن ہو جائے گا" یہ کہتے ہی خط نکال کے آگے رکھ دیا۔ اور دوڑ کے چراغ اُٹھا لائے۔ شاہ صاحب نے پورا خط پڑھ لیا تو زمین پر رکھ کے فرمایا "آپ کو اور آپ کی بیوی کو صدمہ ضرور ہونا چاہیے۔ مگر میرے نزدیک اس مین خدا کی بڑی بڑی مصلحتین مخفی ہین۔ آپ کو اپنے اعمال کی سزا ملی کہ نصاریٰ سے اتنا ربط و ضبط بڑھایا کہ لڑکی کو اُن کی کتابین پڑھائین شاید آیندہ کے لیے تنبہ ہو۔ ولی اللہ نے جو والدین کے دلون کو صدمہ پہونچایا اُس کے پاداش مین سفر کی صعوبتین برداشت کرنے پر آمادہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ اس مین اُس کا اصلی مقصد خدا کی فرمان برداری تھی اس لیے ان صعوبتون کے آخر مین شرف حج مبرور اور دولت زیارت تربت رسول رب غفور سے بہرہ مند ہو گا۔ جل شانہ! کیا تیری شان ہے! اور تیرے ہر کام مین کتنی اور کیسی کیسی مصلحتین چھپی ہوئی ہین!۔

مولوی صاحب "بجا ارشاد ہوا۔ خدا کی مصلحتون مین کیا شک ہے؟ مگر ہمین جو سزا ملی ہے ناقابل برداشت ہے"
شاہ صاحب "کیا عذاب دوزخ سے زیادہ ناقابل برداشت ہے؟"
مولوی صاحب "دنیوی سزا کو عقاب آخرت سے کیا نسبت؟ مگر حضرت جس طرح خدا کے سامنے ہم اُس عذاب سے پناہ مانگتے ہین اسی طرح اس سزا سے بچنے کے لیے بھی التجا کرتے ہین۔ جیسا کہ حضرت رسالت (روحی فداہ) کا معمول تھا"
شاہ صاحب "بے شک دونون عذابون سے پناہ مانگیے"
مولوی صاحب "اسی لیے مین خدمت مین حاضر ہوا ہون۔ اور آپ کی ذات بابرکات کو اس کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا چاہتا ہون"
شاہ صاحب "خدا کرتا مین ویسا ہی ہوتا جیسا کہ آپ خیال کرتے ہین۔ مگر مین اپنے نفس کو اس درجہ ہوا و ہوس کا بند دیکھتا ہون کہ اپنے مین اس کی صلاحیت نہین پاتا"
یہ جواب پاتے ہی مولوی عزیز اللہ زار و قطار روتے ہوئے شاہ صاحب کے قدمون پر گر پڑے۔ اور چلا کے کہا "خدا کے لیے میری دستگیری کیجیے۔ یا اس دل کو ایسا بے حس بنا دیجیے کہ ان مصیبتون سے تکلیف نہ پہونچے اور یا دعا فرمائیے کہ میری حاجت روائی ہو۔ اور میرا یوسف گم گشتہ پھر گھر مین آ جائے"
شاہ صاحب "(تسلی دے کر) اُٹھ کے بیٹھیے۔ اور خدا سے رجوع فرمائیے۔ مین بھی دعا کرتا ہون۔ اور جو کچھ تدبیرین معلوم ہین کرتا ہون۔ مُراد کا بر آنا خدا کے اختیار مین ہے۔ مگر یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ اس مین کوشش کرنا بھی معصیت مین داخل ہے"
مولوی صاحب "(حیرت زدگی سے) معصیت!"
شاہ صاحب "ایک شخص جو حج اور زیارت مقامات مقدسہ کو ہمارے ہاتھ سے روکا جائے! یہ گناہ نہین ہے؟"
مولوی صاحب "بے شک گناہ ہے۔ مگر میری نیت یہ نہین ہے

کہ اُسے کارِ خیر سے روکون۔ بلکہ یہ چاہتا ہون کہ اپنا گھر آباد کرکے ہم سب کو تسلی دے۔ کہ ہم سے ہنسی خوشی رخصت ہو کے۔ اور ضروری سامان سفر فراہم کرکے جائے۔ یہ تو شاید جائز نہ ہو گا کہ انسان بھیک مانگتا ہوا بے سوچے سمجھے اُٹھ کھڑا ہو۔ اور وہ تو ایسی راہ سے جاتا ہے جدھر ڈاکو، ٹھگ اور دنیا بھر کی آفتون سے بچ کے صحیح وسالم پہونچنا بہت دشوار ہے۔"

شاہ صاحب:- "اچھا مین دستک دیے دیتا ہون۔ اگر لکھنؤ کے باہر نہین گیا تو انشاء اللہ آ جائے گا۔"

مولوی صاحب:- "اور جو چلا گیا ہو تو؟"

شاہ صاحب:- "اُسکے لیے ایک چوکی دیتا ہون اُس کو لے جا کر اپنے دروازے پر لگا دیجیے۔"

مولوی صاحب:- "اور مین نے سُنا ہے کہ حضرت کی پڑھی ہوئی مٹی مین خدا نے بڑا اثر دیا ہے۔"

شاہ صاحب:- "اُس کو بھی لیتے جائیے۔ شہر سے باہر جانے کے جتنے راستے ہین سب مین تھوڑی تھوڑی ڈلوا دیجیے۔ اگر اُس پر پاؤن پڑ گیا تو پھر کہین نہین جا سکتا۔ سیدھا گھر مین واپس آئے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اِس پر اُس کا پاؤن پڑ جائے۔"

مولوی صاحب:- "بہتر۔ مگر کوئی ایسا تعویذ بھی مرحمت ہو کہ ولی اللہ میری بھتیجی طاہرہ بنت صفی اللہ کے عشق مین بیتاب ہو کے سیدھا گھر مین آئے۔ اور آتے ہی بے عذر نکاح کرے۔"

شاہ صاحب:- (ذرا جھنجھلا کے) "پہلے اُسے گھر مین تو آ لینے دیجیے۔ اور جب آ جائے تو میرے پاس لائیے۔ اُس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ آپ تو ساری ہوس آج ہی نکالے ڈالتے ہین۔ اور سچ یہ ہے کہ مین حُب کا عمل بہت ہی کم کرتا ہون اس مین لوگ بے احتیاطیان کرتے ہین۔ اور تعویذ دینے والے کے ذمے مواخذہ رہ جاتا ہے۔"

مولوی صاحب:- "تو حضرت مین تو بالکل جائز معاملے مین آپ سے مدد چاہتا ہون

اس مین تو سراسر مصلحت ہے"۔

شاہ صاحب "کون کہہ سکتا ہے کہ اس مین مصلحت ہے یا نہین؟ ہر تقدیر اس مین ابھی جلدی نہ کیجیے۔ لڑکے کے گھر آجانے کے بعد دیکھا جائے گا"

یہ کہہ کے شاہ صاحب نے پہلے کچھ پڑھ کے تین بار تالیان بجائین پھر اُٹھ کر حجرے مین گئے۔ اور ایک لمحہ بھر مین ایک نقش لاکے دیا کہ دروازے کے پٹ پر چپکا دیا جائے۔ اور ایک پڑیا مین کوئی تولہ بھر مٹی دے کر فرمایا۔ اِس کو گھر لے جا کے بہت سی مٹی مین ملا لیجیے گا۔ اچھی پاک و صاف چھوئی مٹی بار یک پسوا کے ایک کوری ہانڈی مین رکھیے، اور اُس مین اِس مٹی کو ڈال دیجیے۔ پھر اس مٹی کو ناکون اور باہر جانے والی رہگذر دن مین آج ہی صبح سے پہلے ڈلوا دیجیے"

یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مولوی صاحب نے شاہ صاحب کے ہاتھ کو لے کے چوما اور آنکھون سے لگایا۔ اور رخصت ہوتے وقت پھر عرض کیا کہ "دعا ضرور فرمائیے گا۔ بجز آپ کی دعا کے میرا کوئی سہارا نہین ہے"!

شاہ صاحب "مین ضرور دعا کرون گا۔ آپ مطمئن رہین"!

آدھی رات کو تھوڑی ہی دیر باقی تھی کہ مولوی عزیز اللہ شاہ منعم بخش صاحب کو سلام کر کے اپنے گھر کی طرف چلے۔ راستے مین اگرچہ بالکل سناٹا ہو گیا تھا۔ مگر نخاس سے اُن کے گھر تک اب تک بہت سی دُکانین کھلی ہوئی تھین! اور جابجا لوگون کا ہجوم تھا۔ خدا سے لو لگائے اور دعائین پڑھتے گھر مین آئے۔ دروازے کے باہر ہی تھے کہ بیوی کی صدائے آہ و بکا سُنی۔ دل بھر آیا اور دروازہ کھلوا کے روتے ہوئے اندر گھر مین قدم رکھا۔ صورت دیکھتے بیوی نے فریادیون کی طرح پوچھا، "بتاؤ، کہین میرے بچے کا پتہ لگا؟"۔ مگر دل اندر سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ بیوی بگڑ کے چلائین "اب مجھ سے یہ تمھاری چُپ نہ برداشت ہو گی۔ اس دہاڑے کو ہو نخ گئے مگر حالت نہ بدلی تھین نے میرے بچے کو کھویا ہے۔ تمھاری ہی حرکتون سے یہ ہوا۔ اپنے بچے کو مین تم سے یہان دنیا مین لون گی۔ اور نہ ملا تو حشر کے دن تمھاری دامنگیر ہون گی"!

اب مولوی عزیز اللہ نے دل کو ذرا قابو مین کر لیا تھا۔ آہستہ سے بولے "اس گھڑی تک کہین پتہ نہین۔ پہلے صاحب کے پاس گیا۔ وہان پتہ نہ لگا تو فرنگی محل چلا گیا۔ نہ اُنھین خبر ہے نہ اُن کے طالب علمون کو۔ سب طرف سے مایوس ہوا تو مولوی شاہ منعم بخش صاحب کی خدمت مین گیا۔ اُنھون نے بڑی بحث اور تکرار کے بعد دستک دی۔ ایک نقش دیا کہ دروازے پر لگا دیا جائے۔ اور تھوڑی سی مٹی دی ہے کہ اور مٹی مین ملا کے تمام باہر جانے والی راہون مین ڈال دی جائے۔" یہ کہتے ہی نقش اور پڑیا جیب سے نکال کے بیوی کے آگے رکھ دی۔ بیوی نے فوراً ذرا سی لیئی بنا کے نقش کو دروازے پر لگا دیا۔ چھوٹی مٹی لا کے سِل پر پیسنے لگین۔ پیستے پیستے میان سے کہا "اور تم نے اُس کی تلاش کا کیا انتظام کیا ہے؟" اس کے جواب مین مولوی صاحب نے بتایا کہ رزیڈنسی کے سوار اور محکمۂ وزارت کے ہرکارے چارون طرف جستجو کر رہے ہین۔ مولوی صاحب نے طلبہ سے کہہ دیا ہے کہ ڈھونڈھین اور جہان ملے فوراً لے آئین"

بیوی "یا اللہ! صدقہ تیرے رسول اور تمام ولیون کا میرا ولی اللہ مل جائے۔ پاک پروردگار میرا بچہ آگیا تو شاہ مینا کے مزار پر چادر چڑھاؤن گی۔ شاہ عبدالحق کا توشہ کرون گی۔ اور سو فقیرون کو کھلاؤن گی۔

نوان باب

ننھی کے نئے مربی

ایک ہفتہ گزر گیا اور ولی اللہ کا کہین پتہ نہین۔ رزیڈنسی کے سوارون اور محکمۂ وزارت کے ہرکارون نے شہر کا کونہ کونہ ڈھونڈھ ڈالا۔ فرنگی محل کے طلبہ نے تلاش کرنے کو کوئی جگہ نہ چھوڑی۔ نہ شاہ منعم بخش کی دستک اور مٹی نے اثر کیا اور نہ اُن کا نقش کام آیا۔ سب لوگون کو یقین ہو گیا کہ ولی اللہ نے کپتان صاحب کو جو لکھا تھا اُسی پر عمل کیا۔ اور خط بھیجتے ہی لکھنؤ سے روانہ ہو گئے۔ مان باپ کی حسرت و یاس حد درجے کو پہونچ گئی۔ مان گھر مین ہر وقت بیٹھی رو یا کرتین اور

باپ بار ہا شاہ منعم بخش کے پاس گئے۔ ہاتھ جوڑ جوڑ کے اُن سے دعا کرنے کو کہا۔ اور جس فقیر یا عامل کا نام سنا اُس کے پاس دوڑے گئے۔ اور اب ہر ایک کے آگے یہ تمنا پیش کرتے کہ اگر ولی اللہ نہین آتا تو دعا کیجیے کہ میرے اور اُس کی مان کے دل کو تسلی ہو جائے۔ لیکن نہ یوسف گم گشتہ کا سراغ لگتا تھا اور نہ دلون کو تسلی ہوتی تھی نھی خاموش اور سخت دلی تکلیف کے ساتھ اس قیامت کو دیکھتی اور اُف نہ کرتی۔ اکثر اوقات وہ اپنی چچی کے پاس بیٹھ کر جو اُس کے حق مین مان سے بھی زیادہ تھین اُنھین تسلی دینا چاہتی مگر الفاظ نہ ملتے جن سے کام لے۔ اِسی حال مین ولی اللہ کی مان کو بخار چڑھ آیا۔ جس کی حدت و شدت بڑھتی ہی جاتی اور کسی طرح اُترنے کا نام نہ لیتا۔ اب مولوی عزیز اللہ کو دوسری مصیبت کا سامنا ہوا۔ بیٹے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے کے عوض بیوی کے لیے طبیبون اور درویشون کے پاس جانے لگے۔ آخر طبیبون کی تشخیص نے اس بخار کو تپ محرقہ تجویز کیا۔"

مولوی عزیز اللہ اگرچہ اس دوا دوش مین نوکری کی طرف سے بالکل غافل تھے۔ اور تین تین چار چار دن تک ریزیڈنسی جانا ناغہ ہو جاتا۔ مگر اُن کی نیک نفسی ایمانداری اور محنت و جفاکشی کا انگریزی حکام پہ اِس قدر اثر تھا کہ کسی نے اُس کا بہت ہی کم خیال کیا۔ انھین معذور سمجھتے رہے۔ کپتان صاحب اُن کو فرصت کے اوقات مین بلا بلا کے سمجھاتے اور تسلی دیتے۔ اُن کی میم صاحب جو روز نھی کے پڑھانے کو آیا کرتی تھین گھنٹون بیٹھ بیٹھ کے ولی اللہ کی مان کی دل جوئی کرتین۔ اور بار بار اصرار سے کہتین کہ کہو تو ریزیڈنسی کے ڈاکٹر کو بلا لاؤن۔ اُن کے علاج سے بخار اُتر جائے گا۔ مگر اس کو نہ میان نے منظور کیا اور نہ بیوی نے۔

ایک دن شام کو مولوی عزیز اللہ کپتان صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ اگرچہ دفتری کارروائیون پہ گفتگو ہو رہی تھی مگر بار بار ٹھنڈی سانسین لیتے۔ اور بات بات پر رو دیتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر صاحب نے کہا "مولوی صاحب۔ آپ کو بہت رنج ہے۔ اور یہ صدمہ کسی طرح بھولتا ہی

نہین۔ میری راے مین آپ اپنے اوپر جبر کرکے دفتر کے معاملات اور پولیٹیکل کاروائیون مین دل لگائین۔ اگر اور چند روز یہی حالت رہی تو آپ کی صحت مین فرق آجائیگا۔"
عزیز اللہ "مین خود دیکھ رہا ہون کہ میرے بیکار ہو جانے کی وجہ سے حضور کا حرج ہو رہا ہے۔"
صاحب "میرا یہ مطلب نہ تھا۔ کام تو کسی نہ کسی طرح چلے جاتا ہے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر آپ کی ہے۔"
عزیز اللہ "میری فکر کرنا بیکار ہے۔ بیوی اس صدمے سے ایسی بیمار ہین کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہین گی۔ وہ ہی چار روز کی مہمان ہین۔ ادھر خود میری یہ حالت ہے کہ اُن کے بعد شاید مہینہ ہی بھر مین میرا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ امید نہ رکھیے کہ مین اب کام کرنے کے قابل ہون گا۔ کسی کو تلاش کرکے میری جگہ پر مقرر فرما لیجیے۔ اور میرے ساتھ بس اتنی ہی مہربانی کافی ہے جو آپ فرما رہے ہین۔"
صاحب "ایسا نہ کہیے۔ آپ کو دنیا مین بہت کچھ کرنا ہے۔ ننھی موجود ہے۔ جس کو آپ بیٹے سے زیادہ عزیز رکھتے ہین۔ آپ کو اُس کی شادی کرنا ہے۔ اور آپ کی بیوی بھی خدا نے چاہا تو اچھی ہو جائین گی۔"
عزیز اللہ "ننھی آپ کی ہو چکی۔ اُس کے باپ ماں مربی و ولی جو کچھ ہین آپ اور میم صاحب ہین۔ دنیا مین میرا کوئی عزیز نہین۔ اور جو تھے اُن کو مین نے چھوڑ دیا۔ اس لیے اس بدنصیب لڑکی کو آپ کے سپرد کرتا ہون۔ ہان اتنی التجا ضرور ہے کہ اُسے مسلمان رکھیے گا۔ اور کسی شریف مسلمان گھرانے مین بیاہ دیجیے گا۔ ہمین دنیا مین جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ اور دنیا سے یہ اطمینان لے کے جائین گے کہ اس لاوارث بیکس لڑکی کو آپ کا سا شفیق و فیاض مربی مل گیا۔"
صاحب "اس امر مین آپ کو کچھ کہنے سُننے کی ضرورت نہین۔ میم صاحب کو ننھی سے ایسی محبت ہے کہ خاص اپنی بیٹی جانتی ہین۔ آپ کو معلوم ہے کہ خدا نے ہمین اولاد نہین دی۔ چنانچہ ہم نے اُس کو پہلے ہی اپنی بیٹی سمجھ لیا۔ اور اِسی سبب سے مجھے اور میم صاحب کو آپ سے زیادہ اُس کی شادی

کی فکر تھی۔ خدا سے ہماری دعا ہے کہ اُس کے سب کام آپ کریں۔ اور ان کاموں کو ہم آپ ہی سے لیں"۔

عزیز اللہ۔ "مجھے اس کی بہت ہی کم امید ہے"۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ گھر سے خدمتگار نے آکے کہا "جلدی چلیے آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا"۔ سُنتے ہی کپتان صاحب سناٹے میں آگئے۔ اور مولوی عزیز اللہ نے اُن کی طرف دیکھ کے کہا "لیجیے۔ میں تو چند روز کا مہمان بتاتا تھا۔ مگر وہ فقط چند لمحوں کی مہمان تھیں۔ ایسی ہی غلطی کیا عجب کہ میں نے اپنے بارے میں بھی کی ہو۔ مجھے بھی دو ہی چار روز کا مہمان سمجھیے"۔ یہ کہا اور رخصت ہو کے گھر آئے۔ گھر میں کون تھا؟ اکیلی ننھی رو رہی تھی۔ اور اُس کی مہین آواز میں ملی ہوئی گونگی ماما کی بھیانک آواز تھی۔ مولوی صاحب نے گھر میں قدم رکھتے ہی ننھی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہوا؟ میں تو ایسی نازک حالت نہیں چھوڑ گیا تھا!"

ننھی نے آنسو پونچھ کے کہا "ابا جان۔ اچھی خاصی تھیں۔ باتیں کرتے کرتے دم نکل گیا۔ مگر ایک گھڑی پہلے سے اُنھیں اپنی حالت معلوم ہو گئی تھی۔ مجھ سے کہنے لگیں کہ میں نے رنج اور صدمے میں تمھارے ابا کو بُرا بھلا کہا ہے۔ آئیں تو اُن سے میرا قصور اور کہا سُنا معاف کرا لینا۔ اور اب اُن کی تسلی تم ہی سے ہے۔ کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ اُن کا صدمہ اور زیادہ ہو جائے۔ یہی صدمہ اُن کے لیے کیا کم ہے کہ اور زیادہ ملال کی باتیں پیش آئیں۔ یہ کہہ کے کلمہ پڑھنے لگیں۔ اور کلمہ پڑھتے پڑھتے آخر ہو گئیں"۔

عزیز اللہ۔ "میں نے اُن کا کہا سُنا خوشی سے معاف کیا۔ اور سچ یہ ہے کہ جتنا سخت سُست میں نے اُن کو کہا ہے اُس کا آدھا بھی اُنھوں نے مجھے نہیں کہا۔ مگر وہ خوش نصیب تھیں کہ چلتے چلاتے اپنا کہا سُنا معاف کرا لیا۔ اور دنیا سے پاک و صاف گئیں۔ مگر مجھ بدنصیب کو اتنا موقع بھی نہ ملا کہ اُن سے اپنے گناہ معاف کرا لیتا"۔

اتنا کہتے ہی چیخ چیخ کے اور ڈاڑھیں مار مار کے رونے لگے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ننھی اور گونگی نے ایسا کہرام مچایا کہ گھر ماتم کدہ بن گیا۔ دیر تک

آہ دویلا کر کے مولوی عزیز اللہ نے کہا: ہائے مین بڑا گنہگار ہون۔ اور یہ بھی میری ہی بد اعمالیون کا نتیجہ ہے کہ ایسے نازک وقت مین یہ بھی ساتھ چھوڑ کے چلی گیئن" یہ کہہ کے باہر نکلے۔ خدمتگار کو جو دروازے پر رہتا تھا بھیج کر دو ایک دوستون کو بُلوایا۔ اور خود رزیڈنسی مین جا کے وہان کے تمام مسلمان ملازمون کو بُلا لائے۔ تجہیز و تکفین کا انتظام ہوا۔ اور دوسرے دن صبح کو وہ حسرت زدہ مرحومہ رزیڈنسی کے احاطے اور تالاب کے درمیان مین جو تکیہ ہے اُس مین روز حشر کا انتظار کرنے لیے لٹا دی گیئن۔

مولوی عزیز اللہ بیوی کو مٹی دے کر آئے تو ایسے تھکے تھے کہ آتے ہی لیٹ گئے۔ اور لیٹتے ہی بخار چڑھ آیا۔ وہ دن اور بعد کی رات کرب اور اُلجھن مین گزری۔ اور ایک ہی روز کے بخار مین اُٹھنے کے قابل نہ رہے۔ دوسرے دن صبح کو میم صاحب ننھی کی دلدہی و تشفی کے لیے آئین تو مولوی عزیز اللہ کی ابتر حالت دیکھی اور ننھی کو سہما ہوا پایا۔ اُسی وقت واپس گیئن۔ کپتان صاحب کو خبر کی۔ اور اس بدقسمت خاندان کے حال پر اس قدر مہربان تھین کہ اُلٹے پاؤن صاحب کو ساتھ لے کر واپس آئین۔ اندر آ کے ننھی کو پردے مین بٹھایا۔ اور صاحب نے آکر مولوی صاحب کی بہت نازک اور خراب حالت دیکھی۔ دیکھتے ہی گھبرا گئے۔ اور کہا "افسوس آپ کو بخار آ گیا؟"

مولوی صاحب۔ (ناتوانی کی آواز مین) "مین نے کل ہی عرض کر دیا تھا کہ میری زندگی کا اعتبار نہین"

صاحب۔ "اس خیال مین پڑ کے دوا اور علاج مین غفلت نہ کیجیے۔ مین انگریز ڈاکٹر صاحب کو لیے آتا ہون۔ اور میری رائے ہے کہ اسی وقت آپ مکان بدل دین"

مولوی صاحب۔ "علاج کا آپ کو اختیار ہے بشرطیکہ ایسی دوائین ہون جن مین شراب کی آمیزش نہ ہو۔ مگر مین مکان نہ بدلون گا۔ اسی مکان مین میری بیوی مرین۔ اور اسی مین مین بھی مرون گا"

صاحب۔ "مگر ڈاکٹر صاحب سب سے پہلے نقل مکان کرائین گے۔ اور جب

آپ اُن کی تدبیروں پر عمل کرنے ہی کو نہیں کہتے تو پھر اُن کا رونا بالکل بیکار ہے"۔

مولوی صاحب:- "اگرچہ علاج بے سود ہے۔ مگر وہ جو دوا دیں گے آپ کے حکم سے میں پی لوں گا۔ لیکن اب جتنا وقت باقی ہے اُس کو اِن فضولیات میں نہ ضائع کیجیے۔ اِس لیے کہ مجھے آپ کی خدمت میں چند ضروری باتیں عرض کرنی ہیں"۔

صاحب:- "کہیے۔ میں توجہ سے سُن رہا ہوں"۔

مولوی صاحب:- "میں ننھی کو اِس حال میں چھوڑے جاتا ہوں کہ آگے پیچھے کوئی نہیں۔ نہ کوئی خبرگیراں ہے۔ نہ پُرسان حال۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بڑی منحوس اور بدنصیب لڑکی ہے۔ اُس کی شادی ہی کے سلسلے میں یہ سب واقعات پیش آئے۔ مگر اِس میں اُس کا کیا قصور؟ ہر طرح واجب الرحم ہے۔ جب اُس کی بیکسی کا خیال آتا ہے تو کلیجا پاش پاش ہونے لگتا ہے۔ اور ایسا نظر آتا ہے کہ مرنے کے بعد محض اُس کے خیال سے میں قبر میں بھی چین سے نہ لیٹ سکوں گا"۔

صاحب:- "اس بارے میں آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ننھی ہماری ہو چکی۔ اور ہم اُس کے کفیل ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں کہ اُسے تکلیف نہ ہوگی اور آپ کی خواہش کے مطابق وہ مسلمان رہے گی۔ اور کسی اچھے شریف مسلمان لڑکے ہی کے ساتھ اُس کی شادی ہوگی"۔

میم صاحب:- "اور صاحب سے زیادہ اُس کی خبر رکھنے والی میں ہوں میں نے اسے تعلیم دی ہے۔ اُسے لکھایا پڑھایا ہے۔ اور ایسے تعلقات ہیں کہ اگر میری حقیقی بیٹی بھی ہوتی تو دل کو اُس کے ساتھ اتنا لگاؤ نہ ہوتا جتنا کہ ننھی کے ساتھ ہے۔ یہ بھی آپ یقین رکھیں کہ ہمیں اختلاف مذہب کا بالکل خیال نہیں۔ ہم ہزاروں کوس اپنا وطن چھوڑ کے یہاں اس لیے نہیں آئے ہیں کہ لوگوں کے ایمان اور عقیدوں میں خلل ڈالیں۔ ہم اُن کی خوشی اور فلاح کے خواہاں ہیں۔ اور یہ چیزیں جہاں تک ہمارا بس چلے گا ننھی کو حاصل رہیں گی"۔

عزیز اللہ:- "بس میرا اطمینان ہو گیا۔ اور اب میں دلی مسرت کے ساتھ

کرون گا۔ آج سے آپ ہی دونون صاحب ننھی کے مان باپ ہین۔" ننھی کو آواز دے
"بیٹی یہان آؤ۔ صاحب تمھارے والدین اب اِن سے پردہ کرنے کی ضرورت
نہین"۔ میم صاحب خود اُٹھ کر ننھی کو لے آئین۔ اور جیسے ہی وہ زار و قطار روتی
ہوئی سامنے آئی کہا "بیٹی۔ رونے دھونے کی ضرورت نہین۔ کپتان صاحب
تمھارے والدین ہین۔ جُھک کے سلام کرو۔ اور ہمیشہ اُنھین کی مرضی پر چلنا"۔ ننھی نے
صاحب کو ادب سے سلام کیا۔ اور صاحب نے اپنے یورپ کے مذاق کے مطابق
اُٹھ کے گلے سے لگا لیا۔ پیشانی چومی۔ اور کہا "تم آج سے میری بیٹی ہو۔ اور مین
تمھارا باپ"۔ مگر اُن کے پیشانی چومنے سے ننھی پسینے پسینے ہو گئی۔

عزیز اللہ: "بیٹی تم صدمہ نہ کرو۔ ہم لوگ مرنے ہی کے لیے دنیا مین آئے ہین۔
اور ہر شخص کا انجام موت ہے۔ تمھاری والدہ اور تمھارے والد مولوی
صفی اللہ میرے اور میری بیوی کے آغوش مین تم کو چھوڑ کے دنیا سے رخصت
ہو گئے۔ پھر تمھاری دوسری مان بھی تم کو چھوڑ کے سدھار گئین۔ اور سفر آخرت
کرتے وقت تم کو میرے سپرد کر گئین۔ اب مین بھی تم کو چھوڑ کے دوسرے عالم مین
جاتا ہون۔ اور تمھارا ہاتھ تمھارے اِن نئے مہربان رحم دل اور شفیق والدین
کے ہاتھ مین دیے جاتا ہون۔ خدا تمھین پروان چڑھائے۔ اور خوش و خرم رکھے۔ اور
تمھاری یہان کی خوشی سے مجھے اُس دوسرے عالم مین مسرت حاصل رہے گی۔ بس
خدا حافظ۔ اس گھڑی سے تم میری نہین اِن دونون فیاض بزرگون کی ہو"۔

میم صاحب: "مولوی صاحب۔ ایسی باتین نہ کیجیے کہ اِس معصوم بچی کا دل
پھٹ جائے۔ آپ کی بیوی کا صدمہ اُس کے نازک دل کو گھلائے ہوئے
ہے۔ اور آپ جیتے جی اس کے پژمردہ دل کو اور توڑے دیتے ہین"۔

عزیز اللہ: "مین اس کا دل نہین توڑتا بلکہ اپنا اطمینان کرتا ہون۔ اور اس
کو خوشی کے ساتھ فخر کرنا چاہیے کہ مجھ سے اور اپنے تمام گزشتہ مربیون
سے اچھے مربی مل گئے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند کریم اس
کے حال پر مہربان ہے"۔

کپتان صاحب: "خیر اب اِن یاس و نامرادی کی باتون کو چھوڑ کے علاج

کی طرف توجہ کیجیے۔"

عزیز اللہ "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرض موت مین اُن سے کہا گیا کہ طبیب کو بلوائیے۔ فرمایا طبیب آیا اور وہ کہتا ہے کہ مین جو چاہون گا کرون گا یہی جواب میرا بھی ہے۔ کوشش کی ضرورت نہین۔ وہ طبیب برحق جو چاہے گا کرے گا۔"

کپتان صاحب "آپ ایسے ہی مایوس ہین تو کیا ہو سکتا ہے؟"

عزیز اللہ "مین مایوس نہین ہون۔ خدا فرماتا ہے۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ایسے وعدۂ رحمت اور ایسی رحمانی تسلی و تشفی کے بعد کون مایوس ہو سکتا ہے؟"

کپتان صاحب "آپ تنہا ہین اور ———"

عزیز اللہ "مین تنہا بھی نہین ہون۔ حضرت رسالتؐ نے وفات کے وقت فرمایا تھا۔ ھو الرفیق الاعلیٰ۔ یہی مین بھی کہتا ہون۔ اور اُس سے اچھا رفیق کون ہو سکتا ہے؟"

کپتان صاحب "بے شک وہی سچا رفیق ہے۔ لیکن دنیوی ضرورتون کے لحاظ سے کسی کو آپ کے پاس رہنا چاہیے۔ مین اسی وقت جا کے دفتر مین سے آپ کے چند دوستون کو اور دو چپراسیون کو بھیجے دیتا ہون کہ آپ کی بیماری کے زمانے مین یہان حاضر رہین۔ اور علاج وغیرہ مین کمی نہ ہو۔"

عزیز اللہ "یہ آپ کے فرائض ہین۔ اور آپ کو ان مین اختیار ہے۔ مجھے اب دنیا کے معاملات سے کوئی علاقہ نہین۔ نہ اس بارے مین میری کوئی خواہش ہے۔ اور نہ ان ضرورتون کو مین اپنی ضرورت سمجھتا ہون۔"

اب صاحب رخصت ہو کر اُٹھے۔ اور چلتے وقت ننھی کے سر پہ ہاتھ رکھ کے کہا "بیٹی گھبرانا نہین۔ اگر مولوی صاحب تمھارے والد کی جگہ نہ ہوتے تو مین تم کو اسی وقت اپنے ساتھ لے جا کے دوسرے مکان مین رکھتا۔ ان کی خبر گیری کے لیے تمھارا یہان رہنا ضروری ہے۔ لیکن اسی وقت تلاش کرا کے دو تین بوڑھی مسلمان عورتون کو بھیج دون گا کہ یہان رہ کے تمھاری تسلی و دلجوئی کرتی رہین۔ اور تنہائی سے تم پریشان نہ ہو۔ گھنٹہ بھر کے اندر

کام کاج کے لیے رزیڈنسی کے ملازم آجائین گے۔ اور اُس کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوا مین اُن عورتون کو بھیجون گا۔ یقین جس چیز کی ضرورت ہو فوراً میرے پاس کہلا بھیجنا"!

یہ کہہ کے صاحب اور میم چلے گئے۔ اور ننھی مولوی صاحب کے سرہانے بیٹھ کے رومال سے مگس رانی کرنے لگی۔ چند منٹ کے بعد بولی "اباجان۔ آپ نے مجھے کپتان صاحب کے سپرد تو کر دیا۔ مگر مین نہین جانتی کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ اتنے انگریزی پڑھنے اور میم صاحب سے ملنے کا تو یہ انجام ہوا کہ کافر بنائی گئی اور جو ہے بیدین اور کرانی کہتا ہے۔ آپ کے بعد اکیلی اِن کے ساتھ رہون گی تو کیا ہو گا؟"

عزیز اللہ" بیٹی۔ مجھے اپنے اور تمھارے ایمان مین مطلق شک وشبہہ نہین۔ ہمارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ وہ ہماری اور ہمارے دلون کی حالت سے بخوبی آگاہ ہے۔ تم کسی کے کہنے اور بدنام کرنے کی بالکل پروا نہ کرو۔ وہ کریم و رحیم انجام بخیر کرے گا۔ تمھارا بس اتنا کام ہے اور یہی وصیت ہے کہ مرتے دم تک اپنے عقائد درست رکھنا۔ خدا کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمھارا ایمان رہے۔ گناہون سے بچنا۔ چونکہ تمھارا عیسائیون کا ساتھ ہو گا اس لیے یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ شراب اور سور کے گوشت سے ہمیشہ پرہیز رکھنا۔ اگرچہ بہ ظاہر تم بدنصیب و بیکس نظر آتی ہو۔ مگر اب میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اِن مہربان غیر مذہب مربیون کی عنایت سے تم نہایت ہی اقبال مند اور خوش قسمت بیوی ثابت ہو گی۔ اور اسی اطمینان و تسلی کو ساتھ لے کر مین قبر مین جاؤن گا"۔

تھوڑی دیر کے بعد رزیڈنسی کے آدمی اور چپراسی آ گئے۔ دروازے سے خدمتگار نے پکار کے اُن کے آنے کی اطلاع کی۔ شام ہونے سے پہلے دو بوڑھی عورتین بھی آ گئین جن کو کپتان صاحب کے کہنے سے دفتر رزیڈنسی کے ایک محرر صاحب نے اپنے گھر سے بھیج دیا تھا۔

علاج بھی مستعدی سے شروع ہو گیا۔ کپتان صاحب کی خواہش کے مطابق حکیم مرزا محمد علی صاحب نے آ کے نبض دیکھی۔ جن کی حذاقت اور معجز نما

علاجون کی دُور دُور شہرت ہو رہی تھی۔ اور دور دور تک نہایت ہی اہتمام
و سرگرمی سے علاج ہوتا رہا۔ حکیم صاحب نے بلغمی و بادی تپ تشخیص کی۔ رزیڈنسی
کے ڈاکٹر صاحب کی راے تھی کہ ملیریا کا موسمی بخار ہے۔ گر تیسرے روز جب
بخار کی شدت و التہاب سے سرسامی کیفیت نمودار ہوئی تو سب کو معلوم ہوا
کہ تپ محرقہ ہے۔ اور مریض مین اتنی قوت نہین رہی کہ طبیعت تو دران مرض کا
مقابلہ کر سکے۔ اطبا کو بالکل یاس ہو گئی۔ اور جس دن صاحب سے گفتگو ہوئی
تھی اُس کے پانچوین دن صبح تڑکے نماز کے وقت مولوی عزیز اللہ کا انتقال
ہو گیا۔

دسوان باب

خدا کی کارسازی

مولوی عزیز اللہ کے انتقال کے بعد نغمی ایسے گو مگو کے عالم مین پڑی
ہوئی تھی کہ اِن قیامت خیز سانحون کو بھی بھول گئی۔ سمجھ ہی مین نہ آتا تھا کہ کیا کرے
اور کس کے پاس جائے۔ اپنی ذات سے اُس کو پسند نہ تھا کہ اسلامی دنیا اور
مسلمانون کی برادری سے یکقلم قطع تعلق کر کے غیر مذہب والون خصوصًا
انگریزون مین جا کے رہے۔ دل مین کہتی کہ اُن کی وضع قطع جدا معاشرت
جدا۔ کھانا پینا جدا۔ مذہب جُدا۔ رسم و رواج جُدا۔ میرے اُن غیر مسلم نصرانیون
مین جا کے رہنے کے یہ معنے ہین کہ مین مسلمانون سے بالکل الگ ہو جاؤن
آخر کپتان صاحب کے اہتمام سے مولوی عزیز اللہ بھی اپنی بیوی کے پہلو مین لٹا دیے گئے۔

تیسرے دن رزیڈنسی والون ہی کے انتظام سے مرحوم کا سوم
ہوا۔ بالا بالا باہر فاتحہ درود کی تمام رسمین بغیر اس کے کہ نغمی سے پوچھا بھی
جائے رزیڈنسی کے منشیون اور اُن عورتون نے انجام دین جو
اُس کی دلدہی کے لیے بھیج دی گئی تھین۔ چالیسوین تک وہ عورتین اور
مرد سب اسی گھر مین رہے۔ اور کپتان صاحب ہی کے خرچ سے تمام فاتحے

اور سب کام بڑے اہتمام سے اور بہت ہی فراخ دلی کے ساتھ پورے ہو گئے۔
اس زمانے مین صاحب اور میم صاحب روز بلاناغہ آکے گھنٹون بیٹھتے مصیبت زدہ لڑکی کی تسلی و دلدہی کرتے۔ اور کوشش کرتے کہ اُس کا غم غلط کرین۔ اور اُس کے پریشان دل مین کسی قسم کی فکرین نہ پیدا ہونے دین۔
چالیسوین کے بعد کپتان مکنتاش اور اُن کی میم صاحب نے آکر کہا "اب یہ عورتین جو تمھارے پاس رہتی ہین زیادہ نہین ٹھہر سکتین۔ اپنے گھر جائین گی۔ اور باہر جو ملازمین کام کر رہے ہین وہ بھی نہین رہ سکتے۔ لہذا اب ہمین تمھارے رہنے کا بندوبست کرنا ہے"۔
ننھی: "مین آپ کی لونڈی ہون۔ جو مناسب جانئے کیجیے۔ مین تو لونڈیون کی طرح آپ کے وہان پڑی رہتی اور آپکے کام کاج کرتی۔ مگر لوگ بدنام کرین گے۔ اور پھر کسی مسلمان کے گھر مین جانے کے قابل نہ رہون گی"۔
میم صاحب: "تم میری پیاری بیٹی ہو۔ اور ہم لوگ کوئی ایسا کام نہ کرین گے جو تمھاری شان اور تمھاری معاشرت کے خلاف ہو۔ واقعی ہمارے ساتھ رہنے مین تمھاری بدنامی ہو گی۔ ہم بہت ہی جلد تلاش کر کے کسی اچھے خوبصورت اور لائق مسلمان لڑکے کے ساتھ تمھاری شادی کر دین گے۔ اور جب تک یہ انتظام ہو ہم تم کو اس طرح رکھنا چاہتے ہین کہ ہم سے الگ اپنے مذاق کے موافق رہو۔ اور ہم تمھاری خبرگیری کرتے رہین"۔
ننھی۔ (رو کر) "آپ کی شفقت و مربی گری کا شکر گزار ہونا میرے امکان سے باہر ہے۔ لیکن ایک بات عرض کرنا ضروری ہے۔ ایسی بات گو میری زبان سے نہ نکلنا چاہیے تھا۔ مگر خدا نے بے غیرت ہونے پر مجبور کیا ہے تو خواہ مخواہ بے حیا و بے غیرت بننا پڑے گا۔ اور جو جی چاہے کیجیے مگر یہ خیال اپنے دل سے نکال ڈالیے جس کو آپ نے ابھی ظاہر فرمایا ہے"۔
صاحب: "کون سا خیال؟ مین نہین سمجھا"۔
میم صاحب: "مین سمجھ گئی۔ یہ اپنے سامنے اپنی شادی کا ذکر آنا پسند نہین کرتین"۔

ننھی:- "اسی قدر نہین۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"
میم صاحب:- "اس سے زیادہ تو یہ ہوا کہ تم شادی کرنے ہی کے خلاف ہو۔"
ننھی:- "جی ہان۔ مین جس کی ہونا تھی ہو چکی۔ وہ نہین ہے تو اُسی کے نام پر کنواری بیٹھی رہونگی۔"
میم صاحب:- "مین جانتی ہون کہ تمھین ولی اللہ کے ساتھ دلی محبت تھی۔ مگر وہ تمھارے قابل نہ تھا۔ اور ایسے نازک مزاج شخص کے ساتھ جو ایک ذرا سی بات پر بگڑ کے گھر سے چلا گیا تمھارا نباہ ہونا مشکل تھا۔ جو اپنے مان باپ کا نہ ہوا کسی اور کا کیا ہوگا؟"
ننھی:- (آنکھین نیچی کر کے) "جو کچھ ہوا اور جیسا پیش آئے مین اُس کے سوا کسی دوسرے کی نہین ہو سکتی۔ جانتی ہون کہ وہ ہمیشہ کے لیے گیا۔ اُس کا واپس آنا بالکل غیر ممکن ہے اور آیا بھی تو اب پہلے سے زیادہ میرے خلاف ہو گا۔ کیونکہ میری ہی وجہ سے اُس کے والدین اُس سے چھوٹے اور پھر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر مین اُسی کے نام پر جیون گی۔ اور جس طرح سیکڑون بیوائین ساری زندگی رنڈاپے مین کاٹ دیا کرتی ہین مین بھی کاٹون گی۔"
صاحب:- "یہ مشکل ہے۔ دل مین سوچو کہ اس زندگی مین کیسی کیسی دشواریان پیش آئین گی۔"
ننھی:- "سب کو جھیلون گی۔"
میم صاحب:- "ہم اِس امر مین تم کو پوری آزادی دین گے۔ اور اُسی کے ساتھ تمھاری شادی کرین گے جس کو تم خود پسند کرو گی۔ تم پر جبر ہرگز نہ کرین گے۔"
ننھی:- "یہ پسند اور ناپسند کا معاملہ ہی نہین ہے۔ میرا فرض تھا کہ آپ کی اطاعت کرتی۔ مگر افسوس کہ مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ اِسلیے اِس خیال ہی کو چھوڑ دیجیے۔"
صاحب:- "ننھی تم ہماری بیٹی ہو۔ اور جانتی ہو کہ دنیا مین ہمارا نہ کوئی

بیٹا ہے نہ بیٹی۔ ہماری ساری ارمانین تم ہی سے پوری ہو سکتی ہین۔"

ننھی "اگر اپنی ارمانون پہ آپ مجھے قربان کرنا چاہتے ہین تو آپ کو اختیار ہے اور مین حاضر ہون۔ نافرمانی نہ کرون گی۔ مگر یہ نہ سمجھیے کہ مجھے اس سے کوئی خوشی ہوگی یا چین نصیب ہوگا۔ میرے لیے ایک کوفت ہو جائے گی۔ زندگی عذاب ہوگی۔ اور میرے ساتھ ایک دوسرے کی زندگی بھی خراب ہوگی۔ یہ پسند ہے تو آپ کو اختیار ہے۔ اور آپ میرے مالک ہین۔"

میم صاحب "نہین ہم تمھاری مرضی کے خلاف نہ کرین گے۔"

صاحب "اور اس کی کچھ جلدی بھی نہین ہے۔ آج نہین برس دو برس مین سوچ سمجھ کے اور اپنی طبیعت کا اندازہ کر کے جیسا کہو گی کیا جائے گا۔ سردست تمھارے رہنے کا انتظام یہ ہو گا کہ رزیڈنسی سے ملا ہوا ایک اچھا صاف ستھرا مکان مین نے تمھارے لیے خرید لیا ہے اور اُس مین رہنے کا مناسب سامان بھی فراہم کر کے اُسے آراستہ کر دیا ہے۔ اُس مین اُٹھ چلو۔ پان سو روپیہ مہینہ ہم تمھین دیا کرین گے۔ اندر اور باہر جتنے نوکرون کی ضرورت ہو بتاؤ کہ ہم تحقیق کر کے اعتبار اور بھروسے کے آدمی رکھ دین۔"

ننھی "میرے لیے نہ ایسے عالیشان مکان کی ضرورت ہے نہ اتنے سامان کی۔ اور نہ نوکرون کی۔ مکان یہی کافی ہے۔ دس پانچ روپیہ مہینہ خرچ کو دیدیا کیجیے۔ غریبون کی طرح بسر کرون گی۔ اور ابھی تو خرچ کی ضرورت بھی نہین۔ ابا جان کے صندوقون کو ابھی تک مین نے نہین کھولا۔ تھوڑا بہت میری بسر کے لیے چھوڑ ہی گئے ہون گے۔"

میم صاحب "ابھی تک تم کو نہین خبر کہ وہ کیا چھوڑ گئے ہین؟"

ننھی "جی نہین۔ بغیر آپ کی اور صاحب کی موجودگی کے مین صندوقون کو کیسے کھولتی؟"

صاحب "تو چلو ہم سب صندوقون کو کھول کے دیکھ لین۔ لیکن تم میری بیٹی ہو۔ تمھاری زبان سے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھے صاحب کہا کرو۔"

میم صاحب "یا اپنی ہی زبان مین ہمین اماں اور ابا کہا کرو۔ اور اگر

ہماری خوشی پر چلو تو ماما اور پاپا کہو۔"
ننھی۔ "مین یہی کہون گی۔"
اس کے بعد میم صاحب نے ننھی سے گھر کے صندوقون کی کنجیان لین۔ اور تمام صندوقون اور پٹارون کو کھول کے دیکھا۔ کپڑے اور زیور کی کمی نہ تھی اور سب سامان بھی ضرورت کے موافق فراہم تھا۔ اور وجہ یہ تھی کہ ننھی کی شادی کے لیے مولوی صاحب نے پورا انتظام درست کر لیا تھا۔ اس کے بعد مولوی صاحب کا خاص صندوق کھولا گیا تو اُس مین سات ہزار چھ سو تراسی روپیہ نکلے۔ جو بہت احتیاط سے رکھے ہوئے تھے۔ ہزار ہزار کی سات تھیلیون مین سات ہزار تھے۔ چھ سو تراسی ایک بڑے خانے مین کھلے رکھے تھے۔
یہ سب روپیہ اور باقی تمام سامان دیکھ کر میم صاحب نے ننھی سے کہا "اِن سب چیزون کو تم اپنے پاس رکھو۔ مین اِن کی فہرست لکھ کر اپنے پاس رکھ لون گی۔ جو صرف کرو اُس کا حساب لکھتی جاؤ۔ مین ہر مہینے مین تمھارا حساب دیکھ لیا کرون گی۔ اگر تم نے بے احتیاطی سے خرچ کیا تو تمھین الزام دیا جائیگا اور سلیقہ کے ساتھ کفایت شعاری سے خرچ کیا تو علاوہ ماہوار کے تم کو انعام دیا کرون گی۔"
ننھی۔ "اب اِس روپیہ کے ہوتے آپ کو ماہوار تنخواہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟"
صاحب۔ "تنخواہ تم کو ضرور دی جائے گی۔ تم کو چاہیے کہ جو کچھ خرچ ہو اُسی مین سے خرچ کیا کرو۔ اور اس روپیہ اور تمام سامان کو حفاظت کے ساتھ رکھو۔"
ننھی۔ "تو پاپا جان پانسو روپیہ میری ضرورت سے بہت زیادہ ہین۔"
پاپا جان کے لفظ پر میم صاحب کو ہنسی آگئی۔ اور کپتان صاحب نے خوش ہو کر کہا "بس یہی ٹھیک ہے۔ تم مجھے پاپا جان اور اپنی اِن مان کو ماما جان کہا کرو۔ اس مین انگریزی اور ہندوستانی معاشرت کے میل جول کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ مجھے نظر آتا ہے۔ باقی رہا یہ جو تم کہتی ہو

کہ یاں سو روپیہ بہت ہیں تو مضائقہ نہیں۔ جتنا روپیہ بچے اُس کو ہر مہینے میں بچانا۔ اور جمع کرتی جانا۔ کبھی تمھارے کام آئے گا۔"

میم صاحب "لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اب تم ہماری بیٹی ہو۔ اِس لیے ہماری ہی حالت اور حیثیت کے مطابق تم کو رہنا ہوگا۔ میں ہندوستانی نوابوں کے گھروں میں دیکھ چکی ہوں۔ اُس کے لحاظ سے تمھارے پاس اندر کم سے کم ایک ماما دو پیش خدمتیں۔ ایک مغلانی۔ اور باہر دو خدمتگار۔ اور چار پہرے چوکی والے ضرور ہونے چاہییں"۔

ننھی نے اس میں بہت عذر کیا۔ مگر صاحب نے نہ مانا۔ اور اسی وقت فنس منگوائی۔ ننھی کو اُس نئے مکان میں پہونچا دیا۔ اور باہر کے تمام لوگوں کو سامنے بُلا کے کہا "آپ سب ایک ہفتہ اور ہماری بیٹی کے ساتھ اس نئے مکان میں رہیں آپ چلے گئے تو یہ اکیلی گھبرائے گی۔ اس مدت کے اندر ہم ان کے لیے جب ماما ئیں اور خدمتگار مقرر کرلیں تب آپ واپس جائیں۔ اور آپ نے اِن کی ہمدردی میں جو کچھ محنت کی اور امانت داری و شرافت کا برتاؤ کیا اُس کے ہم شکر گزار ہیں"۔

اب ننھی اُس نئے مکان میں تھی۔ جو نہایت شاندار تھا۔ اور سب سامان بہت ہی خوبی اور صفائی کے ساتھ اُس میں آراستہ کر دیا گیا تھا۔ آٹھ روز کے اندر تمام مجوزہ مرد اور عورت ملازمین مقرر ہو گئے۔ جو لوگ اس وقت تک کام کاج کرتے رہے تھے شکریے کے ساتھ رخصت کیے گئے اور گھروں کو گئے۔ اور نئے نوکروں کے ساتھ ننھی اعلیٰ درجے کی بیگموں اور شاہزادیوں کی طرح عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔ ہر روز میم صاحب اور کسی کسی دن کپتان صاحب آکے اُس کی دلدہی و تسلی کرتے۔ اکثر معاملات میں اُسے مشورہ دیتے۔ اور اُس کے آرام و خاطر داشت میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھتے۔ لیکن جب کبھی شادی کا تذکرہ آتا ننھی قطعی انکار کرتی۔ بلکہ اس کی بھی روادار نہ تھی کہ اُس کے سامنے کوئی شادی کا لفظ زبان پر لائے۔

وہ چند عورتیں جو مصیبت کے آخری اور سخت ترین زمانے میں کپتان صاحب کے حکم سے اُس کی رفیق و انیس رہی تھیں کبھی کبھی ملنے کو آجاتیں تو نہایت

خاطر تواضع کرتی۔ اُن کی ہر غرض پوری کر دیتی۔ اور نہایت ہی شکر گزار رہتی۔ اس لیے کہ اُنھون نے بُرے وقت مین ساتھ دیا تھا۔ اُن عورتون نے جو دیکھا کہ لڑکی حسین و مہ جبین ہے۔ دولت و حشمت کی کمی نہین۔ تو اپنے جانے بُوجھے لوگون مین اُس کی شادی کی فکرین کرنے لگین۔ بار بار آتین اور جب آتین کوئی پیام لیکے آتین۔ پہلے تو ننھی نے اُن کے کہنے کو ہنس ہنس کے ٹالا۔ مگر اُن کی جرأتین بڑھتی ہی گئین۔ آخر یہ کہنا شروع کیا کہ اس بات مین مجھے کیا دخل ہے۔ جو کچھ کہنا ہو بابا جان سے کہو۔ بعض بیم صاحب اور کپتان صاحب تک بھی پہونچ گئین۔ اور ننھی کے لیے کسی کی طرف سے شادی کا پیام دیا۔ مگر اُنھون نے کمال صفائی سے کہہ دیا کہ اس معاملے مین جو کچھ کہنا ہو خود ننھی سے کہو۔ وہ جس کے ساتھ پسند کرے گی ہم شادی کر دین گے۔ اس جواب نے اُن کی ہمت بڑھائی۔ اور بار بار آکے اُسے چھیڑنے اور ستانے لگین۔ اور وہ ناگواری کے ساتھ اُنھین سخت جواب دینے لگی۔ وہ اس پر بھی شادی کی ریشہ دوانیون سے باز نہ آئین تو عاجز آکر ایک دن ننھی نے سب کو جمع کیا۔ اور اُن کے سامنے نہایت ہی متانت و سنجیدگی کے ساتھ کہا "آپ سب بیویون کو ہزار ٹالا مگر آپ اپنی سازشون اور کارروائیون سے باز نہین آتین۔ اور اس کا بھی نہین خیال کرتین کہ یہ باتین مجھے کس قدر ناگوار گزرتی ہین۔ اگرچہ اپنی زبان سے اس بارے مین کچھ کہنا بیحیائی ہے۔ لیکن آپ نہین مانتین تو کیا کرون؟ سُنیے مین آج آپ سب بیویون سے تاکید کے ساتھ کہتی ہون کہ خبردار پھر کبھی میرے سامنے اِس کا ذکر نہ آئے۔ آپ کی اور جو کچھ خدمت ہو اُس کے لیے مین حاضر ہون۔ اور کبھی مین آپ کے کہنے سے باہر نہین ہوئی۔ لیکن جو بات مجھے سخت ناگوار گزرتی ہے۔ اور جس کے سننے سے مجھے بے انتہا تکلیف ہوتی ہے اسی کو آپ بار بار چھیڑ کے مجھے ستاتی اور آزار پہونچاتی ہین۔ آج مین صاف صاف کہے دیتی ہون کہ جو کوئی اپنی اِس کوشش سے باز نہ آ سکتا ہو وہ میرے یہان نہ آئے"

اس تاکید پر بھی وہ عورتین سازشون سے باز نہ آئین۔ کبھی کوئی آکے کسی خوش رو نوجوان کے حُسن و جمال یا اُس کی خوبیون اور اُس کے کمالات

کی تعریفین کرتی۔ کبھی کوئی کسی دولتمند لڑکے کی شوکت وحشمت اور شان وشکوہ کا افسانہ سناتی۔ کوئی کسی خاندان کی شرافت کا ترانہ گاتی۔ اور کوئی کسی گھرانے کے کارنامے بیان کرتی۔ سُنتے سُنتے نتھی کا ناک مین دم ہوگیا۔ اور حیرت سے دیکھتی تھی کہ جس قدر مین شادی کے ذکر سے بھاگتی ہون اُسی قدر لوگون کی جُرأت بڑھتی جاتی ہے۔ آخر تنگ آکے سب کا آنا بند کردیا۔ اور اُن تمام عورتون سے ملنا چھوڑ دیا۔

اب اگرچہ فی الجملہ خاموشی تھی۔ مگر پھر بھی کبھی کوئی ماما پیش خدمت یا مغلانی کسی کا نام لے کے اُس کی تعریفین کرنے لگتی۔ اور وجہ یہ تھی کہ شہر مین اُس کی خوبصورتی۔ ہنرمندی۔ علم وفضل۔ اور دولتمندی کی شہرت تھی۔ اور صدہا نو عمر رئیس اُس سے شادی کرنے کے آرزومند ہوگئے تھے۔ وہ کسی نہ کسی کو کچھ لالچ دلاکے اپنا پیام اُس کے کانون تک جسطرح بنتا پہونچا دیتے۔ یہ دیکھ کے اُس نے گھر کی تمام خادماؤن سے صاف کہہ دیا کہ اب کسی نے میرے سامنے اس قسم کا تذکرہ کیا تو اُسے کھڑے کھڑے نکال دون گی۔ اتنی سختی کرنے کا انجام یہ ہوا۔ وہ تمام عورتین جو اُس کے یہان سے نکالی گئین اور شادی کے وہ تمام اُمیدوار جو محروم ونامراد تھے لوگون مین اُس کی مذمتین بیان کرنے اور اُسے بدنام کرنے لگے۔ اُس کی اس نے مطلق پروا نہ کی۔ اور نہایت خاموشی کے ساتھ ایسی زندگی بسر کرنے لگی جس مین نہ کوئی مزہ تھا۔ نہ کوئی شکوہ۔ نہ کسی چیز کا شوق تھا۔ نہ کسی کا اندیشہ۔

کپتان اور میم صاحب چونکہ اُس کے مذاق سے بخوبی آگاہ ہوگئے تھے لہذا اب جس کسی نے اُن تک پہونچ کے شادی کا پیام دیا اُنھون نے صاف انکار کردیا۔ اور کبھی اُس کے سامنے اُس کا تذکرہ بھی نہ کیا۔

گیارھوان باب

یہ نئے مربی بھی چھوٹے

اِسی حالت کو پانچ سال گزر گئے۔ اور نتھی کی عمر بیس سال سے تجاوز کر گئی

گر بغیر اس کے کہ اُس نے کبھی شادی کا خیال بھی کیا ہو۔ ایک دن صبح کو منہ دھو کے اور ناشتہ کر کے بیٹھی تھی کہ کپتان صاحب مع اپنی میم کے آگئے۔ اور اِدھر اُدھر کی دو چار باتون کے بعد میم صاحب نے کہا "بیٹی۔ ایک بڑی مشکل پیش آگئی ہے۔ اور سمجھ مین نہین آتا کہ تمھارے لیے کیا انتظام کرین۔ اِسی لیے چاہتے تھے کہ تمھاری شادی کر دین مگر تم نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ شادی ہو گئی ہوتی تو تم اپنے گھر کی مالک بن کے چین سے بیٹھتین"

ننھی "مگر ماما جان۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ کون سی مشکل پیدا ہو گئی ہے کہ آپ اس قدر پریشان ہین؟"

میم صاحب "آج گورنر جنرل بہادر کے یہان سے حکم آگیا کہ صاحب ساٹھ سال کی عمر ہو جانے کے باعث اپنی خدمت سے سبکدوش کیے گئے۔ اور اُن کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ تمھاری وجہ سے ہمارا جی چاہتا ہے کہ یہین کی سکونت اختیار کر لین۔ مگر یہ غیر ممکن ہے۔ اِس لیے کہ ہم لوگ جہان مقرر رہ چکے ہون وہان قیام نہین کر سکتے۔ مجبورًا ہمین لکھنؤ چھوڑ دینا پڑے گا۔ تم کو اپنے ساتھ لے چلین یہ بھی مناسب نہین معلوم ہوتا۔ اور چھوڑ جائین تو تمھاری نگرانی اور خبر گیری کی کوئی صورت نہین بن پڑتی"

ننھی "مجھے جو حکم ہو اُس پر عمل کرنے کو موجود ہون۔ ساتھ لے چلیے تو چلون گی۔ اور یہین چھوڑ جائیے تو اِسی طرح خاموشی کے ساتھ کونے مین پڑی رہون گی۔ آپ کی مہربانی سے میرے پاس اتنا روپیہ ہے کہ زندگی فراغت سے گزر جائے گی"

صاحب "روپیہ کا معاملہ نہین ہے۔ اگرچہ مین خوش ہون کہ تم نے نہایت سلیقے اور کفایت شعاری کے ساتھ بسر کی۔ اور اتنے زمانے مین کبھی ہم کو یہ کہنے کا موقع نہین ملا کہ تم نے فلان معاملے مین فضول خرچی کی۔ پان سو روپیہ جو مین تم کو دیتا رہا ہون وہ رزیڈنسی کے ذریعہ سے برابر ملتے رہین گے۔ یہی نہین جو رزیڈنٹ اور اسسٹنٹ رزیڈنٹ یہان آئین گے وہ خاص طور پر تمھارے کفیل اور نگران رہین گے۔ اُن کی میمین تم سے آکے ملا کرین گی۔ اور تمھاری

ہمدرد اور دوست رہین گی۔"
ننھی۔"میری زندگی کے بسر ہونے کا تو آپ نے انتظام فرما دیا۔ مگر آپ کی جدائی میرے لیے سب سے بڑی مصیبت ہو گی جس کا کوئی علاج نہین۔"
صاحب۔" ہم برابر تم کو اپنے حالات لکھتے رہین گے۔ اور ہمارا دل ہمیشہ تم مین لگا رہے گا۔ تم سے ہم کہہ چکے کہ دنیا مین ہماری دلچسپی صرف تم ہی تک ہے۔ اگر ممانعت نہ ہوتی تو تمھاری رفاقت کے لیے ہم یہین پڑے رہتے۔ اور یہان سے چلے بھی جائین گے تو فقط تمھارے خیال سے ہم کلکتہ مین قیام کرین گے۔ اپنے وطن انگلستان کو نہ جائین گے۔"
ننھی۔" خدا نے آپ کو میرے حال پر اس قدر مہربان کر دیا ہے کہ مجھے اپنی خوش نصیبی پر ناز ہے۔"
میم صاحب۔" افسوس تم شادی کو پسند ہی نہین کرتین۔ اس کو ہماری خاطر سے تم منظور کر لیتین تو ہم تمھاری طرف سے نہایت مطمئن ہو کر کلکتہ مین بیٹھتے۔ بلکہ تمھین اور تمھارے دولھا دونون کو بلوا کے وہان اپنے ساتھ رکھتے۔"
ننھی۔" اس مین مجبور ہون۔ آپ کی شفقتون کا خیال کر کے مجھے اپنی ضد پر بڑی شرم آتی ہے۔ اور آپ کی نافرمانی کے خیال سے اپنے اوپر لعنت ملامت کرنے لگتی ہون۔ لیکن یہ نہین گوارا ہوتا کہ اس کو قبول کر لون۔"
صاحب۔" نہین تم اپنی مرضی کے خلاف نہ کرو۔ ہم کو اس معاملے مین بالکل اصرار نہین ہے۔ جب تک جی چاہے کنواری بیٹھی رہو۔ اور جب دل مین آئے شادی کر لینا۔ ہمین تو جو کچھ صدمہ ہے تم سے چھوٹنے کا ہے۔"
ننھی۔" آپ کو تو محبت کی وجہ سے صدمہ ہے۔ مگر مین اپنی بیکسی کے خیال سے گھبراتی ہون۔ اور یہ غیر ممکن ہے کہ سوا اُس شخص کے جس کی ہو چکی ہون کسی اور کی ہون۔ سب سے آسان یہ تھا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلتے۔"
میم صاحب۔" ابھی یہ مناسب نہین ہے۔ سارے شہر والے تم کو اور ہم کو دونون کو بدنام کرین گے۔ بعد ازان پھر اگر یہ دن مین شہرت ہو گی۔ اور وہ بھی بُری نگاہ سے دیکھین گے۔ دنیا بُرائی ہی دیکھتی ہے! اور اچھے کو بھی

بُرا بنا دیتی ہے۔ ایسا ہی ہے تو کلکتہ مین چند روز قیام کرنے کے بعد ہم تھین بُلا لین گے۔ ساتھ لے چلنا بالکل خلاف مصلحت ہے۔ مگر تم گھبراؤ نہین۔ ہم زندگی مین ایسا انتظام کر جائین گے کہ ہمارے بعد تم کو پہلے سے زیادہ آرام ملے گا"۔

ننھی "تو آپ کب تشریف لے جائین گے؟"

صاحب "ہم اِسی ہفتے مین چلے جائین گے۔ پرسون مسٹر گف مین آکے مجھ سے عہدے کا چارج لے لین گے۔ چارج دینے کے بعد مین تین روز اور ٹھہرون تاکہ گفمین کی میم صاحب کو لاکے تھین اُن سے ملا دون۔ اور یہ کوشش کرون گا کہ میرے بعد وہ تمھاری متکفل ہو جائین"۔

یہ کہہ کر کپتان صاحب اور اُن کی میم چلی گئین۔ اور ننھی نئی اُدھیڑبُن مین پڑ گئی۔ چوتھے روز لیڈی مکنتاش آئین اور لیڈی گفمین کو بھی اپنے ساتھ لیتی آئین نئی میم صاحب ننھی سے مل کے بہت خوش ہوئین۔ اور وعدہ کیا کہ روز آکے اُس سے فارسی پڑھا کرین گی۔ اور اُسے انگریزی کی استعداد بڑھانے مین مدد دین گی۔

تھوڑی دیر باتین کرنے کے بعد دونون میمین واپس گئین۔ اور کپتان صاحب کے جانے کا دن جو جو قریب آتا جاتا تھا ننھی کی ہول بڑھتی جاتی تھی۔ آخر اُس کے تیسرے روز صبح ہی کپتان صاحب مع میم صاحب کے رخصت ہونے کو آئے۔ ایسی شفیقون سے جدا ہوتے وقت ننھی بہت پھوٹ پھوٹ کے روئی۔ اور کہا "مین بڑی بدقسمت ہون۔ جس کسی نے میری پرورش اپنے ذمے لی وہ مجھ سے چھین ہی لیا گیا۔ پہلے واقعے تو بچپن اور ناسمجھی کے زمانے کے تھے۔ مگر یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ دیکھیے مین اس کو کیسے جھیلتی ہون؟"

صاحب "ہم لوگون کو دیکھو کہ اکثر اپنے عزیزون والدین اور بیوی بچون تک سے جُدا ہو کر ہزارون کوس کی مسافت پر چلے آتے ہین تمھارے لیے تو یہ بڑے اطمینان اور خاطرجمعی کی بات ہے کہ ہم ہندوستان سے باہر نہ جائین گے۔ چند ہی روز کا سفر اختیار کر کے تم ہمارے پاس اور ہم تمھارے پاس آسکتے ہین۔ ہم کو تم سے ایسی محبت ہے کہ بغیر تم سے ملے اور تمھاری

صورت دیکھے ہم سے رہا ہی نہ جائے گا"

باوجود مستقل مزاج اور ضابطہ ہونے کے رخصت ہوتے وقت کپتان صاحب اور اُن کی بیوی نے بھی آنسو بہائے۔ اور بغلگیر ہو کے چلے گئے۔ اس لیے کہ دو گھنٹے ہی کے بعد اُنھین کانپور کی طرف سفر کرنا تھا۔

اُن کے جانے کے بعد لیڈی گفین روز آنے لگین۔ اور اُن سے بھی ایسی خالص دلی محبت ظاہر ہوئی کہ ننھی اُن کا دم بھرنے لگی۔ اور اُن کی بھی یہ حالت تھی کہ جس قدر ننھی کے پاس دل لگتا اور کہین نہ لگتا۔ ننھی اپنی اُسی قدیم وضع پر قائم تھی کہ شادی کا پیام دینے کے اندیشے سے کسی ہندوستانی عورت سے نہ ملتی۔ اور نہ کسی گھر سے ایسے تعلقات پیدا کیے کہ وہان آئے جائے۔ اُس کی دنیا بس گھر کی چار پانچ خادمائین دروازے کے دربان اور خدمتگار تھے۔ یا لیڈی گفین تھین جن کی صورت دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہو جاتی۔ افسران رزیڈنسی کی چند اور میمین بھی لیڈی گفین کے ساتھ کبھی کبھی اُس سے ملنے کو آجاتین۔ مسز گفین کے ذریعے سے اُس کو کپتان صاحب کے خطوط ملتے جو ہر مہینے مین وقت کی پابندی سے آیا کرتے۔ اور وہی اُس کی پان سو روپیہ کی تنخواہ رزیڈنسی کے خزانے سے ہمیشہ وصول کر کے دیجایا کرتین۔ لیڈی گفین تو اُس سے ایک خیراندیش مان اور ہمدرد مربیہ کی حیثیت سے ملا کرتی تھین وہ اُس کے طرز عمل اور سلیقے کی نگرانی کرتین۔ گرہستی اور حساب کتاب رکھنے مین اُس کی خوش انتظامی دیکھ کر خوش ہوتین اور کوئی مہینہ نہ گزرتا جس مین وہ دو تین بار کسی نہ کسی کام پر خوش ہو کے اُسے انعام نہ دیتی ہون۔ برخلاف اُن کے لیڈی گفین ننھی کی مشیر کار اور انیس غمگسار تھین بغیر اُن کے مشورے کے وہ کوئی کام نہ کرتی۔ اور وہ بھی اکثر دن دن بھر اُس کے پاس اُسی طرح بیٹھی رہتین جیسی کوئی سہیلی کسی ہم مذاق سہیلی کے پاس رہتی ہے۔

ایک دن وہ لیڈی گفین کو سبق پڑھا رہی تھی کہ خادمہ نے آکے ڈرتے ڈرتے کہا "ایک صاحب دروازے پر کھڑے ہین۔ اور حضور سے ملنا

چاہتے ہین"
ننھی "(حیران ہو کر) "مجھ سے ملنا چاہتے ہین! آخر کون ہین؟ کہان سے آئے ہین؟ کچھ دریافت بھی تو کر لیا ہوتا"
خادمہ "ہزار پوچھا کچھ نہین بتاتے۔ بس یہ کہتے ہین کہ خود اُن کو بتاؤن گا۔ اے حضور وہ تو گھر کے اندر گھسے آتے تھے۔ دربانون نے زبردستی روکا۔ ڈیکیل کے پردے کے پاس سے الگ کر دیا۔ اور کہا جب تک اندر سے اجازت نہ ہو ہم نہ جانے دین گے"
ننھی "سمجھ مین نہین آتا کہ یہ کون نئے عزیز پیدا ہو گئے؟ جا کے کہو اپنا نام اور پتہ بتائین۔ بغیر اس کے مین اندر نہین بُلا سکتی۔ مین دنیا مین نہ کسی عزیز کو جانتی ہون نہ قریب کو"
مغلانی "اے حضور آپ کے چچا کے بیٹے نہ ہون جو جج کو گئے تھے"
لیڈی گفیمن "اچھا مین جا کے سب باتین پوچھے آتی ہون" یہ کہا اور اُٹھ کے ڈیوڑھی مین گئین۔ دیکھا کہ ایک نوعمر نوجوان جو وضع قطع سے شریف زادہ معلوم ہوتا ہے اندر آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سِن اٹھارہ اُنیس سال سے زیادہ نہ ہو گا۔ لیڈی صاحب نے پوچھا "آپ کون ہین؟ اور ننھی سے کیا قرابت رکھتے ہین؟"
نوجوان "مین اُن کا بہت ہی قریب عزیز ہون۔ سامنا ہو گا۔ اور حال سُنین گی تو فوراً پہچان لین گی"
میم صاحب "لیکن بغیر رشتے اور قرابت کا حال جانے وہ اندر کیسے بُلا سکتی ہین؟ اور نہین تو یہی بتایئے کہ آپ کہان سے آئے ہین؟"
نوجوان "مین سندیلے سے آیا ہون" یہ جواب سُن کے میم صاحب نے کہا "آپ ذرا ٹھہرین۔ مین بیگم صاحب سے دریافت کر دون۔ اگر پہچان سکین تو بُلا لین گی" اور اندر آ کے ننھی سے کہا "یہ نوعمر شخص سندیلے سے آیا ہے"
ننھی "سندیلہ اگرچہ ہمارا وطن ہے۔ مگر مین وہان کے لوگون مین سے کسی کو

نہین پہچانتی - اور جہان تک سُنا ہے وہان میرا کوئی ایسا عزیز نہین جو محرم ہو - دور کے قرابت دار ہین - مگر اُن کے سامنے مین نہین آ سکتی" یہی میم صاحب نے آکر نووارد نوجوان سے کہہ دیا - سُن کے وہ مُسکرایا - اور کہنے لگا "بیگم صاحب سے جا کے کہیے کہ مین اُن کا بھائی اور مولوی صفی اللہ کا بیٹا ہون"

ننھی میم صاحب کی زبانی یہ سُن کر نہایت حیرت کے ساتھ بولی "مین نے تو کبھی نہین سُنا کہ میرے والد کا کوئی لڑکا ہے - امان جان کو مین نے ہوش آنے کے بعد اچھی طرح دیکھا اُن کا کوئی بھی بیٹا ہوتا تو گھر مین کبھی آتا جاتا - یا وہ اُس کا ذکر کرتین - نوجوان نے کہلا بھیجا کہ "مولوی صفی اللہ نے ایک اور شادی کی تھی - ممکن ہے کہ اُس کی خبر آپ کو نہ ہو - مگر اس مین شک نہین کہ مین آپ کے باپ کا بیٹا اور آپ کا سوتیلا بھائی ہون" یہ بیان سُن کے ننھی دیر تک غور کرتی رہی کچھ سمجھ مین نہ آتا تھا کہ کیا جواب دے - اور اِن نئے بھائی صاحب کے ساتھ کیا برتاؤ کرے - آخر دل مین یکسوئی پیدا کر کے کہلا بھیجا "آپ کہتے ہین تو بیشک میرے بھائی اور والد کے فرزند ہون گے - مگر مین آپ سے بالکل ناواقف ہون - اور نہ کبھی والد یا والدہ یا چچا اور چچی سے سُنا تھا کہ دنیا مین میرا کوئی اتنا قریبی عزیز موجود ہے - میرا پُرانا مکان خالی پڑا ہے - میرے آدمی کے ساتھ آپ اُس مین جا کے قیام فرمائین - مین تحقیق کرتی اور پتہ لگاتی ہون - اگر ثابت ہو گیا کہ آپ حقیقت مین میرے بھائی ہین تو سامنے آنے لگون گی لیکن ابھی بغیر اطمینان کیے مین سامنا نہین کر سکتی - اور جب تک پتہ لگے آپ میرے مہمان ہین - کھانا دونون وقت یہان سے پہونچے گا - اور تمام ضروری سامان فراہم کر دیا جائے گا"

نوجوان - (میم صاحب کے توسط سے) "آپ کو اعتبار ہی نہین تو مین غیرون کی طرح رہنا نہین چاہتا - یہ ممکن ہے کہ آج ہی مین قرابت کے ثبوت مین گواہ پیش کر دون - سارا شہر جانتا ہے کہ مین مولوی صفی اللہ کا بیٹا ہی اسعد ہون" اس کا جواب دیا گیا کہ "مین نہ آپ سے گواہیان چاہتی نہ ثبوت مانگتی ہون

جب تک خود تحقیق نہ کر لون گی سامنے نہ آؤن گی"۔
نبی اللہ "خیر خدا حافظ نہ ملیے۔ جاتا ہون۔ مگر یاد رہے کہ اس بے اعتنائی کا انجام اچھا نہ ہو گا"۔
یہ کہہ کے وہ نوجوان چلا گیا۔ اور ننھی سخت حیران تھی کہ یہ میرے بھائی کہان سے پیدا ہو گئے۔ اور اُسی وقت نوکرون کے پاس کہلا بھیجا کہ ایک شخص اس نوجوان کے پیچھے چلا جائے اور دیکھ آئے کہ یہ کہان مقیم ہے۔ اور کن لوگون مین رہتا ہے"۔ پھر لیڈی گفیس سے کہا "آپ بھی مہربانی فرما کے پتہ لگائیے کہ یہ کون شخص ہے۔ اور مولوی عزیز اللہ مرحوم سے کیا قرابت رکھتا ہے"۔
لیڈی صاحب وعدہ کر کے واپس گئین۔ اور ننھی کی یہ حالت ہو گئی کہ اِس مجہول الحال نوجوان کا واقعہ کسی طرح دھیان سے اُترتا ہی نہ تھا۔

بارھوان باب

فتنہ انگیز بھائی

اِس واقعے کو ایک ہفتہ گزر گیا جبکہ ننھی کو مری اور کیتیان کنتاش کو لکھنؤ سے گئے تین سال ہو گئے ہین۔ نبی اللہ کے بھائی ہونے کا مطلق پتہ نہ لگا۔ جو آدمی اُن کے پیچھے دوڑایا گیا تھا اُس سے معلوم ہوا کہ ننھی کے یہان سے واپس جا کر وہ پہلے راجہ کے بازار مین اپنے کسی ملاقاتی سے ملنے کو گیا۔ گھڑی بھر کے بعد وہان سے اُٹھ کے مفتی گنج پہونچا۔ اور ایک گھر مین چلا گیا۔ آدمی نے دو ایک محلے والون سے پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا کہ نبی اللہ نام کا کوئی شخص اس گھر مین رہتا ہے۔ آدمی ہوشیار اور ٹوہی تھا دیر تک وہین ٹہلتا رہا۔ کوئی پہر بھر کے بعد کسی شخص نے دروازے پر آ کے دستک دی وہی نوجوان نکل کے باہر آیا۔ کچھ دیر تک باتین کرتا رہا۔ پھر رخصت ہو کے واپس روانہ ہوا۔ کچھ دور نکل جانے کے بعد آدمی اُس سے ملا۔ اور اِدھر اُدھر کی چند باتون

کے بعد اس شخص کا پتہ پوچھا جس سے وہ ملا تھا۔ اس نے تھوڑے سے تامل کے بعد اپنا اطمینان کر کے بتایا کہ اُن صاحب کا اصلی نام تو مجھے نہیں معلوم مگر عام طور پر ننّن ننّن کہلاتے ہین۔

آدمی نے واپس آکر ان واقعات کی اطلاع ننھی کو کی تو وہ بہت گھبرائی کہ یہ کیا آفت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کون نئے بھائی پیدا ہو گئے جن کا مین نے کبھی نام تک نہین سُنا۔ مگر دل مین کہا "چاہے کوئی ہو مین اس حال مین کسی سے نہین مل سکتی۔ سگے بھائی بھی ہوتے تو مین ان سے ملنا ہرگز گوارا نہ کرتی۔ یہ تو سوتیلے ہین۔ چچا جان مرحوم کا طریقہ مشہور تھا کہ اُنھون نے سارے عزیزون اور دوستون سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ کوئی ہزار قرابت و دوستی ظاہر کرے وہ پسند نہ کرتے تھے نہ کسی کے وہان جاتے اور نہ کسی کو اپنے یہان بلاتے۔

دوسرے دن مسز گفین آئین تو اُن کو بتایا کہ جو بھائی ہونے کے دعویدار ایک ہفتہ ہوا آئی تھی۔ اُن کا پتہ میرا آدمی صرف اس قدر دریافت کر سکا کہ ننّن کہلاتے ہین اور مفتی گنج مین رہتے ہین۔ فرض کیجیے کہ میرے بھائی ہی ہین مگر جس بیہودہ طریقے سے گھر کے اندر گھسے آتے تھے اُس نے میرے دل مین ایک "ہلچل سی پیدا کر دی ہے۔ رات دن اسی پریشانی اور اُلجھن مین رہتی ہون اور ایک گھڑی کو بھی آنکھ نہین لگتی آپ ہی بتائیے کہ مین اس بارے مین کیا کرون؟"

مسیم صاحب "کوئی گھبرانے کی بات نہین ہے۔ پہرے والون کو تاکید کر دیجیے کہ ہوشیار رہین۔ اور کسی کو ڈیوڑھی کے اندر قدم نہ رکھنے دین۔ اور رکھیے تو مین اپنے صاحب سے ذکر کر کے پتہ لگاؤن کہ یہ کون شخص ہے۔ اور حقیقت مین آپ کا عزیز ہے یا نہین"

ننھی "ضرور۔ بس یہی مین چاہتی تھی۔ کیا کہون کہ تنہا رہنے اور کسی مربی و خبر گیران کے نہ ہونے سے مین کیسی آفتون مین گھری رہتی ہون۔ اب آپ کے سامنے کیسی بےحیائی اختیار کرون؟ مین شادی جو نہین کرتی تو ہر طرف سے مجھ پر یورشین ہو رہی ہین" پھر اُن سے تمام آنے والیون اور خادماؤن کے

بار بار پیام لانے۔ اور طرح طرح کی سازشین کرنے اور آخر اُن سب کی آمد و رفت بند کر دینے اور اُن سب کو ایسی تحریکون اور سازشون سے بالکل روک دینے اور ڈرانے دھمکانے کا تذکرہ کر کے کہا "انھین آفتون کو دیکھ کر مین نے سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ اس پر یہ لوگ طرح طرح کی تہمتین لگانے اور بدنام کرنے لگے۔ اب میری یہ حالت ہو رہی ہے کہ ساری خدائی دشمن نظر آتی ہے۔ اور اپنے سایے تک سے بھڑکتی ہون"

میم صاحب "تمھارے شادی سے نفرت کرنے اور اپنے گم شدہ منگیتر کے نام پر کنوارے بیٹھے رہنے کا سب حال مجھ سے لیڈی نکنتاش نے بیان کیا تھا اگرچہ میری سمجھ مین نہین آیا کہ تمھین شادی سے کیون ایسی نفرت ہے۔ اور تمھارے منگیتر مین کون سی خوبی تھی کہ اب اپنی پسند کا کوئی دولھا ملتا ہی نہین؟"

ننھی "نہ مجھے یہ معلوم کہ اُس مین کون سی خوبیان تھین۔ اور نہ یہ جانتی ہون کہ اُس مین کیسی برائیان تھین۔ بغیر اُس کے اچھے بُرے ہونے کے خیال کے مین یہ سمجھتی ہون کہ اُس کی ہو چکی اور اُس کے سوا اور کسی کی نہین ہو سکتی۔ مگر یہ ایسی بات ہے جو شاید آپ کی سمجھ مین نہ آسکے گی۔ کیونکہ آپ کے یہان کے طریقے اور ہین اور ہمارے یہان کے اور۔ آپ کے یہان لڑکیان خود اپنے دولھا کو ڈھونڈھ نکالتی اور اپنی پسند سے شادی کرتی ہین۔ اور ہمارے یہان لڑکیون کو اُن کے ولی جس کے ساتھ چاہتے ہین بیاہ دیتے ہین۔ خیر اِن باتون کو چھوڑیے۔ اور یہ پتہ لگائیے کہ یہ کون شخص تھا۔ اور کیون آیا تھا۔ اور ہو سکے تو اُسے سمجھا دیا جائے کہ پھر میرے دروازے پر نہ آئے"

میم صاحب "مین آج اپنے صاحب سے کہون گی۔ اور امید ہے کہ وہ ضرور اس کی کوشش کرین گے" اس کے بعد میم صاحب اپنا سبق پڑھ کے چلی گئین۔ اور شام کو معلوم ہوا کہ نبی اللہ صاحب پھر دروازے پر موجود ہین۔ اور کہہ رہے ہین کہ مین اپنے ساتھ سندیلے کے کئی گواہ لایا ہون کہ بیگم صاحب پردے کی آڑ مین کھڑی ہو کر اُن سے دریافت کر لین۔ اور

مجھے فوراً اندر آنے کی اجازت دین تاکہ مین اپنی اُن بہن کی صورت دیکھون جن کے دیکھنے کا حد سے زیادہ اشتیاق ہے"۔

نتھی یہ سُن کر اور زیادہ گھبرائی۔ ایک خادم کو چپکے سے بھیجا کہ لیڈی گفین کو بُلا لائے۔ اور بنی اللہ کے پاس ایک پیش خدمت کی زبانی کہلا بھیجا کہ "مجھے نہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ گواہی لینے کی چچاجان مرحوم نے اپنے تمام عزیزون سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ اُسی کے مطابق مین بھی کسی عزیز سے نہین ملتی۔ اس لیے آپ واپس جائین۔ اور پھر کبھی یہان آنے کا ارادہ نہ کرین"۔

بنی اللہ۔ (کمال برہمی سے) "بیگم صاحب کو شرع کے خلاف کرنے کا کیا حق ہے۔ وہ محرمون سے پردہ نہین کر سکتین فرنگی محل سے استفتا دستخط کرا کے منگا لین"۔ اس کا جواب دیا گیا کہ بے شک محرمون کے سامنے آنا جائز ہے۔ مگر فرض نہین۔ مجھے اختیار ہے کہ کسی کے سامنے چاہون آؤن چاہون نہ آؤن مین نے دل مین فیصلہ کر لیا ہے کہ کسی عزیز سے نہ ملون گی"۔

ولی اللہ۔ "یہ خوب کہی۔ اجی اُن سے جا کے کہو کہ مین بھائی ہونے کی وجہ سے اُن کا ولی ہون۔ مجھے حق ہے کہ اُن کو جس طرح چاہون رکھون۔ مین اُن کو تنہا نہین چھوڑ سکتا۔ ایک بالغ عورت کو بغیر کسی محرم کے رہنا حرام ہے۔ اس لیے مجھے اندر آنے کا حق حاصل ہے۔ اور بے تکلف گھس پڑون گا"۔

یہ جواب سُن کے نتھی تھر تھر کانپنے لگی۔ اور دعا مانگنے لگی کہ خداوندا میم صاحب جلدی آ جائین۔ یہ شخص تو آبرو کا درپے معلوم ہوتا ہے اتنے مین بنی اللہ نے زبردستی اندر آنے کا قصد کیا۔ مگر دربانون نے پیچھے ڈھکیل کے ڈیوڑھی کے باہر کر دیا۔ اور بنی اللہ نے باہر کھڑے ہو کے چلانا غل مچانا اور نوکرون سے لڑنا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر بہت سے پاس پڑوس کے لوگ اور راہ گیر جمع ہو گئے۔ ... کر بنی اللہ نے تلوار کھینچ لی ڈیوڑھی کا ایک دربان نے فوراً بنچہ سیدھا کیا کہ زیادہ ٹر ٹر کی تو بھونک دون گا۔ ہم یہ تلوار اُٹھائے چلے ہین۔ جب تک اندر سے اجازت نہین ملتی اگر چوکھٹ

قدم رکھا تو اسی جگہ ڈھیر کر دون گا"

یہ ہنگامہ مچا ہوا تھا کہ لیڈی گفین آگئین۔ اُنھون نے یہ حالت دیکھی تو حیران و ششدر رہ گئین۔ اور نبی اللہ سے کہا "تم زبردستی گھر کے اندر گھس پڑو گے؟ یہ بھی خبر ہے کہ یہ گھر اور گھر کی بیگم رزیڈنسی کی حمایت مین ہین؟"

نبی اللہ "کوئی اُن کا حامی ہو مجھے نہین روک سکتا۔ مین بھائی ہون۔ محرم ہون۔ اور ولی ہون۔ نہ وہ پردہ کر سکتی ہین اور نہ میرے حکم سے باہر ہو سکتی ہین۔ اور مجھے اختیار ہے کہ جس طرح اور جہان چاہون رکھون۔ (عام مجمع کیطرف متوجہ ہو کر) بھلا کوئی جوان عورت اپنے محرم اور ولی سے الگ ہو کر یون آزاد رہ سکتی ہے؟ یہ شرع کا مسئلہ اور دین کا معاملہ ہے۔ شک ہو تو جا کے مولوی صاحب سے پوچھ لو۔ اس مین وزیر سلطنت ہون تو کیا کر لین گے؟ اور بڑے صاحب (صاحب رزیڈنٹ) ہون تو کیا بنا لین گے؟ کسی کی مجال نہین کہ مجھے اندر جانے سے روک سکے"

یہ تقریر سُن کر میم صاحب اندر آئین۔ یہان دیکھا تو ننھی دروازے کے پاس کھڑی زار و قطار رو رہی ہے۔ میم صاحب کی صورت دیکھتے ہی جان مین جان آگئی۔ اور کہنے لگی "خدا کے لیے میم صاحب میری آبرو بچائیے۔ مین نے آج تک کبھی نہ کسی بھائی کا نام سُنا نہ کسی عزیز کا۔ خدا جانے یہ کون ہے کہ زبردستی گھسا پڑتا ہے"

میم صاحب "گھبراؤ نہین۔ غل مچاتا ہے تو مچانے دو۔ اور مین دیکھو اسی وقت فیصلہ کیے دیتی ہون" یہ کہتے ہی ننھی کو تسلی دے کے باہر نکلین۔ اور نبی اللہ سے کہا "سنو۔ نہ اس شور و غل مچانے سے کچھ ہوگا۔ نہ مولوی صاحب سے فتویٰ لینے سے۔ اگر تمھین ولی ہونے کا دعویٰ ہے تو رزیڈنسی مین چل کے بڑے صاحب کے سامنے اپنی بھائی اور ولی ہونے کا ثبوت دو"

نبی اللہ۔ (اور زیادہ چیخ کر) "اب رزیڈنٹ صاحب دین کے

معاملون مین کیا دخل؟ میری بہن ہے۔ اُس کے پاس جانے سے روکنے والے وہ کون ہو سکتے ہین؟"

میم صاحب "بیشک دین کی باتون مین رزیڈنٹ صاحب کو دخل نہین مگر اِس کا کیا علاج کہ جن بیگم صاحب کو تم اپنی بہن بتاتے ہو اُنھون نے نہ تمھین کبھی دیکھا۔ نہ تمھارا نام سُنا۔ نہ اُنھون نے اپنے بزرگون سے سُنا کہ دنیا مین اُن کا کوئی بھائی موجود ہے۔ بغیر تحقیق کیے ایک انجان شخص کو کیسے اندر بُلا لین؟"

نبی اللہ "انجان ہونے سے کیا رشتہ جاتا رہتا ہے؟"

میم صاحب "اُس رشتے کا ثبوت تو دو"

نبی اللہ "جب وقت آئے گا ثبوت بھی دے دین گے۔ تین گواہ موجود ہین۔ اُن سے پوچھ لو۔ اور ثبوت لینے والی تم کون ہوتی ہو؟ تم کو میرے معاملے مین بولنے کا کوئی حق نہین ہے۔ آئین وہان سے ہنگامہ برپا کرتا ہوا" [?]

اس توہین آمیز جواب پر میم صاحب کو بڑا غصہ آیا۔ وہ جھنجلا ہی رہی تھین کہ رزیڈنسی کی فوج کے دس باقاعدہ سپاہی سنگینین لیے ہوئے آ گئے۔ اور اس کا باعث یہ ہوا کہ میم صاحب نے آتے ہی نبی اللہ کو ہنگامہ مچاتے اور زبردستیان کرتے دیکھا تو ڈیوڑھی کے ایک آدمی کو اپنے شوہر کے پاس دوڑا دیا تھا۔ اُنھون نے فوراً ایک گارد وہ بھیج دیا۔

اِس وقت یہان ہزارہا آدمیون کا مجمع تھا جن کے بیچ مین نبی اللہ کھڑا غل مچا رہا تھا۔ اُس نے جو گارد کے سپاہیون کو دیکھا تو مجمع مین گھس کے بھاگا۔ اور غائب ہو گیا۔ سپاہیون کے لیے مجمع کو ہٹا کے اُس کا پیچھا کرنا دشوار تھا۔ ہر طرف ڈھونڈھا۔ مگر اُس کا کہین پتہ نہ لگا۔

میدان صاف دیکھ کر میم صاحب اندر آئین۔ اور ننھی سے کہا "لو وہ بدمعاش بھاگ گیا"

ننھی "اِس وقت آپ کے سپاہیون کو دیکھ کر بھاگ گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا تو مین کیا کرون گی؟ اِس وقت آپ نے گارد بُلا لیا

یہ سپاہی ہر وقت یہان رہنے سے رہے"۔
میم صاحب" آپ اطمینان رکھین۔ یہ لوگ یہین دروازے پر رہین گے۔ اور جب تک ضرورت ہے مین اُن کو آپ کی ڈیوڑھی ہی پر مقرر کرا دون گی۔ اور اس بدمعاش کا گھر تو معلوم ہی ہو گیا ہے۔ مین آج ہی اُس کو پکڑوا بلاؤن گی۔ آپ بالکل پریشان نہ ہون۔ مین جاتی ہون۔ اسی وقت اُس کی گرفتاری کا بندوبست کر دون گی"۔

یہ کہہ کے میم صاحب باہر نکلین۔ اور ڈیوڑھی کے اُس آدمی کو جو نبی اللہ کا مکان دیکھ آیا تھا ساتھ لے کر نھنی کو واپس گئین۔

تیرھوان باب

بدمعاش بنے ہوئے بھائی کا حشر

مسز گفین نے یہ واقعات جاتے ہی اپنے شوہر سے بیان کیے اور نھنی کی ڈیوڑھی کے خادم کو اُن کے سامنے لیجا کے کھڑا کر دیا۔ اُنھین اپنی بیوی کے ساتھ گستاخی کیے جانے پر بڑا غصہ آیا۔ اُسی وقت اُٹھ کے رزیڈنٹ صاحب کے پاس گئے۔ اور ساری سرگزشت بیان کر کے کہا "نھنی کپتان نکنتاش کی بیٹی ہے۔ جس کو وہ ہماری حفاظت مین چھوڑ گئے ہین۔ اُس پر کسی قسم کی زیادتی کو ہم گوارا نہین کر سکتے۔ اور پھر اُس شریر آدمی نے جو نبی اللہ اپنا نام بتاتا ہے میری بیوی کی بھی توہین کی۔ ضرورت ہے کہ وہ اسی وقت بلا کے گرفتار کر لیا جائے۔ اور جو فوجی گارد نھنی کے وہان بھیجا گیا ہے چند روز تک وہین مقرر کر دیا جائے۔ تاکہ پھر کبھی اُس بدمعاش یا اُس کے ساتھیون کو ستانے کی جرأت نہ ہو"۔

رزیڈنٹ صاحب" گارد کے وہان رہنے مین مضائقہ نہین۔ اس لیے کہ اُس لڑکی کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور مسز گفین کے

ساتھ جو گستاخی کی گئی وہ بھی ناقابل برداشت ہے۔ گرمین بغیر وزیر سلطنت سے مشورہ کیے اُس کی گرفتاری مناسب نہین جانتا۔ وہ قرابت مذہب اور دین کا نام لیتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری دخل دہی سے عوام مین شورش پیدا ہو جائے۔ اور اس کے بارے مین جو کچھ کارروائی ہو گی سوچ سمجھ کے عمل مین آئے گی"۔

گفین "میرے نزدیک اُسے بُلا کے اپنی حراست مین لے لینا چاہیے۔ پہلے پتہ لگایا جائے کہ یہ کون ہے۔ اور مولوی عزیز اللہ مرحوم سے کیا قرابت رکھتا ہے۔ پھر عالمون سے فتویٰ لیا جائے۔ اور اُسی کے مطابق کارروائی کی جائے"۔

رزیڈنٹ "اس مین مضائقہ نہین۔ مین آج ہی محکمۂ وزارت مین پرچہ و پیام بھیجتا ہون۔ اور جو کچھ کرون گا اُن لوگون کے مشورے سے کرون گا"۔

گفین "اور مین جا کے چند سپاہیون کو حکم دیتا ہون کہ بغیر وردی کے نبتی کے ساتھ اس شخص کے گھر پر جائین۔ اور اُسے جس طرح ممکن ہو اپنے ساتھ لے آئین"۔

رزیڈنٹ "بہتر اُسے بُلوائیے۔ اور جیسے ہی آئے میرے پاس لے آئیے"۔

مسٹر گفین نے اپنے مکان پر آ کے اُسی وقت فوج کے دس سپاہیون کو بلا کے ملازم کے ساتھ کر دیا۔ اور کہا "جہان یہ آدمی لے جائے جاؤ۔ اور جس کو بتائے برضامندی یا جبر جس طرح بنے اپنے ساتھ یہان لے آؤ۔ گر وردی اُتار کے جاؤ۔ اور اگر وہ گھر پہ نہ ملے تو اُس کے قریب ہی ٹھہرے رہو۔ اور جس وقت گھر مین آئے پکڑ لو"۔

یہ سب سیدھے یہان سے مفتی گنج پہونچے۔ خدمتگار نے سب کو قریب ہی ایک جگہ کھڑا کر دیا۔ اور دروازے پر جا کے آواز دی "نبتن صاحب!"۔ اندر سے آواز نہ آئی کہ "نبن صاحب ابھی گھر مین نہین آئے"۔ یہ سُن کر وہ دروازے کے پاس سے ہٹ آیا۔ اتفاقاً

اُس مکان کے برابر والے مکان سے ایک صاحب نکلے۔ اُن سے پوچھا "نبن صاحب کس وقت آئین گے؟" اُنھون نے کہا "مجھے کیا معلوم؟" کہا "مین ایک ضروری کام کو اُن کے پاس آیا ہون۔ اور حکم ہے کہ جب تک گھر مین آئین مین یہین ٹھہرا رہون۔" پوچھا "کس نے بھیجا ہے؟" کہا "ایک بیگم صاحب کا نوکر ہون۔ اُنھین نے بھیجا ہے۔" پوچھا "کیا بُلایا ہے؟" جواب دیا "جی ہان بلایا ہی ہے۔" پھر اُن سے دو چار باتین دریافت کرنے کے بعد اُس خادم نے پینے کو پانی مانگا۔ وہ صاحب کٹورے مین پانی لائے۔ اور ساتھ ہی دو موڑھے بھی اندر سے نکال لائے۔ اور کہا "تو آپ کب تک کھڑے رہین گے؟ بیٹھ جائیے۔ دو گھڑی باتین ہونگی اتنے مین نبن صاحب بھی آجائین گے۔" اس کے بعد خادم بڑی دیر تک اُن صاحب سے باتین کرتا رہا۔ یہان تک کہ رات ہو گئی۔ اور جب خوب اندھیرا ہو لیا تو نبن صاحب اس شان سے آئے کہ سر پہ دوپٹہ لپیٹے ہوئے تھے۔ اور پھر پھر کے پیچھے دیکھتے جاتے تھے۔ دروازے کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ نوکر نے بڑھ کے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا "مجھ سے دو باتین کرتے جائیے۔"

نبن۔ "(رُک کر) "آپ کون صاحب ہین؟"

خادم۔ "مجھے ننھی بیگم صاحب نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے ناحق کو اِس قدر شور و ہنگامہ مچایا۔ جب آپ بھائی ہین تو پھر مجھے آپ سے پردہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ لیکن بغیر اس کے کہ اچھی طرح تحقیق کر لیا جائے مین کیسے آپ کو اندر بُلا لون؟"

نبن۔ "اور تمھین میرا مکان کیسے معلوم ہوا؟"

خادم۔ "جس وقت آپ مسیم صاحب سے اُلجھ رہے تھے اُس وقت مین نے جن گواہون کو آپ ساتھ لائے تھے اُن مین سے ایک سے آپ کا پتہ پوچھ لیا تھا۔"

نبن۔ "جی اُڑائیے کسی اور کے سامنے جا کے۔ مین ایسے فریبون

مین نہین آتا۔ اُن گواہون مین سے کسی کو بھی میرا مکان نہین معلوم ہے۔ آپ کو کیسے بتا دیا؟"

خادم "خیر کسی طرح مجھے آپ کا گھر ملا۔ مگر آپ کو چلنے مین کیا عذر ہے؟"

نبن "جانے کو تو وہان روز جاؤن گا۔ اور اُسے مین اپنا ہی گھر سمجھتا ہو اِس لیے کہ تمھاری بیگم صاحب میری اطاعت پر مجبور ہین۔ اور اُنھین میرے حکم پر چلنا ہو گا۔ لیکن تمھارے کہنے سنے یا اُن کے بلانے پر ہرگز نہ جاؤن گا۔ وہ میری تابعدار ہین مین اُن کا تابعدار نہین ہون"

خادم "خیر وہ تابعدار ہون یا آپ مین تو بغیر آپ کو لیے نہ جاؤن گا"

نبن "از بردستی؟"

خادم "جس طرح آپ چلین" اس جواب پر نبن نے بگڑ کے کہا "مین تو یہان کسی شخص مین اتنی طاقت نہین دیکھتا کہ مجھے زبردستی لے جائے"

اتنے مین وہ سب سپاہی بھی ایک ایک کر کے پہونچ گئے۔ اور آہستہ آہستہ نبن کو اپنے حلقے مین کر لیا۔ پھر اُن مین سے ایک نے کہا "کیا ہے کیا؟"

نبن "جی یہ مجھے زبردستی لے جائین گے مین کوئی بچہ ہون کہ مجھ کو دین اٹھا لیجائین گے؟"

سپاہی "تو مضائقہ کیا ہے چلے جائیے" نبن نے اِس پر نہایت طیش کے ساتھ کہا "جی نہین ہرگز نہ جاؤن گا۔ اُن سے کہہ دینا کہ کل صبح کو مین آؤن گا! اسی گھڑی میرے آنے کی کیا جلدی پڑی ہے؟ اس وقت مجھے فرصت نہین ہے"

سپاہی "تو اچھا اُن کے پاس نہ جائیے۔ مگر میرے ساتھ رزیڈنسی مین تو تشریف لے چلیے گا۔ اس لیے کہ حضور صاحب عالیشان نے آپ کو یاد کیا ہے" یہ الفاظ سنتے ہی نبن صاحب کے چہرے کی رنگت اُڑ گئی اور بولی "اب اس وقت تو مین اِس قدر تھکا ہوا ہون کہ دو قدم بھی نہ چلا جائیگا"

سپاہی "ہمارے ساتھ دس اچھے موٹے تازے جوان موجود ہین۔ آپ سے نہ چلا گیا تو کندھا چڑھا لین گے"

نبن "اچھا تو مین گھر کے اندر جا کے ذرا پانی پی لون۔ آپ لوگ زبردستی کر رہے ہین تو مجبور ہون۔ چلون گا" سپاہی نے کہا "مجھے حکم ہے کہ آپ کو جس حال مین پاؤن لے جا کے حاضر کر دون۔ اندر جانے یا اپنی نظر سے

بیٹھنے کی اجازت تو ہم نہین دے سکتے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ یہین باہر پانی منگوا کے پی لین"۔ اب ننھن کے حسرت بھرے لہجے مین کہا "کیا مجبوری اور بے بسی ہے"۔ اِن الفاظ پر وہ صاحب جو خادم کے لیے ڈھونڈھنے نکال لائے تھے قریب آئے اور کہا "آخر معلوم تو ہو کہ اُن کا قصور کیا ہے؟ ان کو رزیڈنٹ سے کوئی تعلق ہے اور نہ وہان کے کسی آدمی سے۔ کسی اور کے دھوکے مین تو اِن کو نہین پکڑے۔ لیے جاتے ہو؟ بتاؤ تو سہی کہ اُنھون نے کس کو بلایا ہے؟"

سپاہی "نبی اللہ کو۔ اور کس کو؟" اس جواب پر وہ بڑے دسیا قہقہہ مار کے ہنسے اور کہا "تو جاؤ اپنا راستہ لو۔ یہان کوئی نبی اللہ نہین رہتے"۔

خادم "(حیرت سے) اور اِن کا نام کیا ہے؟"

بڑے دسی "اِن کا نام نواب علی ہے۔ اور ننھن ننھن مشہور ہین۔ اللہ کا کوئی نام اس محلے بھر مین نہین ہے"۔

خادم "اِن کا یہ نام ہو یا نہ ہو مگر ہم کو انھین کے لیجانے کا حکم ہے۔ یہ خود وہان اپنا نام نبی اللہ بتا آئے ہین"۔

بہر حال سارے محلے والے خاموش ہو رہے اور خادم اور وہ دس سپاہی ننھن صاحب کو اپنی حراست مین رزیڈنسی کے اندر لے آئے۔ اور مسٹر گفین نے فوراً ایلچی کے صاحب رزیڈنٹ کے سامنے حاضر کر دیا۔ اُنھون نے پوچھا "تمھارا نام نبی اللہ ہے؟ اور ننھی کے بھائی ہو؟"

ننھن "جی ہان۔ مگر عام لوگ میرا یہ نام نہین جانتے۔ سب مجھے ننھن کہتے ہین"۔

رزیڈنٹ "تم کو معلوم ہے کہ ننھی سرکار عظمت مدار انگریزی کی حمایت مین رہتی ہے"۔

ننھن "جی ہان سُنا تو تھا"۔

رزیڈنٹ "پھر تم اُن کے دروازے پر کیون گئے؟ یہان کیون نہ آئے؟"

ننھن "اپنی بہن سے ملنے مین مجھے اس کی ضرورت نہین معلوم ہوئی"۔

رزیڈنٹ "تمھارے پاس اِس کا ثبوت ہے کہ ننھی کے بھائی ہو؟"

نبن "اب اس وقت تو میرے پاس کوئی ثبوت نہین موجود ہے۔ کل پرسون اُن گواہون کو لاکے پیش کر دونگا جو میرے رشتے کو جانتے ہین"

رزیڈنٹ "ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے شور وغل اور شہدپن کی حرکتون سے ننھی کو بہت پریشان کیا۔ اور تمھاری حرکتین شریف لوگون کی سی نہین ہین۔ اور ہمارے مددگار کی میم صاحب کے ساتھ تم نے گستاخیان کین۔ لہذا ہم تم کو اپنی حراست مین رکھین گے۔ تم اپنے گواہون کو بلوا کے پیش کرسکتے ہو۔ جب اِس معاملے مین خوب تحقیقات کر لی جائے گی۔ اور عالمون سے فتوے لے لیا جائے گا۔ تو تم محکمۂ وزارت کے سپرد کر دیے جاؤ گے کہ وہان کی عدالت تمھارے مقدمے کا فیصلہ کرے"

خادم "حضور۔ مین ننھی بیگم صاحبہ کا نوکر ہون۔ جب یہ پہلے آئے ہین تو ان کے پیچھے پیچھے جا کے ان کا مکان دیکھ آیا تھا۔ اور جب اِنھون نے آج پھر آکے اُدھم مچایا تو مین کفین صاحب کے حکم سے اُسی پتے پر گیا۔ اور اُن کو زبردستی یہان پکڑ لایا۔ مین جب پہونچا ہون یہ گھر پر نہ تھے۔ اِن کے ایک پڑوسی سے مین نے اِن کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اِن کا اصلی نام نواب علی ہے۔ اور اپنے محلے مین نہایت شریر اور بدمعاش مشہور ہین۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اِن کو سندیلے سے کوئی تعلق نہین۔ بلکہ اِن کے والد مفتی گنج کے قدیم رہنے والے ہین جو اس وقت تک زندہ موجود ہین اور بادشاہ علی اُن کا نام ہے"

رزیڈنٹ "اچھا اس کو بھی تحقیق کر لیا جائے گا۔ جس شخص سے تم نے یہ باتین سُنی ہین اُس کو بھی بلا لانا"

خادم کا بیان سُن کر نبن کے ہوش جاتے رہے۔ اور مارے خوف کے کانپنے لگا۔ مگر صاحب عالیشان نے مقدمہ کو ایک ہفتہ کے لیے ملتوی کر دیا۔

دوسرے ہفتے مین مقدمہ ہوا جس مین صاف کھل گیا کہ بھائی بننا صرف نبن کی بدمعاشی تھی۔ اُس نے ننھی کی ایک ملازمہ سے اُس کے حُسن وجمال اور اُس کی دولتمندی کا حال سُن کر ارادہ کیا کہ بھائی بن کر اُس کے گھر مین رسائی پیدا کرے۔ اور چند روز بعد مجبور کر کے اُسے اپنی جورو بنا لے۔ پوری کارروائی فوراً محکمۂ وزارت مین لکھ

بھیجی گئی۔ اور ہدایت کی گئی کہ ایسے بدمعاش کو سخت سزا دی جائے۔ وزارت مین بہت سے ذی اثر امرا اور نواب زادے مجرم کے سفارشی ہوئے۔ مگر انگریزی رزیڈنٹ کے دباؤ سے یہ ممکن نہ تھا کہ مجرم سزا سے بچ سکے۔ آخر اُسے پانچ سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اور ننھی کو اُس کی بدمعاشیون سے نجات ملی۔

مگر اس سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ لوگ ننھی کے مکان کے پاس آتے ڈرتے تھے۔ اور جتنی وہ شہر والون سے بے تعلق تھی اُس سے زیادہ الگ ہو گئی۔ لیکن اپنے خیال کے مطابق اُسے یہ فائدہ بھی ہوا کہ شادی کا پیام لانے والون اور نکاح کی تحریک کرنے والون سے بالکل نجات مِل گئی۔

چودھوان باب

کپتان مکنتاش کی وفات

اس واقعے کو بھی چھ سات مہینے گذر گئے۔ وہ انگریزی گارد جو ڈیوڑھی پر مقرر ہو گیا تھا اُٹھا لیا گیا۔ اور اب ننھی پھر اطمینان سے ہے۔ مگر اُس کی ساری دلچسپی مسز گفیمن اور چند اور انگریزون کی وجہ سے جو اُس کے یہان آتی جاتی رہتی ہین۔ اور اُن کی خلوص کی باتون اور علمی مذاق کی بحثون مین اس قدر دل لگ گیا ہے کہ کبھی کسی ہندوستانی خاندان والون سے ملنے کا اُسے خیال بھی نہین آتا۔ پیش خدمتین اور دوسری ملازم عورتین گھر مین ہین مگر اُن کو وہ کبھی مُنہ نہین لگاتی۔ وہ فقط اپنی خدمت بجا لاتی ہین۔ یہ ممکن نہین کہ اُس سے بے تکلف ہو سکین۔ ان باتون نے شہر مین سب کو یقین دلا دیا کہ ننھی نے انگریزون کی صحبت مین اپنا مذہب بدل دیا۔

گونگی ماما دھنو کو اب بجز گھر مین بیٹھے رہنے کے کوئی کام نہ پڑتا تھا۔ اُس کے حال پر ننھی سب سے زیادہ مہربان تھی اس لیے کہ اُس نے بچپن سے پالا تھا۔ اور دنیا مین سب سے پرانی رفیق تھی لیکن گونگے بہرے ہونے کے باعث اُس کو نہ کسی معاملے کی خبر ہوتی۔ اور نہ کسی

قسم کے اتفاق یا اختلاف سے اس کو تعلق ہے۔ اس زمانے مین یکایک وہ ہیضہ کے عارضے مین مبتلا ہو کے مرگئی۔ اور ننھی کو اُس کے مرنے کا بے انتہا افسوس ہوا۔

ایک دن اکیلی بیٹھی مغلانی سے کوئی کپڑا سلوا رہی تھی کہ یکایک مسز گفین آئین۔ اور کرسی پر خاموش بیٹھ گیئن۔ ننھی نے فوراً مغلانی کو رخصت کر دیا۔ اور لیڈی صاحبہ سے کہنے لگی "کیون میم صاحب آج آپ خاموش کیون ہین؟"

میم صاحب "کیا کہون؟ ایک بہت ہی افسوسناک خبر لائی ہون۔ مگر اس مین آپ کے لیے خوش ہونے کا موقع بھی ہے" ننھی گھبرا کے اُن کی صورت دیکھنے اور کہنے لگی "میرے لیے افسوس کی کیا خبر ہوسکتی ہے؟ لیڈی مکنتاش صاحب تو خیریت سے ہین؟"

میم صاحب "وہ تو خیریت سے ہین۔ مگر کپتان مکنتاش دنیا سے رخصت ہوگئے" اتنا سنتے ہی ننھی کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے۔ دیر تک آہ و زاری کرتی رہی۔ پھر آنسو پونچھ کے بولی "افسوس دنیا مین میرے وہی ایک تھے۔ اُنھین کے سہارے پر مین عزت و آبرو سے بیٹھی تھی۔ اور اُنھین کے صدقے مین میرے پاس اتنا کچھ ہے کہ اُن کے بعد بھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے گا۔ وہ میرے ساتھ ایسا کر گئے ہین کہ اب یہ تنخواہ بند ہونے پر بھی آبرو کے ساتھ بسر کر لے جاؤن گی۔ معلوم نہین میری ماما جان کا کیا حال ہوا۔ اُن کو اگلی بعد زندگی دشوار ہو جائے گی۔ اور اب جاہے کوئی بُرا کہے یا بھلا مین یا تو اُنھین یہان بُلالون گی یا خود اُن کے پاس کلکتے مین جا کے بیٹھون گی"

میم صاحب "دونون باتین مشکل ہین۔ نہ وہ یہان آئین گی۔ نہ آپ اُن کے پاس کلکتے جائین گی۔ ابھی آپ کو اصلی واقعات کی خبر نہین ہے۔ اور نہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس مین آپ کے لیے خوشی کی کیا بات ہے؟"

ننھی "آپ میری تسلی کے لیے کوئی بات بنا دین گی۔ بھلا پاپا جان کی وفات مین میرے لیے خوشی کی کون سی بات ہو سکتی ہے؟"

میم صاحب "سُنیے کپتان مکنتاش نے دو مہینے ہوئے یکایک انتقال کیا۔ رات کو سوئے اور صبح کو اُٹھے تو مردہ تھے۔ کوئی کہتا ہے کسی نے زہر

دے دیا۔ کوئی مشہور کرتا ہے کہ خود زہر کھا لیا۔ مگر یہ سب غلط ہے۔ ڈاکٹر نے بہت غور سے دیکھنے کے بعد راے قائم کی کہ قلب کی حرکت موقوف ہوگئی آٹھوین دِن معمول کے مطابق اُن کا وصیت نامہ مجمع عام مین اور گورنر جنرل بہادر کے سامنے کھولا اور پڑھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اُن کے پاس پانچ لاکھ پاؤنڈ یعنی پچاس لاکھ روپیہ تھا۔ جس مین سے ایک لاکھ پاؤنڈ گورنمنٹ کے خزانے مین محفوظ ہین۔ اور چار لاکھ پاؤنڈ ایسٹ انڈیا کمپنی اور متعدد کان کنی کی کمپنیون کے حصون مین لگے ہوے ہین۔ جن سے بیس ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہوتی ہے۔ اور سب کو سناٹا ہو گیا جب کھلا کہ اِس ساری دولت کا وارث اُنھون نے آپ کو بنایا ہے۔"

ننھی۔ (حیرت سے) "اور اپنی میم صاحب کو کچھ نہین دیا؟"

میم صاحب۔ "اُن کی نسبت وصیت نامے مین لکھا ہے کہ اپنی زندگی بھر اِس دولت کی مہتمم وہی رہین گی۔ آمدنی مین سے پانچ ہزار روپیہ اپنے خرچ کے واسطے خود لے لیا کرین گی۔ اور باقی ننھی کے پاس پہونچا دین گی۔ لیڈی صاحبہ کے بعد ساری جائداد اور کل آمدنی ننھی کے قبضے مین ہوگی لندن مین اُن کے چند مکانات بھی ہین۔ جن کو وہ اپنے ایک بھتیجے کو دے گئے ہین۔"

ننھی۔ "مجکو اُنھون نے اپنی بیٹی بنایا تھا۔ مگر بیٹی کے ساتھ بھی کسی نے وہ سلوک نہ کیا ہوگا جو اُنھون نے میرے ساتھ کیا۔"

میم صاحب۔ "وہ اپنے وصیت نامے مین یہ بھی لکھ گئے ہین کہ ننھی کو اپنی شادی کے بارے مین پورا اختیار ہے جب تک چاہے یونہین کنواری بیٹھی رہے اور جب چاہے کسی کے ساتھ شادی کر لے۔"

ننھی۔ "اور کیا یہ نہین ہو سکتا کہ مین اور ماما جان ساتھ رہون؟"

میم صاحب۔ "یہ دشوار ہے۔ لیڈی مکنتاش کا ارادہ ہے کہ اِس سب جائداد کو گورنمنٹ کے عہدہ دارون کے ہاتھ مین دے کر انگلستان چلی جائین۔ اور اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کرین جو زندہ موجود ہین۔

ننھی "کیا یہ نہین ہو سکتا کہ مین بھی اُن کے ساتھ ولایت چلی جاؤن؟"

میم صاحب "ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر شاید یہ آپ کے لیے مناسب نہ ہوگا۔ اپنی قوم اور اپنے مذہب والون مین آپ بدنام ہون گی۔ اور اپنا کوئی ہم مذہب اور ہم قوم نہ ملنے کی وجہ سے آپ کا وہان دل نہ لگے گا۔ اور جو مذہبی احتیاطین آپ بیان کرتی ہین وہان کر بھی نہ سکین گی"

ان باتون کے بعد میم صاحب لیڈی مکنتاش کا خط نکال کے ننھی کو دیا۔ اور کہا "اُن کا ایک تفصیلی خط رزیڈنٹ صاحب کے نام آیا ہے۔ اُسی کے ساتھ اُنھون نے یہ خط آپ کو بھیجا ہے" ننھی نے لفافہ چاک کر کے خط کو پڑھا اور دیر تک ایک سناٹے مین رہنے کے بعد بولی "میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون۔ لیڈی صاحبہ انگلستان چلے جانے کا مصمم ارادہ ظاہر فرماتی ہین۔ اچھا تو مین اسی وقت ایک خط لکھ کے آپ کو دیتی ہون۔ جس قدر ہو سکے اس کو اُن کے پاس پہونچا دیجیے" میم صاحب نے وعدہ کیا۔ اور ننھی نے جلد جلد یہ خط لکھ کر اُن کے حوالے کیا:—

معظمہ محترمہ ماماجان صاحب۔ فدویانہ تسلیم۔ پاپاجان کی وفات کا حال سُن کر کلیجہ پھٹ گیا۔ اور ایسا زخم دل کو لگا کہ اُس کی تکلیف ظاہر کرنے کی قوت نہ زبان مین ہے نہ قلم مین۔ جی چاہتا تھا کہ اب ہم دونون ایک ساتھ رہتے۔ یا آپ میرے پاس چلی آتین یا مین آپ کی خدمت مین حاضر ہو جاتی۔ مگر ساتھ ہی یہ جگر خراش خبر سُنی کہ آپ مجھے یکہ و تنہا اور بے مربی و مددگار چھوڑ کے انگلستان چلی جانے والی ہین۔ پاپاجان کی ابدی جدائی سے زیادہ تکلیف مجھے آپ کے قدمون سے جدا ہونے کی ہو گی۔

پاپاجان مرحوم اپنی ساری دولت مجھے دے گئے ہین۔ اور آپ کو اس کا منتظم کر گئے ہین۔ اس مین اُن کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ مین اور آپ ساتھ رہین۔ آپ اس دولت کی اور خود میری ذات کی

پاک نگران رہین۔ آپ کے چلے جانے مین مرحوم کی یہ وصیت پوری نہ ہوسکے گی۔ اور اسی خیال سے مین عرض کرتی ہون کہ اس دولت کو مین اُسی حال مین قبول کرسکتی ہون کہ آپ میرے ساتھ رہین۔ اور میری مدد کرتی رہین۔ اگر آپ اس کو پسند نہین فرماتین تو مین بھی اس دولت کو جو آپ کے محترم شوہر کی ہے نہ لون گی۔ اُن کی وصیت پر تین ہی صورتون مین عمل ہوسکتا ہے۔ یا آپ یہان تشریف لائین۔ یا مجھ وہان کلکتہ مین بلالین۔ یا مجھ کو اپنے ہمراہ انگلستان لے چلین۔

آپ کی لونڈی۔ ننھی"

میم صاحب یہ خط لے کر اور ننھی کو تسلی دے کر واپس گئین۔ اور ننھی کی یہ حالت تھی کہ اپنی تنہائی و بیکسی اور بدقسمتی پر شب و روز آنسو بہایا کرتی۔ تیسرے روز ریزیڈنسی کی جانب سے اُس کو کیپٹین مکنتاش کے وصیت نامے اور اُن کی بیوہ بیوی کے ارادے کی باقاعدہ طریقے پر اطلاع دی گئی۔

اسی فکر و تردد مین تین چار مہینے گذر گئے ہون گے کہ کلکتے سے لیڈی مکنتاش کا خط آیا جس مین اُنھون نے ظاہر کیا کہ "میری بھی یہی خوشی تھی کہ تمھارے ساتھ رہتی۔ مگر والد کے اصرار سے مجبور ہو جانا پڑا۔ میرے شوہر جو پانچ ہزار روپے ماہوار مجھے دے گئے ہین وہ بھی در اصل تمھارے ہین۔ اور میرے مرنے کے بعد از روے وصیت تو وہ تمھارے ہو ہی جائین گے۔ تم اگر چاہو تو اسی وقت لے سکتی ہو۔ میرے پاس کافی مقدار مین نقد سرمایہ موجود ہے۔ اور میرے والد اور بھائی خوش حال ہین۔ لہذا مجھے اس کی ضرورت نہین ہے۔ مین نے سرکاری طور پر جو تحصیل وصول کا انتظام کر دیا ہے کافی ہے۔ اُس کے لیے میرے یہان ٹھہرنے کی ضرورت نہین۔ مین نے اب ہدایت کر دی ہے کہ جو پانچ ہزار ماہوار مجھے بھیجے جائین گے تم سے منظوری لے کر اور تمھاری رضامندی سے روانہ کیے جایا کرین۔ اب اس کا جواب تم مجھے ریزیڈنسی کے ذریعے سے انگلستان بھیجنا۔ اس لیے کہ آج کے بندرھوین روز مین یہان سے جہاز پر روانہ ہو جاؤن گی۔ اب زندگی مین میری یہی تمنا

رہی گی کہ تمھاری شادی کی خوشخبری سُنوں"

یہ خط پڑھ کے ننھی اپنی بدقسمتی و بیکسی پر پھوٹ پھوٹ کے روئی۔ اور آخر صبر کرکے بیٹھ رہی۔ لیکن باوجود ان فکروں اور تنہائی کی مصیبتوں کے وہ بہت بڑی دولتمند تھی کسی بڑی ریاست کے برابر اُس کی آمدنی تھی۔ اور اگر اُس کو سچی مسرت حاصل ہوتی تو اُس کی ڈیوڑھی لکھنؤ مین ایک بہت بڑی سرکار ہوتی"

یہ کہہ کر طاہرہ بیگم نے کہا "باجی آپ نے یہ سرگزشت سُنی؟"

امی جان "ہان بہن سُنی۔ کہانی تم نے بہت اچھی سنائی۔ مگر یہ نہ کھلا کہ آپ کو اس سے کیا تعلق ہے"

طاہرہ "وہ بدنصیب ننھی مین ہی ہون۔ مین نے یہ نہین بتایا کہ وہ لڑکی اگرچہ ننھی کے لقب سے مشہور تھی مگر اس کا اصلی نام طاہرہ تھا"

امی جان۔ (حیرت سے) "یہ سب آپ کی سرگزشت تھی! آپ کی باتین ایسی مزے کی تھین کہ اس طرف میرا خیال ہی نہین گیا۔ آپ اپنے کو بدنصیب کہتی ہین؟ مین تو سمجھتی ہون کہ ایسی خوش نصیب عورت لکھنؤ بھر مین نہ ہو گی۔ اور اگر کوئی بدنصیبی ہے تو خود اپنے ہاتھون کی لائی ہوئی ہے آپ کسی شریف اور پڑھے لکھے قابل لڑکے سے شادی کر لیتین تو ساری مصیبت دور ہو جاتی"

طاہرہ "آپ کے نزدیک مصیبت دور ہو جاتی۔ اور میرے نزدیک بڑھ جاتی۔ جس وقت چچا جان اور اُن کی بیوی نے انتقال کیا ہے اُس وقت میرا خیال یہ تھا کہ مین اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ نامزد ہو چکی۔ وہ چاہین مجھ سے نفرت کرین یا مجھے چھوڑ دین مین اُنھین کے لیے ہون۔ اور اُنھین کے نام پر جب تک جیتی ہون کنواری بیٹھی رہون گی۔ اب انگریزون کی حالت دیکھتے دیکھتے اُن کے طور و طریق اور اپنی انگریزی و عربی تعلیم کا اندازہ کرتے کرتے یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے کسی لڑکے کے ساتھ میرا نباہ نہ ہو سکے گا۔ وہ اپنے رواج کے مطابق مجھے دبانا

اور اپنی لونڈی بنانا چاہے گا۔ میری دولت سے رئیس بنے گا اور مجھی کو
ذلیل کرے گا۔ جب یہ باتین خیال مین آتی ہین تو دل ہی دل مین کانپ جاتی
اور شادی کے نام سے پناہ مانگنے لگتی ہون"

امی جان "خدا کرے تمھارے دولھا ولی اللہ آجائین۔ اور یہ ساری
مشکلین دور ہو جائین"

طاہرہ "(ٹھنڈی سانس لے کر) "وہ آچکے۔ ایسے سفر پر گئے ہین
کہ یہ بھی نہین معلوم زندہ ہین یا نہین۔ اور آئے بھی تو کیا ہو گا؟ میری
صورت سے اُنھین نفرت ہے۔ میری ہی مخالفت مین ماں باپ گھر بار سب
تج دیا۔ تو اب کیسے موافق ہو جائین گے؟"

امی جان "مین سمجھتی ہون کہ وہ سفر کی مصیبتین اُٹھا کر اپنی حرکت پر
پچھتاتے ہون گے۔ اور اب اُنھین شادی سے انکار نہ ہو گا"

طاہرہ "اول تو اُن کا آنا ہی شیخ چلی کا سا منصوبہ ہے۔ لیکن اگر آئین اور
شادی کرنا بھی چاہین تو میرا جی چاہتا ہے کہ اب انکار کر دون"

امی جان "بہن تم بھی بڑی ضدن معلوم ہوتی ہو۔ اگر وہ تمھارے
شوق مین تمنا اور آرزو کے ساتھ گھر مین واپس آئے اور شادی کا پیام
دیا تو تمھین تامل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

طاہرہ "(مسکرا کے) "یہ کہ جس طرح اُنھون نے مجھے ستایا اور برسون
تڑپایا ہے۔ چند روز مین بھی اُنھین تڑپا لون"

امی جان "(ہنس کر) "تو ضد کے ساتھ تم دل کی بھی بڑی مضبوط ہو"
ان باتون مین شام ہو گئی تھی۔ امی جان نے کہا اب مجھے جانے
کی اجازت دیجیے۔ اتنی دیر یہان رہنے سے خدا جانے کیا آفت اُٹھ کھڑی
ہوئی ہو۔ لڑکے ہین اور اُن کے باوا بد مزاج"

طاہرہ "میری تو تمنا تھی کہ آج آپ ٹھہر جائین۔ مجھے کسی مسلمان شریف
بیوی سے ملنے جلنے کا بہت کم اتفاق ہوا ہے۔ آج آپ سے مل کے بہت
خوش ہوئی۔ اور جی چاہتا ہے کہ دو چار روز آپ ہی کے ساتھ اُٹھ بیٹھ

کے اور ہنس بول کے بسر کر دُوں۔"

امی جان "اب تو راستہ کھل گیا۔ اور آپ نے مجھے آنے کی آزادی دی ہے۔ پھر آؤں گی۔ اور اب کی آؤں گی تو وعدہ کرتی ہوں کہ دو چار روز کا بندوبست کر کے آؤں گی۔"

والدہ کے اصرار پہ طاہرہ بیگم نے ڈولی منگوائی۔ دروازے تک آ کے اُنھیں گلے مل کے رخصت کیا۔ اور جب ڈولی میں بیٹھ لیں تو کہا "مگر باجی چھوٹے رسالدار کو میرے پاس آنے سے نہ روکیے گا۔ اب اکیلے اسی بچے کے دم سے میرا دل بہلتا ہے اور اسی کے سبب سے میں نے آپ سے راہ و رسم پیدا کیا۔ اور ہمیشہ آپ سے مل کر آپ کی صورت دیکھ کے مجھے خوشی ہو گی۔" امی جان نے وعدہ کیا کہ مجھے ہمیشہ آنے دیں گی۔ اور کہنے لگیں "آپ اسے اچھی راہ لگاتی اور اچھی تعلیم دیتی ہیں۔ اس کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کو اس کے حال پہ مہربان کر دیا۔ مگر دیکھیے کہیں اپنا سا نہ بنا دیجیے گا کہ دنیا بھر سے نفرت ہو جائے اور اپنے سائے تک سے بھڑکنے لگے۔"

طاہرہ "نہیں نہیں۔ ایسا نہ ہو گا۔ بلکہ ان کی وجہ سے خود میری وہ وحشت اور بھڑک دور ہو جائے گی۔"

اس کے بعد امی جان خدا حافظ کہہ کے چلی گئیں۔ اور اُن کے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں بھی اپنے گھر میں آیا۔

پندرھواں باب

بچھڑے مل جاتے ہیں جب فضل خدا ہوتا ہے

والدہ اور طاہرہ بیگم کی ملاقات سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ آزادی کے ساتھ اُن کے وہاں جانے لگا۔ اکثر صبح سے شام تک اُنھیں کے پاس بیٹھا رہتا۔ وہ مجھے لکھاتیں۔ پڑھاتیں۔ ہر بات میں تنبیہ و تادیب کرتیں۔ صاف ستھرا رکھتیں۔ چار چار پانچ پانچ بار مُنہ دھلواتیں۔ اور کپڑے دن میں کوئی ذرا سا

بھی میل کا دھبہ دیکھ لیتیں تو بے دُھلوائے چین نہ لیتیں۔ وہ مجھے انگریزی بھی پڑھا دیتیں۔ مگر محض اس خیال سے کہ میرے والد اور والدہ کے خلاف ہوگا ادھر توجہ نہ کی۔ اگرچہ میں چاہتا تھا کہ انگریزی بھی سیکھوں۔ مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ اور نہ کہا آپنی اماں جان سے پوچھ آؤ اگر وہ اجازت دیں تو میں پڑھا دوں گی۔" میں نے امی جان سے لاکھ اصرار کیا مگر اُنھوں نے منظور نہ کیا۔ اور میں انگریزی سے جاہل رہ گیا۔

والدہ بھی ہر مہینے میں دو چار بار آکے طاہرہ بیگم سے مل جاتیں! ور کبھی اُن کا اصرار ہوتا تو چار پانچ روز ہیں رہتیں! اور میری تعلیم و تربیت کو دیکھ کر حیران ہو جاتیں۔ اکثر طاہرہ بیگم سے کہتیں "بہن تم نے کیا جادو کر دیا ہے کہ یہاں یہ اتنے سیدھے رہتے۔ بڑے نیکبخت اور سعادتمند معلوم ہوتے اور تمھارے اشاروں پر چلتے ہیں۔ وہاں تو ایسا آسمان سر پہ اُٹھا لیتے ہیں کہ دم بھر میں سارا گھر پناہ مانگنے لگتا ہے"!

غرض مجھے جو کچھ آیا سب طاہرہ بیگم کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

اور دو تین برس میں جب میں بڑا ہوا تو اُن کے بہت سے کام کرنے لگا۔ معمولی چیزوں کے علاوہ قیمتی سامان اور کپڑا وغیرہ میں ہی خرید لاتا۔ اور میں ہی حساب و کتاب لکھتا تھا۔ اُن کی آمدنی بیس ہزار روپیے مہینے سے کم نہ تھی۔ مگر ساری رقم کو وہ ریزیڈنسی ہی کے خزانے میں جمع رکھتیں۔ ضرورت کے موافق ہر مہینے میں فقط پانچ ہزار روپیہ لے لیا کرتیں۔ گھر کا خرچ اُنھوں نے بڑھایا نہ تھا۔ اس لیے ایک ہی ہزار روپیے مہینے میں بسر ہو جاتی۔ باقی رقم کو وہ خیرات میں صرف کر دیتیں۔ یہ خیرات ایسا ہدا زبستہ تھی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ کبھی کسی لڑکی کی شادی کرا دیتیں۔ کبھی کسی یتیم بچے کی پرورش اور تعلیم کا انتظام کر دیتیں۔ ساٹھ ستر بیواؤں کو دس دس بارہ بارہ روپیہ وظیفہ دیتی تھیں۔ کئی مسجدوں کی خدمت اپنے ذمے لے لی تھی۔ امام اور مؤذن دونوں کو تنخواہیں دیتیں۔ میرے لیے بھی میوے اور طرح طرح کی

مٹھائیان تیار رکھتین۔

اب مجھے اُن کے وہان آتے جاتے پانچ سال گزر گئے اتنی مدت ہوجانے کے بعد یکایک مجھے اُن کے مزاج مین ایک بہت بڑا ایک انقلاب نظر آیا بدمزاجی بڑھ گئی۔ بات بات پر نوکرون سے بگڑتین۔ اور جب اکیلی بیٹھتین آنکھون سے آنسو جاری ہوجاتے۔ یہ حالت روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ مگر کبھی کسی کے سامنے زبان سے نہ نکلا کہ اُن کے دل پر کیا صدمہ ہے۔ مین نے یہ کیفیت والدہ سے بیان کی۔ اُنھون نے آکے لاکھ سر مارا مگر طاہرہ بیگم نے نہ بتانا تھا نہ بتایا۔

ایک دن مین اُن کے حکم سے اطلس کے چند طاقے خرید لایا تھا۔ اور وہ اُنھین اُلٹ پلٹ کے دیکھ رہی تھین کہ حرمت دروازے کی طرف سے دوڑتی ہوئی آئی اور کہا "حضور ایک صاحب ڈیوڑھی مین بیٹھے ہین اُنھون نے سلام کہلا بھیجا ہے۔ اور حضور کی خیریت پوچھتے ہین"

طاہرہ "تم نے یہ نہ پوچھا کہ کون ہین۔ کیا نام ہے۔ اور کہان سے آئے ہین"

حرمت "اپنا نام ولی اللہ بتاتے ہین۔ اور اُن کی باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت کے بعد لکھنؤ مین آئے ہین۔ کسی بڑے دور کے سفر پر گئے ہوے تھے"

یہ سنتے ہی طاہرہ بیگم کے چہرے پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی کچھ دیر تک دم بخود رہین۔ پھر زبان سے نکلا "مگر وہ نہین ہوسکتے۔ میرا شبہ ہی شبہ ہے۔ اُنھین کیا پڑی تھی کہ پھر آکے صورت دکھاتے" یہ کہہ کر حرمت کی طرف دیکھ کے بولین "یہ تو بتاؤ کہ اُن کی صورت کیسی ہے۔ اور کیا وضع قطع ہے"

حرمت "حضور گورے چٹے خوبصورت سے آدمی ہین۔ لمبی ڈاڑھی ہے۔ مونچھین منڈا رہین ہین۔ بڑی سی پگڑی سر پر ہے۔ لمبا کرتا۔ اور ٹخنون سے اونچا اُٹنگا تنگ مہری کا پائجامہ پہنے ہین۔ ایک ہاتھ مین سیدھی

لمبی جریب ہے۔ اور دوسرے میں تسبیح۔ کوئی کہے گا کہ ابھی ابھی حج کیے چلے آتے ہیں۔" یہ حُلیہ اور وضع سُن کر طاہرہ بیگم نے کہا "حرمت۔ ذرا ڈیوڑھی کے پردے کو جا کے دیکھو کہ اُس مین کوئی چھید ہے یا نہین۔ یا شائد کہین سے نچا کھنچا ہو کہ مین جھانک کے اُن کی صورت دیکھ سکون اور کسی کو معلوم نہ ہو۔"

حرمت ۔"جی ہان آپ دیکھ سکتی ہین۔ کیا مجال کہ باہر والون مین سے کسی کو اس کا گمان بھی ہو۔" یہ سنتے ہی طاہرہ بیگم اُٹھ کے پردے کے پاس گئین۔ اور دیر تک جھانک کے دیکھتی رہین۔ اُن کی یہ حرکت مجھے اچھی نہ معلوم ہوئی۔ اور اُن کی جو شرافت و پاکدامنی کی وضع ہمیشہ دیکھتا رہا تھا اُس کے یہ بالکل خلاف نظر آیا۔ مین دل ہی دل مین اُنکی اس بیباکی پر افسوس کر رہا تھا کہ اُنھون نے کہا "بیٹا۔ تم ذرا جا کے اسی وقت اپنی امی جان کو بلا لاؤ۔ کہنا فوراً سوار ہو کے چلی آئین۔ مجھے اُن سے ایک بہت ہی ضروری امر مین مشورہ کرنا ہے۔"

مین تو امی جان کے لانے کو اپنے گھر مین چلا آیا۔ اور طاہرہ بیگم نے اُسی وقت مُغلانی کے پاندان سے گلوریان بنا کے خاصدان مین رکھین۔ اور ایک شیشے کی تھالی مین چکنی ڈلیان اور الاچیان اور عطر کی شیشی رکھی۔ اور اُن کو حرمت کے ہاتھ باہر بھیجدیا۔ مین دس بارہ منٹ مین امی جان کو لے کے پہونچا تو طاہرہ بیگم نے اُن سے کہا "آپ نے بڑا احسان کیا کہ میرے بُلانے پر اسی وقت چلی آئین۔" پھر بولین "آپ میری ساری رام کہانی سُن چکی ہین۔ وہ ولی اللہ جو بیوفائی کر کے چلے گئے تھے آج دس بارہ برس کے بعد واپس آئے ہین۔ مین ایسی گھبرا گئی ہون کہ کچھ کرتے دھرتے نہین بنتا۔ آپ بتائیے کہ کیا کرون۔ اور اُن سے کیونکر ملون؟"

امی جان ۔"مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کے دولھا آ گئے۔ اور گھر آباد ہوا۔"

طاہرہ ۔"اس کا تو خیال بھی نہ کیجیے۔ خدا جانے وہ کس غرض سے آئے ہین۔ اور جو شخص میرا اس قدر مخالف ہو آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ اب میرے

موافق ہوگیا ہوگا؟ اگر یہ بتائیے کہ مین اُن سے کیونکر گفتگو کرون۔ کسی ماما کے ذریعے سے باتین کرتی ہون تو وہ اپنی بے عزتی خیال کرین گے۔ خود سامنے بلانے کی جرأت نہین ہوتی۔ اور جس صورت سے اُنھین اتنی نفرت تھی کہ اُس کی وجہ سے ماں باپ تک کو چھوڑ دیا۔ بھلا اُنھین کیونکر دکھاؤن؟"

امی جان :- "مین تو جانتی ہون کہ اب وہ آپ کے خلاف نہین ہین۔ خلاف ہوتے تو آتے ہی کیون؟ اچھا دیکھیے مین اُن سے گفتگو کرتی ہون۔"

طاہرہ :- "بس بس مین یہی چاہتی تھی۔ خود مجھ سے اُن سے بات نہ کی جائے گی" یہ کہہ کے حرمت کو بھیجا کہ ڈیوڑھی مین جتنے آدمی ہین سب کو باہر کر دو۔ اکیلے وہی رہ جائین جو آئے ہین۔"

سب لوگ ہٹ گئے۔ امی جان اور طاہرہ بیگم پردے کے پاس آئین اور امی جان نے پکار کے کہا "آداب عرض ہے۔" جواب مین آواز آئی "وعلیکم السلام۔" اور ساتھ ہی اُنھون نے پوچھا "یہ مجھ سے خود طاہرہ بیگم صاحبہ سے سلام ہوئی یا کسی اور بیوی سے؟"

امی جان :- "مین اُن کی ایک خادمہ ہون۔ مگر وہ بھی پاس کھڑی آپ کی باتین سُن رہی ہین۔ پہلے یہ فرمائیے کہ آپ وہی ولی اللہ ہین جن کو اُن کی صورت سے نفرت تھی۔ اور اُن کے سبب سے باپ ماں تک کو چھوڑ دیا؟"

ولی اللہ :- "جی ہان مین وہی شامت زدہ ولی اللہ ہون۔ آج ہی لکھنؤ مین پہونچا۔ اور سیدھا اپنے قدیم مکان پر گیا۔ اُس مین کوئی اور صاحب رہتے ہین۔ اُن سے یہان کا پتہ معلوم ہوا۔ اور لوگون سے پوچھتا ہوا یہان آیا۔ پہلے یہ بتائیے کہ میرے والد مولوی عزیز اللہ اور میری والدہ کہان ہین؟"

امی جان :- "آپ اُن کے کلیجے کو ایسا داغ نہین دے گئے تھے کہ اُس صدمے کو وہ برداشت کر سکتے۔ پہلے آپ کی تلاش مین ہر طرف مارے مارے پھرے۔ اور جب کسی طرح پتہ نہ لگا تو آپ کے جانے کے پندرہ دن کے اندر ہی آگے پیچھے دونون نے انتقال کیا۔ پہلے آپ کی والدہ

دنیا سے رخصت ہوئین پھر آپ کے والد اسی کوفت مین چل بسے"۔ یہ سنتے ہی ولی اللہ زار و قطار رونے لگے۔ اور دیر کے بعد آنسو پونچھ کے کہا " واقعی مین بڑا بدقسمت اور گنہگار۔ اپنی احمقانہ بے پروائی سے مین ہی نے اُن کی جان لی۔ مین یہ نہ سمجھا تھا کہ اُنھین میرے چلے جانے کا اس قدر صدمہ ہوگا۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ جب اُنھون نے خود ہی مجھے گھر سے نکالا تو اُن کو میرے چلے جانے کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ افسوس وہ اس غم سے شہید ہوئے۔ اور اُن کا قاتل مین ہون۔ پھر اُن کی وفات کے بعد ننھی کا کیا حال ہوا؟"

امی جان"ننھی کو آپ کے والد کپتان مکنتاش کی گود مین دے گئے تھے۔ اُنھون نے اپنی بیٹی بنا لیا۔ اُن کے تمام مصارف کے متکفل ہوگئے۔ اُنھین نے یہ مکان خرید کے اُس مین اُنھین رکھا۔ جب تک یہان رہے پھر یہان سے جانے کے بعد جب تک کلکتے مین قیام رہا اُنھین پانسو روپیہ مہینہ دیتے رہے۔ اور جب انتقال کیا تو اپنی ساری دولت اِنھین کو دے گئے"۔

ولی اللہ " الحمد للہ۔ خدا خود میرسامان ست ارباب توکل را۔ غالباً کپتان صاحب نے کسی کے ساتھ اُن کی شادی بھی کر دی ہوگی"۔

امی جان " کپتان صاحب نے اُن کی میم صاحب نے اور سیکڑون غیرون نے لاکھ سر مارا مگر ننھی نے اس بات کو منظور نہ کیا"۔ اس پر ولی اللہ نے حیرت سے پوچھا " کیون؟" اور امی جان نے کہا " اُن کی خوشی"۔

ولی اللہ " افسوس! مین سمجھتا تھا کہ خدا کے یہان ننھی کے بارے مین کوئی جوابدہی میرے ذمے نہ ہوگی۔ مگر اُن کے آج تک کنوارے بیٹھے رہنے سے معلوم ہوا کہ اس کا ذمہ دار اور جوابدہ بھی مین ہی ہون۔ خداوندا! میرا کیا حشر ہونا ہے؟ اور روز جزا مین تجھے کیا جواب دون گا؟"

امی جان " اپنی سرگزشت بیان کیجیے جن لوگون کو چھوڑ دیا تھا اُن سے تو آج بھی ویسی ہی نفرت ہوگی۔ پھر بتائیے کہ کس چیز کا شوق آپ کو مکان لایا ہے؟"

ولی اللہ:۔ اس کو اُس وقت بیان کرون گا جب ننھی کا سامنا ہوگا۔ اور وہ میرے سامنے بیٹھ کے پوچھین گی"۔

امی جان:۔ "آپ تو ماشاء اللہ سے عالم و فاضل ہین۔ کیا آپ کے فتوے سے وہ آپ کے سامنے آسکتی ہین؟"

ولی اللہ:۔ اگرچہ مین پہلے اس کے بالکل خلاف تھا۔ مگر اب میرے نزدیک اُن کے میرے سامنے آنے مین مضائقہ نہین؟" اس کے جواب مین امی جان خاموش تھین۔ مگر طاہرہ بیگم نے کان مین یہ سوال بتایا۔ اور اُنھون نے پوچھا "کیون؟ شریعت بدل گئی۔ یا آپ بدل گئے؟"

ولی اللہ:۔ شریعت کیون بدلنے لگی تھی؟ مجھ کو بدلا ہوا سمجھیے"۔

امی جان:۔ (طاہرہ بیگم کے بتانے کے مطابق) "آپ تو مولانا محمد معین صاحب کے شاگرد اور پیرو ہین۔ اس معاملے مین آپ کو اُن سے استفتا کرنے کے بعد کچھ کہنا چاہیے"۔

ولی اللہ:۔ "اب مین اُن کا پیرو نہین ہون"۔

امی جان:۔ "اسی مسئلے مین یا اور باتون مین بھی؟"

ولی اللہ۔ (کچھ دیر غور کر کے) "بہت سی باتون مین"۔

امی جان۔ (طاہرہ بیگم کے بتانے سے) "ذرا اس کو صاف کر کے بتائیے کہ پہلے آپ کیون اس کے خلاف تھے کہ ننھی آپ کے سامنے آئین اور اب کیون موافق ہین؟ کیا پہلے آپ اُن کے محرم نہ تھے اور اب ہو گئے؟"

ولی اللہ:۔ مین نے خاص حرم کعبہ مین تین سال تک علم حدیث پڑھا ہے اور بڑے بڑے فقہا کی بھی شاگردی کی۔ اور اس علم سے مجھ پر بخوبی آشکارا ہو گیا کہ مین ننھی کا محرم نہین ہون۔ اس لیے کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہین۔ اُس وقت مین اُن سے عقد کرنے کے بالکل خلاف تھا۔ اور اب اس کے خلاف نہین ہون۔ بلکہ اگر وہ منظور کرین تو نکاح کرنے کو موجود ہون۔ لہذا پہلے مجھے اُن کی صورت دیکھنا حرام تھا۔ اور اب چونکہ نکاح کرنا چاہتا ہون جائز ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان مرد جس عورت سے عقد کرنا چاہے

اُس کی صورت عقد سے پہلے دیکھ سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمان حضرت رسالت سے صاف ظاہر ہوتا ہے"

امی جان "(طاہرہ بیگم کے اشارے سے) "خیر آپ نے فتوے دیدیا تو طاہرہ بیگم کو آپ کے سامنے آنے میں عذر نہیں ہے"

اس گفتگو کے بعد امی جان ایک صحنچی کے اندر چلی گئیں۔ طاہرہ بیگم بڑے دیوان خانے میں جا بیٹھیں۔ اور اُن کے اشارے سے جو لی خانم مغلانی اور نوبہار پیش خدمت ڈیوڑھی میں جا کے ولی اللہ کو اندر لے آئیں۔ سامنا ہوتے ہی عزیز اللہ نے بے اختیار ارادہ کیا کہ ان کی چھپری بنت عم سے لپٹ جائیں۔ مگر طاہرہ بیگم نے روکا اور کہا "بدحواس نہ ہو جائیے۔ مانا کہ آپ صورت دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ہاتھ لگانا۔ اور مس کرنا حرام ہے"

ولی اللہ "مگر بچپن سے ساتھ رہنے اور کھیلنے کودنے کے باعث ہم ایک دوسرے کے محرم سے زیادہ ہیں"

طاہرہ "وہ رشتہ اور تعلق تو آپ کے سخت انکار اور گھر چھوڑ کے چلے جانے سے ٹوٹ گیا۔ آپ تو میری جان و مال کے مالک تھے۔ اور میں آپ کی لونڈی تھی جس صورت میں نہ پردہ ہوتا ہے نہ حجاب لیکن وہ سب حقوق آپ نے کھو دیے"

ولی اللہ "بے شک میں گنہگار ہوں۔ اور اپنی اُس غلطی پر پچھتا رہا ہوں"

طاہرہ "گر میں پوچھتی ہوں جس صورت سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ ماں باپ تک کا کہنا نہ مانا۔ اور اُن کی جان لینے کے درپے ہو گئے تھے۔ اب اُس میں کون سی خوبیاں پیدا ہو گئیں کہ مہربانی کرنے کو تیار ہو گئے؟ میں دہی نہیں ہوں جس سے آپ سمجھتے تھے کہ کسی طرح نباہ نہ ہو گا۔ جو آپ کے نزدیک کرانن ہو گئی تھی۔ جس کے ساتھ نکاح جائز نہ تھا۔ اب مجھ میں کون سی نئی بات پیدا ہو گئی کہ آپ نکاح کرنے کو تیار ہیں؟ پہلے جا کے اپنے اُستاد مولانا سے تو پوچھ آئیے۔ دیکھیے کہ آپ کی طرح اُنھوں نے بھی اپنی رائے بدلی یا نہیں؟"

ولی اللہ" تمہیں مجھے زیادہ ذلیل نہ کرو۔ اور یہ گزری باتیں یاد دلا کے مجھے خون کے آنسو نہ رلاؤ۔ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ اب میں اُس خیال پر نہیں ہوں۔ اور اپنے کیے پر پچھتاتا ہوں۔ مگر اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ضرور ہو گی۔ اپنے سفر کا مفصل حال بیان کروں گا تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ مجھ پر کیا اثر پڑا۔ اور میری حالت کیسے بدلی؟"

طاہرہ" تو اپنے سفر کے حالات اسی وقت بیان کیجیے کہ میرے دل کو اطمینان ہو ورنہ یہ اندیشہ میرے دل سے نہیں نکل سکتا کہ آپ کے ساتھ نباہ ہو گا یا نہیں۔ آپ نے اپنی ضد نفرت اور اپنے طرز عمل سے مجھے اتنا نہیں ڈرایا ہے کہ آسانی سے دل صاف کر لوں۔"

ولی اللہ" میں چاہتا تھا کہ جب اطمینان سے بیٹھوں تو اپنے حالات بیان کروں۔ مگر اب تم کو اسی وقت بیان کرنے پر اصرار ہے تو سن لو۔ مگر یہ دکھڑا تھوڑا نہیں ہے۔ سنتے سنتے پریشان ہو جاؤ گی۔"

طاہرہ" میں بجائے پریشان ہونے کے دل لگا کے سنوں گی۔ اس لیے کہ اگرچہ آپ کو میری صورت سے نفرت ہے مگر مجھے نہیں۔ میں آج تک آپ کی ویسی ہی ساتھ کی کھیلی لونڈی ہوں جیسی پہلے تھی۔"

سولھواں باب

ولی اللہ کا سفرنامہ

طاہرہ بیگم کے اصرار پر جب ولی اللہ نے اپنے سفر کے حالات بیان کرنا شروع کیے تو میں سننے کے شوق میں اُن کے قریب ہی ایک پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اور اُنھوں نے کہنا شروع کیا کہ:۔

جب ابا جان نے اپنے گھر سے نکل جانے کو کہا تو مجھے بڑی غیرت معلوم ہوئی۔ اور دل میں ٹھان لی کہ بغیر کسی سے مشورہ کیے یا کسی کو خبر بھی کیے جس حال میں بیٹھا ہوں اُسی میں جج کے ارادے سے اُٹھ کھڑا ہوں۔ اور

کپتان بکنتاش صاحب نے جو حالات بیان کیے تھے اُن کی تحقیق کے خیال سے
خشکی کا راستہ اختیار کرون۔ تاکہ جن ملکوں مین گزرون وہان کی معاشرت اور وُہان
کے علما کے مسلک کو دیکھتا جاؤن۔

میرے پاس روپیہ پیسہ کچھ نہ تھا۔ کچھ دیر تو اس فکر نے پریشان رکھا۔
پھر یکبیک میرے خیال مین آیا کہ فقیرون کے صحرانورد درویشون کی طرح
سفر کرون۔ بلکہ اگر کچھ سرمایہ پاس ہوا تو راہ مین ہر جگہ خطرے ہون گے۔
اور جہان جاؤن گا لوٹا مارا جاؤن گا۔ چنانچہ اُسی دن مین نے دلی
کی راہ لی۔ اور مسجدون اور خانقاہون مین ٹھہرتا ہوا چلا۔ لکھنؤ سے دو ہی
منزل گیا تھا کہ پیسے کی ملتانی مٹی لے کر گیروا بھیس کیا۔ جس وقت گھر سے نکلا ہون
ٹکا پاس نہ تھا۔ مگر وہی روز مین مسلمانون کی ہمدردی اور فیاضی سے
پیٹ بھر کھانا مل جانے کے علاوہ دو چار روپے بھی میرے پاس ہو گئے۔
اور مین اس قابل تھا کہ سواری پہ سفر کرون۔ مگر اپنی درویشی کی وضع بنائے رہنے
کے لیے مین نے اس کو گوارا نہ کیا۔ اور جا بجا ٹھہرتا اور پیدل سفر کرتا ہوا
دو مہینے مین دہلی پہونچا۔ وہان مولنا شاہ ولی اللہ صاحب اور مولنا شاہ
عبدالعزیز صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ بہت سے فقہی مسائل اور شرعی
معاملات اُن سے پوچھے۔ اور سب سے پہلی چیز جس نے مجھے حیرت مین
ڈال دیا یہ تھی کہ اِن بزرگون کو کئی مسئلون مین علمائے فرنگی محل کے
خلاف پایا۔ اور اس کا سبب یہ معلوم ہوا کہ دہلی مین حدیث کی تعلیم کیطرف
بہت توجہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہان والے حدیث کے توغل مین
اکثر فقہ کی کتابون کیطرف سے بے پروا ہو جاتے ہین۔ برخلاف اس کے
یہان کے علما حدیث کیطرف سے اس درجہ بے پروا ہین کہ فقہا کی پیروی
مین حدیث کا لحاظ نہین کرتے۔ اور مین نے دونون کو اپنے خیال
مین دائرۂ اعتدال سے خارج پایا۔ اس لیے کہ اب میرے اعتقاد مین حدیث
اور فقہ کو ساتھ ساتھ چلنا اور فقہ کو حدیث سے وابستہ رہنا چاہیے۔
دہلی مین دو مہینے ٹھہر کے مین مغرب کی طرف آگے بڑھا۔ اور پنجاب

مین پہونچا۔ وہان سکھون کا ذور تھا۔ اور شعائر اسلام تک کی بے حرمتی ہو رہی تھی علما مظلومی سے خاموش تھے۔ اور علانیہ اذان تک نہ دی جا سکتی تھی جبرًا طرح بنا جلدی جلدی سفر کر کے مین افغانستان مین چلا گیا۔

مین مغرب کیطرف نماز پڑھتا ہون۔ اور قبلہ اسی سمت مین ہے۔ لہذا مین نے گھر سے نکلتے ہی قبلہ کیطرف رخ کیا تھا اور تن بہ تقدیر چلا جاتا تھا۔ ہر گاؤن سے باہر نکلتے وقت کسی مسجد کو دیکھ لیتا کہ اُس کا رخ کدھر ہے۔ اور جدھر رخ دیکھتا چل کھڑا ہوتا۔ اسی شان سے جاتے جاتے افغانستان پہونچا۔ وہان نظر آیا کہ اگرچہ ساری آبادی مسلمان ہے مگر علم کا چرچا نہین۔ دو چار ملاؤن سے ملا تو نظر آیا کہ بجز دو ایک بزرگون کے جو ہندوستان سے تعلیم پا کے گئے ہین وہان کے ملا اور مقتدا ابھی بہت تھوڑی قابلیت کے لوگ ہین۔ سارا انہماک لڑائیون اور خونریزیون مین ہے۔ احمد شاہ درّانی کے خاندان کا ہر لڑکا حکومت کا دعویدار ہے اور عوام کا ایک گروہ اس کے ساتھ کٹ مرنے کو تیار ہے۔ ان جھگڑے فسادون کو دیکھ کر وہان میرا دل نہ لگا۔ کابل سے قبلے رخ چلا تو غزنین ہوتا ہوا دریاے ہلمند کے پار اُتر کے دو مہینے مین ہرات پہونچا۔

ہرات کے دیکھنے کا مجھے بڑا شوق تھا۔ اس لیے کہ میرزا ہروی کی درسی کتابون نے مجھے اُن کے وطن کا بیحد مشتاق بنا دیا تھا۔ اور تاریخون مین دیکھا تھا کہ کسی زمانے مین سارے علاقۂ طہران کا مستقر اور علم و فضل کا مرکز یہی شہر تھا۔ مگر اُن دنون وہان بھی مجھے حکومت غیر منتظم اور علم کی سرد بازاری نظر آئی۔ ایک ہی ہفتہ بعد دریاے سبزوار سے اُتر کے خراسان مین داخل ہو گیا۔

اگرچہ مین قبلے کے رخ پر جا رہا تھا مگر شمال کیطرف اتنا ہٹا ہوا تھا کہ جیسے جیسے آگے بڑھتا سمت قبلہ زیادہ جنوب مین ہوتی جاتی۔ ایران مین مین بالکل شمال و مغرب کے کونے کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتا۔ قافلون کے راستے اور مشہور شہرون کی سیر کے خیال سے مجھے اکثر دہنی یا بائین طرف ہٹنا پڑا۔

پڑتا۔ چنانچہ مشہد مقدس اور امام رضا علیہ الرحمہ کی زیارت کے شوق میں شمال و مغرب کی راہ لینا پڑی۔ اب میں اتنا مفلس بھی نہ تھا۔ ہر جگہ لوگ میری ایسی قدر کرتے اور اس طرح مجھے آنکھوں پہ بٹھاتے کہ اگر میں چاہتا تو بہت سی دولت جمع کر لیتا۔ مگر میں خود نقد رقم لینے کے خلاف تھا۔ کوئی ہزار دیتا نہ لیتا۔ ہاں اگر کبھی کوئی ضرورت پیش آجاتی تو البتہ مجھے لینے پہ مجبور ہو جانا پڑتا۔ اور ہمیشہ ایسے موقعوں پہ خدا کسی اپنے بندے کو پیدا کر دیتا جو ہر طرح میرا کفیل ہو جاتا۔

ان راستوں میں لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ اور قزاقوں کے بڑے بڑے گروہ قتل و غارت کرتے پھرتے ہیں۔ مگر میرے پاس کیا تھا جو کوئی لوٹتا۔ بلکہ چور اور ڈاکو میرے حال پہ مہربان تھے۔ وہ میری کفالت کرتے۔ پُرخطر راستوں میں آرام اور حفاظت سے مجھ کو لے جا کے امن کی جگہوں میں پہونچا دیتے۔ خراسان کی ساری آبادی شیعہ ہے۔ اور بازاری لوگوں کی شورش سے کسی سنی کا بچ کے نکل جانا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ وہاں مجھے شیعوں ہی کے اصول کے مطابق تقیہ کرنا اور اپنے عقائد کو چھپانا پڑا۔

بہرحال میں نے مشہد مقدس میں پہونچ کر حضرت امام علی رضا کی زیارت سے آنکھیں روشن کیں۔ طوس میں جا کے ہارون رشید کی قبر پہ فاتحہ پڑھی۔ اور ایک ہفتہ سفر کر کے نیشاپور میں وارد ہوا۔ سواد خراسان میں داخل ہونے کے بعد میرے دل میں اس شہر کے دیکھنے کا بیحد شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ لکھنؤ اور سارے اودھ پہ اسی شہر کے ایک خاندان کی حکومت ہے۔ عالیشان محلوں میں بڑے بڑے مرتبے والے نیشاپوری امرا آباد ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم تھا کہ چھٹی صدی تک یہ شہر اسلامی علوم دین کا سب سے بڑا مشرقی مرکز رہا تھا۔ مگر جا کے دیکھا تو بجز تباہی و بربادی کے کچھ نہ نظر آیا۔ اور دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ تاتاریوں نے اس کو ایسا تباہ کیا تھا کہ پھر اُس کے بعد سے آج تک پنپ نہ سکا۔

وہان کے مدارس کے کھنڈرون پر آنسو بہاکے مین بھر شمال و مشرق کیطرف چلا۔ اس لیے کہ ایران کے دار السلطنت طہران کی سیر کی آرزو تھی نیشاپور سے سیدھا مغرب کیطرف روانہ ہوکر ڈیڑھ ہفتہ مین مقام جاجرم مین پہونچا یہ چھوٹا سا شہر ہے۔ اور معمولی آبادی وہان سے دو ہفتہ کے سفر نے مجھے استرآباد مین داخل کیا۔ جو غیرآباد مگر قدیم تاریخی شہر ہے۔ چند روز یہان قیام کر کے اور پہاڑون کے اندر اندر دشت نوردی کر کے مین بحر قزوین کے کنارے شہر آمل مین پہونچا۔ جس کو علامۂ بہاء الدین آملی کا وطن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ یہ مازندران کا ملک ہے جس کو ایرانیون کی قدیم تاریخ دیوون کا مسکن بتاتی ہے۔ یہ شہر چونکہ بحر قزوین کی بندرگاہ ہے لہذا جہازون کے ذریعے سے یہان تاتاریون اور روسیون کی بہت آمد و رفت رہتی ہے۔ کیا عجب کہ اگلے اہل فارس نے انھین لوگون کو دیوزاد تصور کر لیا ہو۔

آمل سے خچرون پر سوار ہو کر مین ڈیڑھ مہینے مین طہران پہونچا۔ اس سفر مین میرا رخ مغرب و جنوب کی طرف تھا۔ راستے مین مجھے سلسلۂ کوہ البرز کو طے کرنا پڑا جس کی بعض چوٹیان سارے ایران کے پہاڑون سے زیادہ بلند ہین اور ہمیشہ سفید برف مین ڈھنکی رہتی ہین۔ برف کی سفید سفید ٹوپیان پہننے والے پہاڑون کو سب کے پہلے مین نے یہین دیکھا۔ یہان کا منظر نہایت دلچسپ اور ساتھ ہی انتہا درجے کا ہولناک ہے۔ طہران مین مین نے تین مہینے قیام کیا۔ قریب قریب تمام علماء مجتہدین سے ملا۔ بعض امیرون اور شاہزادون کی خدمت مین بھی باریابی ہوئی۔ یہان کے لوگ میرے حال پر نہایت مہربان تھے۔ دعوتین کرتے۔ نقد نذرانے پیش کرتے جن کو اپنی عادت کے موافق مین ہرگز نہ قبول کرتا۔

سب کے پہلے یہان مجھے اس پر غور کرنے کا اتفاق ہوا کہ یہان ارمنی عیسائی یہودی اور مجوس آباد ہین مسلمان ان کو خصوص یہودیون کو ذلیل سمجھتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ مگر ان کو نجس یا ناپاک نہین خیال کرتے۔ اور اُن کے ہاتھ کا کھانا کھا لینے مین مطلق تامل نہین کرتے

بلکہ بازار مین اکثر کھانے کی چیزون کی دکانین یہودیون کی ہین علما سے پوچھا تو اُنھون نے کہا بجز مشرکین کے اور کسی مذہب کے لوگ ناپاک نہین ہین اُن سے مناکحت و مواکلت جائز ہے!!

اب مین نے طہران سے بھی روانہ ہونے کا سامان کیا۔ اور ایک مہینے مین جنوب و مغرب کا سفر کر کے قدیم شہر ہمدان مین پہونچا۔ یہ شہر ایک زمانے مین دار السلطنت تھا جس کا اثر آج تک یہ نظر آتا ہے کہ لوگون مین شائستگی ہے۔ نشست و برخاست کے تکلفات بڑھے ہوے ہین۔ مگر موجودہ حاکم کے مظالم کی وجہ سے سارا ہمدان اُجڑا پڑا ہے۔ اکثر لوگ بھاگ گئے۔ اور جو مین اس لیے پڑے ہین کہ اُن مین بھاگنے کی قوت نہین رہی۔

مین ہمدان کے شوق مین مغرب کی طرف آگے بڑھ گیا تھا۔ اور بعض شہرون کی زیارت کا شوق دل کو بیتاب کیے ہوے تھا جو جنوب کیطرف ہٹے ہوے تھے اور مشرق مین پیچھے رہ گئے تھے۔ چنانچہ ہمدان سے جنوب و مشرق کا سفر کر کے ایک مہینے مین اصفہان مین پہونچا جس کو خوب بارونق پایا۔ اور آگے بڑھ کے مین پُرانے اصطخر کے کھنڈرون سے گزرا جو قدیم دولت ساسانی کو یاد دلاتے تھے۔ یہان سے جنوب و مغرب کا رخ کر کے پندرہ دن مین شیراز پہونچا۔ جس کے دیکھنے کا مجھے سب سے زیادہ شوق تھا۔ اس لیے کہ حضرت شیخ سعدی اور خواجہ حافظ ابو اسحٰق شیرازی اور ملا صدرا اسی خاک سے پیدا ہوئے تھے اور وہین پیوند زمین ہوے۔ مین نے گلگشت مصلی اور نہر رکنی کی سیر کی۔ اور دو مہینے قیام کر کے روانگی کا ارادہ کیا تو شوق ہوا کہ ایران کے صوبۂ آذربائجان کو بھی آنکھون سے دیکھ لون جسے اس سلطنت مین خاص امتیاز حاصل ہے۔

اس مقصد سے مجھے براہ راست شمال کی راہ لینا پڑی۔ یا یون کہیے کہ مین جس ارادے سے چلا تھا اور جس سمت کو ہر روز سفر کرتے وقت میرا رخ رہتا اُس سے مین غافل ہو گیا۔ شیراز سے چلا تو میرا رخ بالکل شمال کی جانب تھا۔ گاذرون۔ شوستر۔ خرم آباد اور کرمان شاہ سے

گزرتا ہوا اُن پہاڑون مین گھسا جو ایران مین نہایت ہی دشوار گزار اور پیچیدہ مشہور ہین۔ یہی وہ مقام ہے جہان بابک خرمی نے قیام کر کے خلافت عباسیہ کو اُس کے عروج کے زمانے مین مدتون پریشان رکھا تھا۔ اور قافلون کا گذرنا بند ہو جانے سے سارا ملک بدامنی کے حالت مین تھا۔ ان دشوار گزار منزلون کو بہزار خرابی بصرہ طے کر کے مین علاقہ آذربائیجان مین داخل ہوا۔ اور شیراز سے چلنے کے سات مہینے بعد تبریز کی شہر پناہ مین داخل ہوا۔ تبریز سے شمال کی جانب مین نے سُنا کہ کوہ ارارات ہے جس پر عیسائیون کے خیال مین حضرت نوح کی کشتی زمین سے لگی تھی۔ اور اُس سے آگے کوہ قاف ہے جس کا نام مین نے بچپن سے کہانیون مین سنا تھا۔ ان چیزون کا شوق مجھے کشان کشان پھر شمال کی طرف لے چلا۔

غرض دس روز کے سفر مین مین اروان مین پہونچا۔ وہان سے کوہ ارارات کی زیارت کرتا شہر باکو مین پہونچا جو بحر قزوین کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور اسی کے پاس سے کوہ قاف کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ جس کی برف پوش چوٹیان شمال کی طرف ہر وقت پیش نظر رہتی ہین۔ ممکن تھا کہ مین اور شمال کی طرف بڑھ کے کوہ قاف کے اُس طرف نکل جاتا جسے لوگ یاجوج و ماجوج کی سرزمین کہتے ہین۔ مگر مغرب و جنوب کا سفر کر کے پندرہ دن مین تفلیس پہونچا۔ یہان مسلمان عیسائی یہودی۔ روسی آرمنی اور گرجستانی سب آباد ہین۔ مسلمانون مین شیعہ بھی ہین اور سنی بھی۔ ایک مہینہ تفلیس مین آرام لے کر مین نے جنوب کی راہ لی۔ قارص اور ارض روم ہوتا ہوا دریاے دجلہ کے کنارے پہونچ گیا۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ اس کے بہاو کی طرف سفر کرتا بطلیس مین پہونچا۔ پھر موصل مین آ کے چندروز دم لیا۔ اور تکریت ہوتا ہوا بغداد مین داخل ہو گیا۔ جو عراق کا دارالسلطنت ہے۔ اور بنی عباس کا مرکز خلافت تھا۔ یہان فارسی عربی ترکی اور کردی بہت سی زبانین بولی جاتی ہین۔

چندروز کے لیے مین نے بغداد کو اپنا مرکز سفر بنا لیا۔ آرام لے لے کر

اور اطمینان کے ساتھ ہیین سے مین نے کوفے اور بصرے کی سیر کی۔ کوفے کے صرف کھنڈر رہ گئے ہین۔ مگر وہ کھنڈر بھی میری نظر مین قدامت کی قابل قدر یادگار ہین۔ عربی نحو و صرف انھین دونون شہرون کا زیر بار احسان ہے۔ عربی رسم خط مین جتنی اصلاحین ہوئین یہین ہوئین۔ بڑے بڑے کبار صحابہ اور محترم بزرگان اُمت ان شہرون مین آئے تھے۔ اسی علاقے مین حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما آرام فرما رہے ہین۔ خاص بغداد مین مین نے حضرت غوث الاعظم کے مزار کی زیارت کی۔ جنید و شبلی کے ایسے اہل اللہ کی تربتون پر فاتحہ پڑھی۔ پھر حضرت علی۔ حضرت شہید کربلا اور کاظمین کی زیارت سے آنکھین روشن کین۔

اس شہر اور اُس کے قرب و جوار کو مین نے یہود کا بھی بہت بڑا مرکز پایا۔ اور یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اکل و شرب اور کتابیہ عورتون سے شادی کرنے مین مسلمانون کے بڑے بڑے علما کو تامل نہین یہ نا جائز تصور کرتے ہین اور نہ کسی قسم کی احتیاط برتتے ہین۔

سترھوان باب

سفر حج

بغداد مین تھا کہ شعبان کا مہینہ آیا۔ اور معلوم ہوا کہ دس بارہ روز بعد حجاج کا ایک قافلہ ارض حجاز کو روانہ ہوگا۔ اس لیے کہ ممالک ایران ترکستان اور روس وغیرہ کے دس پندرہ ہزار عازمان حج جمع ہوگئے تھے۔ سنتے ہی مین بھی آمادہ ہوگیا۔ کاروان سرا مین جا کے دیکھا تو نظر آیا کہ خانہ بدوشون کا ایک شہر بسا ہوا ہے۔ جس مین ہر درجے ہر حیثیت اور ہر طبقے کے لوگ تھے۔ چونکہ مختلف ملکون کے رہنے والے تھے اس لیے سب کے رنگ حلیے اور وضعین بھی بدلی ہوئی تھین اسی کے مطابق سوارلون کا بھی حال تھا۔ اونٹ گھوڑے خچر گدھے سب ہی قسم کی

سواریان تھین۔ اور اگرچہ اُن کی اصلی چالون مین بہت بڑا فرق ہے۔ مگر مسافرون کی باہمی رفاقت اور قافلہ بندی کی ضرورت نے سب کی چال ایک کردی تھی۔ سواری رکھنے والون کے علاوہ تقریباً چار پانچ ہزار پیدلون کا گروہ تھا جو اُنھین سوار مسافرون کے ساتھ پاپیادہ دشت نوردی کر رہے تھے۔ مجھے ان لوگون کی عجیب دلکش شان نظر آئی۔ اور اگرچہ بعض دولتمند شناساؤن نے چاہا کہ مجھے کوئی اونٹ یا خچر خرید دین۔ مگر مین نے منظور نہ کیا اور پیدل چلنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

دو ہفتے کے بعد ایک صبح کو کچھ رات رہے قافلہ روانہ ہوا۔ اور مین پیدل ہونے کے باعث گرد کاروان بنا ہوا تھا۔ اُس کے ساتھ چلا۔ بغدادھی مین ہم دجلے کے پار اُتر گئے جہان پُرانے قبرستانون مین ملے ہوے پُرانے اصلی بغداد کے کھنڈر دور دور تک پھیلے ہوئے ہین۔ اور اُن کے گرد نہین بلکہ اُن کے درمیان مین خلیفہ منصور کی بنائی ہوئی گول شہر پناہ کی جگہ ملبے کے تودون کا مدوّر حلقہ نظر آتا ہے۔ دریا سے اُترتے ہی ہم جنوب و مغرب کی طرف چلے۔ اور کئی اٹی ہوئی نہرون کو عبور کر کے دریاے فرات کے کنارے پہونچ گئے۔ اور شہر مسیّب مین دجلے کے بھی پار ہو کر ہم نے سیدھی جنوب کی راہ لی۔ یہان کے مقدس مقامات اور عتبات عالیات کی زیارت مین پہلے ہی کر چکا تھا۔ مگر قافلے والون کو جو دُور دُور سے آئے ہوئے تھے شوق تھا کہ تمام متبرک آبادیون کی زیارت کرتے ہوے ارض حجاز مین پہونچین۔ چنانچہ فرات کے پار ہوتے ہی اُنھون نے کربلا اور مشہد حسین کا رُخ کیا۔ کربلا مین قافلہ آٹھ دن تک پڑا رہا۔ نوین روز ہم وہان سے چلے تو بابل کے کھنڈرون مین گزرنے لگے۔ یہ کھنڈر جو منزلون تک چلے گئے ہین۔ اور بعض مقامات مین نہایت ہی مہیب نظر آنے لگتے ہین عہد قدیم کی خدا فراموشیون کی نہایت عبرتناک تصویرین ہین۔ قافلہ راستے راستے گزر رہا تھا اور میرا جی چاہتا تھا کہ ان منہدم آثار کی زیادہ ٹھہر کے سیر کرون۔ مگر رہبر بدوؤن سے

معلوم ہوا کہ ان مین گزرنا نہایت دشوار ہے۔ علاوہ برین یہان ہر قسم کے موذی جانورون درندون اور سانپ بچھوؤن کی اس قدر کثرت ہے کہ ہر قدم پر اُن کا سامنا ہوتا ہے۔ اُن سے بھی زیادہ بے رحم و خونخوار وحشی بدوی قبائل عرب ہین جو ان منہدم آثار مین رہتے ہین۔ اور جو یکہ و تنہا مسافر مل جاتا ہے اُسے زندہ نہین چھوڑتے۔

مین کچھ ایسی حالت مین گھر سے نکلا تھا کہ جینے کی کچھ زیادہ تمنا نہ تھی۔ اسی لیے بار بار دل مین آتی کہ انھین کھنڈرون مین ٹھہر جاؤن۔ اور قافلے کا غلام بننے کے عوض آزادی کے ساتھ تن تنہا سفر کرون۔ مگر ساتھیون نے بیوقوف بنانا شروع کیا۔ اور ایسا قائل معقول کیا کہ مجھے اُن کا ساتھ چھوڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دوسرے روز انھین گری پڑی عمارتون کے سلسلے مین ایک اونچا ٹیلہ دکھائی دیا جس کی نسبت معلوم ہوا کہ تل نمرود کہلاتا ہے۔ مین نے کہین تاریخ مین تو نہین پڑھا۔ مگر عوام مین مشہور ہے کہ یہ ایک نہایت ہی بلند مینار تھا جس کو نمرود نے خدا کا مقابلہ کرنے کو بنایا تھا۔ اب اس مینار کی جگہ یہ کالا ٹیلا ہے جہان شاید نمرودی کی یادگار مین مچھرون کی اتنی کثرت ہے جتنی اور کہین نہین دیکھی گئی۔ اسی سلسلے مین رہبرون نے اہل قافلہ کو بیر بابل بھی دکھایا جس کا قرآن مین ذکر ہے۔ مگر اب کہین کنوئین کا نام نہین ہے ایک مصنوعی غار سا معلوم ہوتا ہے جس کو بیر بابل سمجھا خدا جانے کہان تک صحیح ہے۔ لیکن اتنا سنا گیا کہ کوفے اور بصرے کے ساحر اپنا سحر جگانے اور موکلون پر اپنا اثر قوی کرنے کے لیے یہان آج تک آتے اور اس کے اندر ٹھہر کے عمل پڑھتے ہین۔

ان کھنڈرون ہی کے سلسلہ مین شہر حلہ آباد ہے جو سادات بنی فاطمہ کا ایک قدیم مرکز تھا۔ علامۂ مطہر حلی اور شیعون کے اور بہت سے عالم اسی خاک سے پیدا ہوئے۔ حلے مین زیادہ آبادی شیعون کی ہے۔ یہان سے بھی کئی سو حاجی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ اور ہم کوفے کی کھنڈرون

یمن پہونچے۔ ان کھنڈرون کا سلسلہ بابل کے کھنڈرون سے مل گیا ہے۔ اور چونکہ یہان
کے مکانون مین اکثر وہی اینٹین لگائی گئی تھین جو بابل کے کھنڈرون سے لی گئی تھین
لہذا ان دونون اگلے پچھلے مسمار شہرون کی شان ایک ہی سی ہے۔ مجھے کوفے کے
کھنڈر دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی۔ اس شہر کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے آباد فرمایا تھا
اور بڑے بڑے نامور شرفاے عرب یہان آ بسے تھے جنھون نے علم و فضل مین بے انتہا
ترقی کی مگر ان لوگون نے اپنی تمدنی حالت ایسی خراب کر لی تھی کہ بے وفائی مین شہرۂ
آفاق ہو گئے۔ حضرت علی کا ساتھ دیا۔ پھر آپ سے اور آپ کے خاندان سے بیوفائیان
کین۔ بعد ازان خلافت بنی امیہ کی طرفداری مین خاندان نبوت سے دغا بازی
کی۔ اپنے آپ کو اُن کا غلام بتا بتا کے بلایا اور دغا دی۔ بعد ازان اہلبیت کی طرفداری
مین خلفاے بنی امیہ کے مخالف بنے۔ ان سب باتون کا انجام یہ ہوا کہ سارے شہر کی
اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور کوئی چراغ جلانے والا بھی نہ رہا۔ کوفے سے مغرب
کی طرف سفر کر کے قافلہ نجف مین پہونچا۔ جہان حضرت علی کا مزار ہے۔ مگر مین نے
جہان تک تاریخون مین پڑھا ہے اس کو صحیح نہین جانتا کہ آپ کہان دفن ہوے۔
حضرت امام حسنؑ نے پہلے آپ کو مسجد کوفہ کے کسی کونے مین دفن فرمایا تھا۔ اس
کے بعد جسد اطہر کو لے کے چلے کہ مدینے مین دفن کرین۔ مگر راستے مین اونٹ
جنازے کو لے کے بھاگا اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ آپ کہان آغوش لحد کے سپرد کیے
گئے۔ مگر اس تحقیق سے قطع نظر کر لیا جائے تو نجف آج دنیا کی بہت عظیم الشان زیارت
گاہ ہے۔

نجف سے ہمارے قافلے نے جنوب کا رخ کیا۔ اب جس راستے پر ہم جا رہے
تھے وہی راستہ تھا جس پر فاتح عجم صحابہ کے قدم پڑے تھے۔ اور اسی طرف سے
داعیان توحید نے آکر دولت ساسانی کو زیر و زبر اور آتش پرستی کو پامال
کیا تھا۔ مگر افسوس کوئی ایسا اگلا جاننے والا موجود نہ تھا جو بتاتا کہ کس کس جگہ
اُن کے قدم پڑے تھے تاکہ مین اُس خاک کو اُٹھا کے آنکھون سے لگاتا۔ تاہم مین
اس زمین کا ادب و احترام کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔

عہد قدیم کے منازل کا حال معلوم نہین مگر ہمارا کئی ہزار اونٹون کا قافلہ جو گزرا

عرب اور ارض نجد کو قطع کرتا سیدھا جنوب و مغرب کے کونے کے رُخ پُرسی طرف بنا زمین پڑھتا اور سیدھے کرنا چلا جاتا تھا۔ پہلے ہم نے رتاجیہ میں پڑاؤ ڈالا پھر تبیکہ کے کنوؤں پر اُترے۔ آگے بڑھ کے لینہ میں قیام کیا۔ اور سخت دشت نوردی کر کے مقام الخیل میں پہونچے۔ پھر کہف میں اُترے۔ آگے سفر کر کے قوار میں ٹھہرے۔ پھر انخباب میں منزل کی۔ اور روانگی کے چالیسویں روز نجد کے چھوٹے شہر عُنیزہ میں داخل ہو گئے۔

جو لوگ براہ راست مکہ معظمہ جانا چاہیں وہ عنیزہ سے جنوب کی طرف جاتے ہیں۔ مگر ہمیں پہلے زیارت مدینہ طیبہ کا شوق تھا اس لیے ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد مغرب کیطرف کوچ کر کے الرّاس میں پہونچے۔ وہاں سے جنوب کیطرف مُڑ کے حنیفہ سے روانہ ہو کر کوہ اُحد کے پہلو سے گزرتے ہوئے اُس مقام میں پہونچے جہاں غزوۂ اُحد کا قیامت خیز معرکہ ہوا تھا۔ اس وادی کے ہر حصے کو ہم نے نہایت خلوص عقیدت اور ذوق دینی سے دیکھا۔ اُس گھاٹی کو خوب غور سے دیکھا جدھر سے کفار نے عساکر نبوت پر نرغہ کیا تھا۔ حضرت سید الشہدا حمزہ کی تربت کی زیارت کی اور تیسرے روز مقام حمرا میں پہونچ گئے جو مدینہ طیبہ کے آنے جانے والوں کے لیے ایک نہایت مناسب اور مسنون قیام گاہ ہے۔

ہمارا قافلہ پہونچا ہی تھا کہ دوسرے دن وادی القریٰ یعنی ٹھیک شمال کیطرف سے شامی قافلہ آگیا۔ اسی میں روم۔ شام۔ فلسطین مصر اور تمام اقصائے مغرب و شمال کے حاجی تھے۔ بہت بڑا قافلہ تھا جس میں تیس ہزار اونٹوں سے کم نہ تھے۔ اسی کے ساتھ مصر سے نیا غلاف کعبہ آیا تھا۔ جو ایک اچھی خوبصورت اونٹنی پر تھا۔ وہ اور اس کی محمل بڑے شان و شکوہ سے آراستہ کی گئی تھی۔ اور محمل عائشہ کے نام سے مشہور تھی۔ کچھ ترکی فوج تھی جس کے ہمراہ فوجی باجے اور توپیں بھی تھیں۔ جن کے لانے کا اصلی مقصد تو یہ تھا کہ بدویوں کی لوٹ مار سے محفوظ رہیں مگر اس کے ساتھ یہ مقصود بھی تھا کہ

ترکی جاہ وجلال اور عثمانی شوکت و اقبال کا نظارہ ساری دنیا کے حاجیون کو نظر آجائے۔

اب دونون شامی و عراقی قافلے جرف مین اُترے ہوئے تھے اور یہ جھگڑا پیش تھا کہ کون قافلہ پہلے مدینۃ النبی کیطرف روانہ ہو۔ شامی قافلے والے مُصر تھے کہ ہم پہلے جائین گے۔ اور اُن کے قافلہ سالار حسین پاشا جو خدیو مصر کے بھتیجے تھے دعوی کر رہے تھے کہ ہم اُس سرزمین سے آئے ہین جہان کا ذی شان خادم حرمین شریفین ہے۔ مدینۂ طیبہ کے تمام مصارف و وظائف کا متکفل ہے۔ ہم ہی غلاف کعبہ کے حامل ہین۔ اور محمل عائشہ ہمارے ہمراہ ہے لہذا ہم سے پہلے جانے کا کسی کو حق نہین ہو سکتا۔ جب یہ نزاع بڑھی تو ترکی فوج مین خبر ہو گئی وہ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ صفین درست کر لین۔ اور توپون کا رخ ہماری طرف کر دیا۔

ہمارے قافلہ سالار نقیب السادات سید محمود جیلانی تھے جو حضرت غوث الاعظم کی نسل مین تھے اور خانقاہ حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ کے شیخ و متولی کے فرزند تھے۔ اُن کے دل مین خدا نے نیکی ڈال دی کہ بذات خود حسین پاشا کے پاس چلے گئے اور کہا، ہم جو پہلے جانا چاہتے ہین تو اس لیے نہین کہ ہمین پہلے جانے کا حق ہے یا ہمین کوئی فضیلت حاصل ہے۔ اور نہ ہماری اتنی مجال ہے کہ آپ سے سبقت لے جانے کا وہم و گمان بھی ہمارے دل مین پیدا ہو۔ ہمین پہلے جانے کا اصرار محض اس تمنا کے جوش سے ہے کہ آستان نبوت پر سب سے پہلے جبہہ سائی کرین۔ اور نیز یہ شوق متقاضی ہے کہ پہلے سے پہونچ کے شامی قافلے کے داخلے کی شان دیکھین۔ لہذا آپ خیال فرما سکتے ہین کہ یہ شوق آپ پر عظمت چاہنے کے لیے نہین بلکہ آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے کے لیے ہے۔" اِس بات کو اُنھون نے ایسے اچھے عنوان اور خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ حسین پاشا نے فوراً منظور کر لیا۔ اور سید محمود کے واپس آتے ہی ہمارا قافلہ مدینے کیطرف چل کھڑا ہوا۔

چند ہی گھنٹوں مین مدینہ طیبہ کی شہر پناہ نظر آئی۔ اور آگے بڑھے تو روضۂ اقدس کا کلس دکھائی دیا جس کا جلوہ نظر آتے ہی ہم نے احترام کے خیال سے سر جھکا دیا۔ جتنے لوگ سواریون پر تھے زمین پر اُتر پڑے۔ اور ہم سب روضۂ اطہر کے سامنے سر جھکا جھکا کے کھڑے ہو گئے۔ مین نہین کہہ سکتا کہ اُس وقت میرے دل کی کیا حالت تھی۔ پندرہ بیس ہزار آدمی ادب و احترام سے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اور کلمۂ "السلام علیک یا رسول اللہ" ہر شخص کی زبان پر تھا۔ دیر تک یہی حالت قائم اور رقت طاری تھی۔

اب ہم سب اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے ہوے پاپیادہ آگے بڑھے۔ اور مدینۂ طیبہ کے شمالی پھاٹک سے تھوڑی دور ہٹ کے داہنی جانب قافلے نے پڑاؤ ڈال دیا۔ ہمارے پہونچنے کے دوسرے دن شامی قافلہ بڑے کرّ و فر سے آیا۔ وہ لوگ توپین فیر کرتے اور آتش بازی چھوڑتے ہوے غیر معمولی شان و شکوہ سے آستانِ نبوت پر پہونچے۔ اور اسی پھاٹک کی بائین طرف تھوڑے فاصلے پر ٹھہر گئے۔

یہان معمول ہے کہ ایک قافلے کے لوگ دوسرے قافلے والون سے بہت کم ملتے ہین۔ بلکہ حاجیون اور زائرون کی عام حالت یہ رہتی ہے کہ ایک کو دوسرے کا حال بالکل نہین معلوم ہونے پاتا۔ یہ امر میرے مذاق اور میری آرزو کے خلاف تھا۔ اول تو میرا خیال یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینۂ طیبہ مین ساری دنیا کے حاجیون اور زائرون کے آنے مین شارع علیہ السلام کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر باہم تبادلۂ خیالات کرین۔ اور ایک دوسرے سے مانوس و آشنا ہون۔ گو وطنی مغائرت اور زبان کی ناآشنائی ہے۔ مگر پھر بھی ہمین اپنے غیر وطنی بھائیون اور غیر زبان بولنے والے لوگون سے مل جُل کے اور باہمی تعلقات پیدا کر کے ربط و ضبط اور موافقت پیدا کرنا اور اخوت دین کے رشتے کو مضبوط کرنا چاہیے۔ دوسرے میرا خاص مقصد سفر یہ تھا کہ دیگر ممالک کے مسلمانون سے مل کے اپنے شبہات کو رفع کرون۔

چنانچہ اپنے اغراض و مقاصد کے خیال سے مین نے یہ طریقہ اختیار کیا
کہ ہم وطنون کی بہ نسبت دوسرے ملک والون سے زیادہ ملتا جلتا۔ میرا سارا دن اور
رات کا بھی زیادہ حصہ اہل مدینہ اور مسجد نبوی مین صرف ہوتا یا شامی قافلے والون
مین مین عربی کا منتہی طالب تھا اور خیال کرتا تھا کہ عربون کی زبان بخوبی سمجھ لون گا
اور دو چار روز مین بے تکلف باتین کرنے لگون گا۔ ایران مین اس کا تجربہ
بھی ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ مین جیسی عربی جانتا تھا ویسی ہی فارسی بھی جانتا
تھا۔ قلمرو ایران مین داخل ہوا تو ابتداءً وہان کے لوگون سے اُن کی زبان مین
گفتگو کرنے مین کسی قدر دشواری پیش آئی۔ مگر دو ہی چار روز مین ساری دشواری
دور ہو گئی۔ اور مین بہ آسانی ایرانیون سے باتین کرنے لگا۔ مگر یہان پہونچ کے ایسا
معلوم ہوا کہ جیسے مین نے عربی پڑھی ہی نہین ہے یا مین نے کوئی اور عربی پڑھی
ہے اور یہان کے لوگ کوئی اور عربی بولتے ہین۔ عرب لوگ جب گفتگو کرتے تو مین غور
کرتا اپنے پڑھے بہت ہی کم لفظون کو اُن کی زبان پر پاتا۔ تقریباً دو ہفتون کے
بعد مین بعض بعض الفاظ کو سمجھنے لگا۔ اور میرے خیال مین آنے لگا کہ جن الفاظ
کو مین نے پڑھا ہے اُن کو وہ کس انداز سے اور کس لہجے مین ادا کرتے ہین۔
لطف کی بات یہ تھی کہ جب مین اپنی عربی مین کوئی بات کہتا تو وہ لوگ مطلق
نہ سمجھتے اور کبھی کوئی کچھ سمجھتا تو کہتا کہ "یہ نحوی زبان بولتے ہین"
ابتداءً اس جملے کو سُن کر مین خوش ہوا۔ مگر بعد معلوم ہوا کہ یہ میری عربی دانی
کی داد نہ تھی بلکہ دوسرے الفاظ مین یہ کہنا تھا کہ مجھے عربی نہین آتی۔ بعض
ہمراہی ہندی مولویون کو مین نے دیکھا کہ اُنھون نے شرما کے بولنا ہی موقوف
کر دیا۔ مگر مجھے شام و عرب والون سے ملنا اور بے تکلف ہونا تھا لوگ لاکھ
ہنستے اور بناتے مگر مین زبان ملائے جاتا۔ اور آخر ٹوٹی پھوٹی زبان
بولنے لگا۔ اور جب اتنا ہو گیا کہ اپنا مطلب اُن کے ذہن نشین کر دون
اور اُن کا مطلب سمجھ جاؤن تو پھر روز بروز آسانی ہوتی گئی۔

مین نے مدینہ طیبہ سے اپنے عراقی قافلے کو چھوڑ دیا۔ اور بڑی
کوشش سے شامی قافلے کے ساتھ ہو گیا۔ تین ہفتے کے بعد مدینۃ النبی اور

اُس کے اطراف کی زیارت کرکے شامی قافلے کے ساتھ مین نے مکۂ معظمہ کی راہ لی۔
اور پندرہ دن کے بعد جب اُس مرکز توحید مین پہونچا ہون تو خدا کے فضل و کرم سے
بے تکلفی کے ساتھ وہان کے لوگون سے گفتگو کرسکتا تھا۔ اب مجھے اس کا بھی امتیاز
ہونے لگا کہ حجاز۔ یمن۔ شام۔ مصر۔ طرابلس الغرب۔ تونس۔ بربر۔ اور مراکش کی عربی زبان
مین کیا فرق ہے۔ تین سال تک سورت کے تاجرون کی فیاضی پر بسر کی۔ اور حدیث پڑھتا رہا۔
کئی بار برکت حج سے شرفیاب ہوا۔ اور چار سال حجاز مین ٹھہر کے شامی
قافلے ہی کے ساتھ مین نے فلسطین و شام کی راہ لی۔ مدینۂ طیبہ کی زیارت سے دوبارہ
شرفیاب ہوتا ہوا وادی القریٰ مین پہونچا۔ بلاد خیبر اور دیگر مقامات کی جنھین
حضرت رسالت کی فخر کائنات ذات سے خصوصیت ہے زیارت کی۔ پھر آگے
بڑھ کے قوم ثمود کے آثار باقیہ اور پہاڑون مین کھُدے ہوے پُرشکوہ مکانات
دیکھے۔ اور تبوک مین پہونچا۔

اٹھارھوان باب

واپسی وطن

تبوک قدیم الایام مین بنی غسان کی تاریخی سرزمین مین شامل تھا۔
اور یہین سے ارض فلسطین و شام کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ سنتا ہون کہ کسی
زمانے مین یہ مقامات نہایت آباد تھے۔ اس لیے کہ عربی قافلے یمن سے حجاز ہوتے
ہوئے شام مین اور پُرانے تاجرون یعنی فینقی لوگون کے علاقے مین آتے تھے۔
ساری مشرقی دنیا اور ہندوستان و چین تک کا مال یہ لوگ اونٹون پر
لاد کے یمن سے لاتے۔ اور سواحل شام سے وہ ساری مغربی دنیا مین
پہونچتا۔ ان قافلون کی آمد و رفت اس کثرت سے تھی کہ ہر وقت جرس
کاروان کی آواز بلند رہتی۔ اور قدم بہ قدم اقامت گاہین تھین جہان
پچاس پچاس ہزار اُنٹون کا پڑاؤ پڑتا۔ اب چونکہ فرنگستان کے لوگون
نے ساری تجارت پر قبضہ کر لیا۔ اور کل مال براہ راست سمندر کے راستے

سے جانے لگا- اس لیے نہ وہ قافلے رہے اور نہ اُن کی بارونق کاروان سرائین ابدتو سمِ حج مین صرف حاجیون کے قافلے گزرتے ہین-

مصر و شام کے بعض لوگون سے مجھ سے ایسی دوستی ہو گئی کہ بغیر میری صحبت کے اُن کا دل نہ لگتا- خصوصاً قاہرہ کے ایک عالم شیخ احمد دمنہوری تو اس قدر مہربان ہوئے کہ میرا پاپیادہ سفر اُنھون نے کسی طرح گوارا نہ کیا- مین نے اس پر اصرار کیا تو وہ خود اپنے اونٹ سے اُتر کے پیدل سفر کرنے لگے- اور آخر مجبور ہو کر مین نے اُن کے اونٹ پر ایک طرف بیٹھنا منظور کر لیا- اور اُنھین کی رفاقت سے مین نے ارادہ کر لیا کہ فلسطین و شام سے پہلے مصر کا سفر کر دن- چنانچہ شہر غزہ مین پہونچ کر شام و مصر کے قافلے جب جدا ہوے- اور مصریون نے شام والون کی رفاقت چھوڑ کے مغرب کا رخ کیا تو مین بھی اُنھین کے ساتھ ہوا- اور دس پندرہ روز تک بنی اسرائیل کی وادی تیہ مین اُن کی سُنّت دشت نوردی ادا کر کے مین آب تمساح کے کنارے پہونچا جو ایک بڑی بھاری جھیل ہے- یہان پانی مین گھڑیالون کی اور صحرا مین بڑے بڑے ریچھون کی اس قدر کثرت ہے کہ گذرنے والون کو اُن سے بچنے مین سخت زحمت برداشت کرنا پڑتی ہے-

اپنے مہربان دوست شیخ احمد سے مین نے سنا کہ حضرت موسیٰ کا وادی سینا اور مقدس کوہ طور ہمارے جنوب مین ہے- مین نے بہت ارادہ کہ قافلے کا ساتھ چھوڑ کے اُس وادی کی زیارت کا شرف حاصل کر دن- جہان حضرت موسیٰ کو جلوۂ الٰہی نظر آیا تھا- مگر اُنھون نے کسی طرح نہ مانا- اور کہا "اس علاقے مین جانا خودکشی ہے- درندون کی کثرت ہے- اور درندون سے زیادہ بے رحم صحرائی عرب ہین"

تمساح کی جھیل سے آگے بڑھ کے دو ہی چار روز مین مین مصر کے جبل مقطم کے درون سے گذرنے لگا- جو پہاڑ تاریخ اسلام مین بڑی عظمت رکھتا ہے- اور بہت سے اکابر دین وہان مدفون ہین- اُن کے مزارون پر فاتحہ پڑھتا ہوا درون سے نکلا تو قاہرہ کی آبادی نظر کے سامنے تھی- جو نہایت ہی شاندار شہر ہے- مسجدون کے مینار اور گنبد اور عالیشان قصرون کے کنگرے عجیب و غریب

عظمت کا منظر نظر کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ یہ سن کر اپنی خوش نصیبی پر ناز ہوا کہ قاہرہ کی بنیاد صحابہ کے ہاتھ سے پڑی ہے حضرت عمرو بن عاص نے اس کو آباد کیا۔ خاص اُن کے خیمے کیوجہ سے اس کا پہلا نام فسطاط قرار پایا تھا۔ مگر خلفاے بنی فاطمہ مصر نے اس کو اپنا مرکز خلافت قرار دے کر قاہرہ کے نام سے مشہور کر دیا۔

یہان کئی مہینے تک اپنے دوست شیخ احمد صاحب کا مہمان رہا۔ انھون نے اپنے ہمراہ لیجا کے مجھے یہان کی قدیم عمارتون اور تاریخی یادگارون کی سیر کرائی۔ فراعنہ کے بڑے بڑے قصرون اور ایوانون کے کھنڈر۔ گہرے بڑے تہخانے اور ہیبت ناک بتون کی مورتین دیکھین اُن سر بفلک تودون کو عبرت کی نگاہ سے دیکھا جو اہرام مصری کہلاتے ہین۔ اور مصر والون مین مشہور ہے کہ طوفان نوح سے پیشتر تعمیر ہوے تھے۔ یہان کے بت پرست فرمان روا اُن نے طوفان کی دستبرد سے بچنے کے لیے اِن تودون کو جن کے اندر وسیع کمرے اور مکانات ہین اپنا مامن قرار دیا تھا۔ مگر انھین کے اندر مر کے رہ گئے۔ اور اُن کی لاشین آج تک اُن کے اندر محفوظ ہین۔

شیخ احمد منہوری یہان کے مستند عالم تھے اور مقبول عام فقہا مین تھے۔ ایک دن اُن کے ہمراہ مین نے جا کے سید مرتضیٰ زبیدی کی زیارت کی جو قاموس کی شرح تاج العروس لکھ رہے تھے۔ اور امام غزالی کی احیاء العلوم پر اُن کی ضخیم و مبسوط شرح لوگون مین شایع ہو چکی تھی اُن کے علم و فضل کی اس قدر شہرت تھی کہ ممالک مغرب اور روم و شام سے جو لوگ سفر حج کے لیے گھر سے نکلتے اُن کی زیارت کو بھی نہایت ضروری امر تصور کرتے۔ حکومت مصر ہی نہین خلافت عثمانیہ قسطنطنیہ بھی اُن کا نہایت ادب و احترام کرتی۔ ایسے بزرگ کی زیارت میرے لیے بہت ضروری تھی۔ چنانچہ سید احمد صاحب کو بڑے اصرار سے ذریعۂ تعارف بنایا اور اُن کی خدمت مین حاضر ہوا۔

اُن کی صحبت مین مجھے اپنے شبہات کا خیال آیا۔ اور مین فوراً

آمادہ ہوگیا کہ اپنے تمام شکوک مٹا دوں۔ ادب کے ساتھ اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ "ہندوستان کے علما نصارا کے ساتھ کھانے پینے اور مسیحہ لڑکی کے ساتھ عقد کرنے کے خلاف ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان لڑکی انگریزوں کے مذاق کی تعلیم پائے۔ اگرچہ بظاہر اُس نے اپنی وضع قطع اور اپنے عقائد کو نہ بدلا ہو وہ اُس سے نکاح کرنے کو بھی جائز نہیں بتاتے۔ جناب اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟"

سید مرتضیٰ: "ہندوستان میں یہود و نصارا کا مطلق وجود نہیں ہے۔ لہذا علمائے ہند اُن کے متعلقہ مسائل شرع سے ناواقف ہیں۔ کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ہنود کے یہاں کا کھانا جائز سمجھتے اور بے تکلف کھاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بت پرست اور مشرک ہیں۔ جن کی نسبت قرآن مجید میں نجس کا لفظ آیا ہے اور نصارا جو اہل کتاب ہیں اُن کو ناپاک سمجھتے اور اُن کے ہاتھ کا پانی تک نہیں پیتے۔ یہ مسلک نص صریح قرآنی کے مطلق خلاف ہے۔ مگر محض مغائرت کے باعث ہندوستان کے فقہا نص کا بھی خیال نہیں کرتے۔ ان مسائل کی سچی شان آپ کو شام روم اور مصر میں نظر آسکتی ہے۔ جہاں قرون اولیٰ سے آج تک مسلمانوں اور ذمیوں کا ساتھ رہتا چلا آیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ناپاک سمجھنے کے چند معاشرتی اور عقلی مصالح پیش کیے تو مولٰنا نے ہنس کے فرمایا "ان باتوں پر نظر ڈالنا شارع علیہ السلام کا کام تھا ہمارا تمھارا نہیں"

اتنے بڑے بزرگ کی زبان سے یہ فتویٰ سُن کر میں اپنی غلطی پر نادم ہوا۔ اور یہی پہلا موقع ہے جب مجھے خیال آیا کہ اپنے متعصبانہ طرز عمل سے میں نے اپنے والدین کے دل کو صدمہ پہونچایا۔ اور تم پہ ظلم کیا۔ اور یہی گھڑی ہے جب میں آمادہ ہوا کہ گھر میں واپس آکر والدین سے معافی چاہوں۔ اور تم پر جو بدگمانیاں کی ہیں اُن سے توبہ کروں۔

باتوں باتوں میں سید مرتضیٰ نے دہلی اور لکھنؤ کے کچھ حالات پوچھے میں نے جو کچھ خیال میں آیا بتایا۔ اور اُن کی باتوں سے ایسا معلوم

ہوا کہ جیسے اُنھون نے ہندوستان کے اِن شہرون کو دیکھا ہے۔ حیرت کے لہجے مین عرض کیا۔ "کیا آپ کبھی ہندوستان تشریف لے گئے ہین؟" اُنھون نے مسکرا کے اردو زبان مین کہا "جانا کیسا؟ کبھی میرا وطن ہی تھا اطراف لکھنؤ مین تھا۔ اور میرا مسقط الراس قصبہ بلگرام ہے۔ سندیلے اور لکھنؤ مین میرا قیام رہا۔ بعد ازان مین نے دہلی مین جا کے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین زانوے شاگردی تہ کیا دس برس اُن کی خدمت مین رہ کر گشش دین نے مجھے ارض حجاز مین کھینچ بلایا۔ حج کے بعد مین زیارت تربت حضرت ختم المرسلین کے لیے مدینہ طیبہ مین گیا۔ اور چونکہ ادب اور عربی دانی کا شوق تھا۔ اس لیے مدینۂ طیبہ سے ملک یمن کی راہ لی۔ اور خاک زبید مین پہونچا جہان کے علما زبان عرب مین سب سے زیادہ تبحر رکھتے ہین۔

یہان ایک محترم اور قابل ادیب کی خدمت مین حاضر ہو کر اُن کی شاگردی اختیار کی۔ اور گیارہ سال تک اُن کی خدمت کرتا۔ اور عربی کے مختلف لغات و محاورات مین بصیرت حاصل کرتا رہا۔ اتنی مدت تک میرا توغل دیکھ کر وہ بزرگ میرے حال پہ نہایت مہربان ہوئے۔ اور مجھ سے کہا "اگر تم یہان کی سکونت کا مستقل ارادہ کرلو اور وعدہ کرو کہ ہندوستان واپس نہ جاؤ گے تو مین اپنی بیٹی کا تمھارے ساتھ عقد کر کے تمھین اپنا فرزند اور جانشین بنا لون۔ مین نے قبول کر کے زبید کو اپنا وطن بنا لیا۔ اور اُن کی دامادی کے باعث زبید بلکہ سارے یمن کے مسلمانون کا مقتدا بن گیا۔ چند روز بعد میرے محترم خسر اور شیخ نے سفر آخرت کیا۔ اور اُن کی وفات کے بعد اپنی بیوی کے مشورے سے مین مصر مین آیا۔ اور یہان کے لوگ اس قدر در پے ہوئے کہ اب میرا وطن و مسکن جو کچھ ہو مصر ہے۔ لہذا اگرچہ مین زبیدی مشہور ہوں۔ مگر اصل مین ہندی اور بلگرامی ہون"۔

مجھے مولانا کے یہ حالات سُن کر نہایت حیرت ہوئی اور عرض کیا "ہندوستان کے لیے یہ بڑی فخر کی بات ہے کہ اُس کی خاک نے

آپ کے ایسے صاحب علم وفضل امام زمانہ کو پیدا کیا اُنھون نے کمال انکسار
وفروتنی سے کہا "خدا کرے میری حالت اس مقبولیت کے مناسب ہو اور
لوگ جیسی میری عزت اور قدر ومنزلت کرتے ہین مین اُس کے قابل ہوں"
بعد ازان وہ دیر تک لکھنؤ کی سلطنت اور علماے فرنگی محل کے حالات پوچھتے
رہے۔ جب وہ پوچھ چکے تو مین نے اپنی حالت اور اپنی بے خانمانی کی
کیفیت بیان کی۔ ان باتون کو سُن کر اُنھون نے افسوس کیا اور فرمایا۔
"میرے دل مین خیال پیدا ہو چلا تھا کہ تم کو اپنے پاس رکھ لون۔ اور
تصنیف وتالیف مین تم سے مدد لیا کرون۔ مگر جو واقعات تم نے بیان
کیے اُن کا تقاضا یہ ہے کہ فوراً اپنے وطن جا کے مان باپ سے معافی مانگو۔
اور اگر اس لڑکی کا کہین عقد نہ ہو گیا ہو تو فوراً اُس سے شادی کر لو۔
مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری فلاح وبہبود اسی لڑکی کے ساتھ
شادی کرنے مین ہے جو علم وفضل کی ترقی کے علاوہ تمھارے لیے دنیوی
اوج وعروج کا بھی ذریعہ ہو گی"

مین نے عرض کیا "مین یہان تک آیا ہون تو جی چاہتا ہے کہ
بلاد شام وروم کی بھی سیر کر لون اور قسطنطنیہ کی زیارت کرنے اور
خلیفہ وقت سلطان المعظم کا جلوہ دیکھنے کے بعد وطن کا ارادہ کرون"
اس کے جواب مین اُنھون نے رُکھائی کے ساتھ کہا "تم کو اختیار ہے۔
مگر میرے نزدیک تمھارے حق مین مصلحت یہی ہے کہ سب ارادے چھوڑ
کے جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آپ کو لکھنؤ پہونچاؤ۔ اس مین جس قدر
دیر لگاؤ گے اُسی قدر مضر ہو گا"

مین شیخ عصر مولانا سید مرتضی صاحب سے رخصت ہو کر گھر آیا تو مولنا
سید احمد صاحب دمنہوری نے پوچھا کہ ہندی زبان مین مجھ سے
اور مولنا سے کیا گفتگو ہوئی۔ مین نے اپنے تمام حالات اور اُن کے
ارشادات سب بلا کم وکاست بیان کر دیے۔ سنتے ہی وہ سخت
متفکر ہوے اور کہنے لگے "ایسی حالت مین تو آپ کو اِسی وقت

ہندوستان کا ارادہ کرنا چاہیے۔ سندالوقت سید مرتضیٰ ملہم بالغیب ہین۔ اور سب کو اعتقاد ہے کہ اُن کی زبان سے جو نکل جاتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اب ایک گھڑی کے لیے بھی آپ کا یہان ٹھہرنا مناسب نہین ہے"۔ میرا ابھی واپس آنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ مگر اُن کو اصرار تھا۔ اور جب سامنا ہوتا یہی سوال کرتے کہ کس دن روانگی کا ارادہ ہے؟"

ان واقعات کا تذکرہ اُنھون نے ہر آنے جانے والے کے سامنے کیا۔ اور چونکہ علامہ سید مرتضیٰ سے سب کو ایسی ہی عقیدت تھی اس لیے جو سنتا مجھے الزام دینے لگتا کہ اس وقت تک کیون نہین گئے۔ یہان تک کہ سارے قاہرہ مین اِس کی شہرت ہو گئی۔ اور ایک مجذوب درویش یحییٰ مغربی جو طریقۂ رفاعیہ کے رکن تھے اور بجز گلی کوچون مین مارے مارے پھرنے کے کبھی کسی چھت کے نیچے قرار نہ لیتے دروازے پہ آکے چوکھٹ پر ڈنڈے مارنے اور چلانے لگے کہ "ابھی تک گیا نہین، جا نکل! دور ہو!" ان سب باتون کا انجام یہ ہوا کہ ہر طرف سے یہی آواز آتی تھی کہ "جا۔ جا۔ جلدی جا"۔

یہ حالت دیکھ کر مین مولانا سید مرتضیٰ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ایک آپ کی زبان سے نکل جانے کا نتیجہ یہ ہے کہ مصر سے نکالا جا رہا ہون۔ اور بیٹھنا دشوار ہو گیا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کم از کم اسکندریہ اور بیت المقدس کی تو زیارت کر لون۔ لیکن آپ کے حکم کے خلاف کرتے ڈر معلوم ہوتا ہے"۔

فرمایا:۔ اس وقت تمھارا جانا ہی مصلحت ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے مان باپ کو بہت بڑا سخت صدمہ دے کر آئے ہو جس سے اُن کا جان بر ہونا دشوار ہے۔ اور شاید اُنھین زندہ نہ پاؤ۔ لڑکی بیکس و تنہا بے مونس و مددگار نصارا کے زیر اثر ہو گی۔ جس قدر جلد ہو سکے جاؤ۔ اُس سے شادی کر و۔ اور اگر مقدس مقامات کی زیارت کا سچا شوق ہے تو شادی کر کے دوبارہ آسکتے ہو۔ اور کیا عجب

کہ تمھاری انیس زندگی کو بھی حج و زیارت کا شوق ہو۔ اُس وقت مین بھی تم سے مل کے بہت خوش ہون گا۔"

مین نے عرض کیا، "حضرت کے ارشاد کے مطابق مین نے ارادہ کر دیا کہ کل ہی روانہ ہو جاؤن دعا فرمایئے کہ مع الخیر لکھنؤ پہونچ جاؤن۔" ارشاد ہوا "مین ہر وقت تمھارے لیے دعاے خیر کرتا رہون گا۔ مگر یہان سے تم خشکی کی راہ سے ہندوستان جاؤ گے یا دریا کی راہ سے؟"

مین۔ بدریا در منافع بے شمارست ۔۔۔ وگر خواہی سلامت بر کنارست

مگر ارادہ یہ ہے کہ جس راہ سے فرمائین سفر کرون؟"

شیخ "دریا کی راہ سے جاؤ۔ امن و امان سے جاؤ گے۔ اور جلد پہونچو گے"

مین "مگر مجھے سمندر سے ڈر لگتا ہے"

شیخ "اندیشہ نہ کرو۔ خدا اس ڈر کو تمھارے دل سے دور کرے گا۔"

یہ اطمینان بخش جواب پا کر مین نے شیخ سید مرتضیٰ کے ہاتھ چومے اور اُن سے رخصت ہو کر سید احمد دمنہوری کے گھر آیا جہان ٹھہرا ہوا تھا۔ اسباب باندھا اور رات کو کاروانسرا مین جا کے دریافت کیا کہ کل کوئی قافلہ شام یا عرب کیطرف جانے والا ہے یا نہین شیخ کی دعا کا اثر کہون یا اپنی خوش نصیبی کہ معلوم ہوا صبح ہی کو ایک ہندی تاجر مصر کا مال لے کر ہندوستان جانیوالا ہے۔ جو یہان سے بندرگاہ سواکم مین جائے گا۔ اور وہان سے ایک ہندی بوہرے کے جہاز پر جو اُس کا منتظر ہے اسباب لاد کے جدے۔ عدن۔ عمان مسقط۔ بصرے۔ بندر عباس وغیرہ مقامات مین چند چند روز ٹھہرتا ہوا سورت جائے گا۔ مین نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اُس نے خوشی سے اپنے ساتھ لے لینے کا وعدہ کیا۔

شیخ احمد دمنہوری کی مہربانی سے اب میرے سفر کی وہ شان نہین رہی تھی کہ بے زاد راہ پا پیادہ سفر کرتا۔ چنانچہ شیخ موصوف نے دو کرایے کے خچر منگوائے۔ ایک پر مین خود سوار ہوا۔ اور دوسرے

پر اپنا اسباب رکھا۔ اور صبح ہی کو کچھ رات رہے اُس ہندی قوم کے قافلے کے ساتھ جنوب و مشرق کی راہ لی۔ ایک ہفتہ میں ساحل بحر قلزم پر پہونچا۔ سمندر کی صورت دیکھ کر مجھے ایک تھرتھری سی معلوم ہوئی۔ اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے لرزہ چڑھ آیا۔ نظر آتا تھا کہ جہاز پر سوار ہو کے آغوش سمندر میں جانا موت کے مُنہ میں جانا ہے۔ مگر دل کڑا کیا۔ علامہ سید مرتضیٰ کے تسلی دینے والے کلمات یاد کیے اور یکایک ایسا معلوم ہوا کہ جیسے سارا ڈر میرے دل سے نکل گیا۔ اور میں بڑی مضبوطی کے ساتھ متلاطم موجوں اور قعر بحر کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔

تقریباً ایک ہفتہ اسباب لادنے اور جہاز کے کیل کانٹے درست کرنے میں صرف ہوا۔ پوری ایک شب لنگر اٹھانے میں گذری۔ اور صبح ہوتی ہی بانسوں اور بلیوں کے ذریعے سے جہاز گہرے پانی میں کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی مستولوں پر پردے کھول دیے گئے۔ ہلکی خوشگوار ہوا چل رہی تھی جو پردوں میں بھری اور جہاز ہوا کے پروں سے اُڑتا ہوا جنوب کی طرف چلا۔ کپتان سے معلوم ہوا کہ بحر قلزم جہازوں کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر جا بجا پہاڑ ہیں۔ بعض پانی کی سطح کے قریب تک آگئے ہیں جو اوپر سے نظر نہیں آتے۔ مگر جہاز اُن کے قریب پہونچ گیا تو پاش پاش ہو جاتا ہے۔ بعض بیچ بیچ پانی میں اوپر نکلے ہوئے ہیں۔ اور اگر ہوا قابو سے باہر ہوئی تو جہازوں کو اُن سے ٹکرا کے غرق کر دیتی ہے۔

روانگی کے پانچویں دن بیچ سمندر میں ہمیں پانی کے اندر سے نکلی ہوئی دو چٹانیں دکھائی دیں جو دور سے تو ایسی نظر آئیں جیسے دو کچھوے سطح آب پر بیٹھے ہیں۔ قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ اچھی خاصی بلند پہاڑیاں ہیں جن کے کنارے اس قدر کھڑے ہیں کہ غیر ممکن ہے کوئی شخص اُن کے اوپر چڑھ سکے۔ کپتان نے بتایا کہ یہ دونوں پتھر "اخوین" (دو بھائیوں) کے نام سے مشہور ہیں۔" پھر ہنس کے کہا "انسان نہیں انھیں عفریت (دیو) کہنا چاہیے جو ایک ہی زمین سے اُگنے کے باعث بھائی بھائی مشہور ہو گئے ہیں۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ہوا نہایت تیز ہو گئی۔ اور ایک مہیب آواز کے ساتھ ہمین اُن دریائی پہاڑیون مین سے ایک کی طرف لے چلی۔ یہ حالت دیکھتے ہی کپتان کی رنگت بدل گئی۔ گھبرا کے وہ اپنے عرشے (کپتان کے بیٹھنے کا بلند مچان جو ہر جہاز مین ہوتا ہے) پر کھڑا ہو گیا۔ اور زور سے گھنٹہ بجانے لگا۔ اُس کی آواز سنتے ہی سارے خلاصی اور ملازمین جہاز دوڑ دوڑ کے جمع ہو گئے۔ فوراً پھُرتی کے ساتھ تمام پردے لپیٹ دیے گئے کہ جہاز ہوا کی دست بُرد سے بچے اور رفتار کم ہو۔ پردون کے لپٹتے ہی جہاز کی رفتار دھیمی ہو گئی۔ مگر پھر بھی ہوا کے جھونکے اُسے ڈھکیل کے دور دور تک دوڑا دیتے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب کوئی ظالم جھونکا اُس کو ایک پہاڑ پر جو باءین جانب واقع تھا دے پٹکے گا۔ جہاز کے اُس رُخ پر جدھر ٹکرانے کا اندیشہ تھا کپتان نے بہت سی گھاس اور سن کے گٹھے بندھوائے۔ اور تمام لوگ کیا ملاح اور کیا مسافر سب بڑی بڑی بلیان اور بانس لے کر اُس جانب کھڑے ہو گئے جدھر پہاڑ سے مڈبھیڑ ہونے والی تھی۔ جہاز آخر اُس پہاڑ کے بالکل قریب پہونچ گیا۔ اور ٹکرانے ہی کو تھا۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ پردون کے بندھ جانے سے ہمارے جہاز کی رفتار مین اتنا زور نہین باقی رہا تھا۔ اور جب ہمارے اور پہاڑ کے درمیان دو چار گز کی مسافت باقی رہی ہم نے بلیون اور بانسون کو ایسی قوت کے ساتھ اڑایا کہ ٹکرانے کے صدمے سے محفوظ رہے۔ اور جہاز اس خطرے سے بچ کے نکل گیا۔

ینبوع اور جدّے مین چار چار روز قیام کرنے کے بعد ہم مخا مین پہونچے اور وہان سے لنگر اُٹھایا تو تیسرے روز باب المندب کے اندر تھے۔ جہازرانون کے لیے یہ نہایت ہی خطرناک مقام ہے۔ کپتان نے سب مسافرون کو خطرے سے آگاہ کر دیا۔ اور ہم سب کی یہ حالت تھی کہ زور زور شور سے اذانین دیتے۔ خدا کو پکارتے۔ اور دعائین مانگ رہے تھے۔ اور واقعی یہ نہایت ہی خوفناک مقام ہے۔ ہمارے داہنے ہاتھ پر سُمالی لوگون کی زمین تھی۔ اور باءین ہاتھ پر خاک عرب۔ درمیان مین میرے انداز سے تقریباً چار پانچ کوس کی مسافت تک سمندر ہے۔ مگر بجز تھوڑے سے حصے کے

جو شکل سے آدھے کوس خیال کیا جا سکتا ہے سارے سمندر مین یا بے سنگستانی زمین چلی گئی ہے۔ ہوا اُس محدود گھیرے حصے سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹا دے تو جہاز کے پرخچے اُڑ جائین۔ اُس پوری دریائی وسعت مین ہر جگہ چٹانین اور سلین نکلی نظر آتی تھین جو ہم لوگون کی نظر مین موت کی تصویرین تھین۔

یہان سُمالی لڑکون نے آ کے جہاز کو گھیر لیا جو ایسے پیراک ہین کہ روپیہ یا پیسہ کوئی چیز چاہے کتنی ہی مسافت پر پھینکیے غوطہ مار کے نکال لاتے ہین سنا گیا کہ کبھی کسی جہاز کو کمزور خیال کر کے یہ لوگ لوٹ بھی لیتے ہین۔ مگر عربی ساحل پر سلطان المعظم کی جانب سے اُن لوگون کی روک تھام کا ایسا اچھا بند و بست کیا گیا ہے کہ اب بہت ہی کم ایسے واقعات پیش آتے ہین۔

بہرحال خدا کے فضل سے ہم اس خطرناک ناکے سے با امن و امان گزر گئے۔ اور بجز اس کے کوئی واقعہ ہمین پیش آیا کہ ایک بوشہر کے سوداگر کی پگڑی جس مین کچھ اشرفیان تھین سمندر مین گر پڑی اور ساتھ ہی وہ کودا۔ وہ پیرنا جانتا تھا۔ غوطہ کھا کے اُبھرا تو ایک چٹان سے ٹکرا گیا جو قریب ہی تھی اور سر مین سخت چوٹ آئی۔ مگر روپیے کے پیچھے چوٹ کو بھول گیا۔ اور پھر غوطہ لگانے کو تھا کہ ایک چھوٹے سے سُمالی لڑکے نے پگڑی نکال کے اُس کے حوالے کر دی۔ اُس نے کھول کے اپنی اشرفیون کی تھیلی نکالی۔ اور اشرفیان گن لین تو صبر آیا۔ اب یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ سُمالی اُس سے انعام مانگتا تھا۔ اور اُس کو کچھ دینے سے انکار تھا۔ اس پر اڑا ہوا تھا کہ مین خود نکال لیتا تم نے کیون نکالی۔ بہت سے سُمالی لڑکون نے گھیر لیا۔ اور اُسے جہاز پر نہ آنے دیتے تھے مگر کپتان نے اُن سب کو ڈرا دھمکا کے اور ڈانٹ ڈپٹ کے اُس تاجر کو جہاز پر چڑھا لیا۔ اور کہا "تم کو کچھ انعام ضرور دینا چاہیے"۔ اب بھی اُسے دینے سے انکار تھا۔ سارے جہاز والے اُسے سمجھا رہے تھے۔ بعض اپنے پاس سے دینے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر وہ کنجوس زخمی سوداگر یہی کہے جاتا تھا

کہ آپ کا جی چاہے دیجیے مگر میں نہ دوں گا۔ آخر سب نے زبردستی اُس کی ہتھیلی چھین کے ایک اشرفی اُس لڑکے کو دیدی جس نے پگڑی نکالی تھی مگر اُس کی یہ حالت تھی کہ راستے بھر ایک ایک سے لڑتا۔ اور روتا کہ تم نے میرا نقصان کرایا۔

یہاں سے روانہ ہونے کے دوسرے دن ہم عدن میں پہونچے عدن کا برہنہ سیاہ تاب پہاڑ عجیب ہولناک منظر پیش کرتا تھا۔ میں چھوٹی کشتی پر اُتر کے گیا۔ اور دیکھا کہ انگریزوں نے اُسے تجارت کی منڈی قرار دے کے اچھی رونق دیدی ہے۔ مگر یہاں سب سے زیادہ دشوار پانی کی فراہمی ہے۔ انگریز انجینیر کنووں کا پتہ لگانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ مگر قدیم زمانے میں یہاں کے تاجداروں نے پہاڑ پر نیچے اوپر کئی بڑے بڑے تالاب بنا دیے ہیں جن میں برسات کا پانی پہاڑوں سے اُتر کے جمع ہوتا ہے۔ اور جب ایک تالاب بھر جاتا ہے تو پانی چھلک کے نیچے والے میں آتا ہے۔ یونہیں سب تالاب بھر جاتے ہیں۔ اور اُن میں اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے کہ آبادی کے لیے کئی سال تک کافی ہو سکے۔ اس طریقے سے ان لوگوں نے کوشش کی ہے کہ اگر مسلسل پانچ چھ سال پانی نہ برسے تو لوگوں کو پانی ملتا رہے۔ انگریزوں نے اِن تالابوں کی درستی اور مرمت میں خاص کوشش کی ہے اور کرتے رہتے ہیں۔

پانچ دن تک ہم عدن کی سیر کرتے رہے اور چھٹے روز صبح سویرے بادبان کھول دیے گئے اور ہم نے مشرق کی راہ لی۔ حضرموت کے کئی ساحلی شہروں کے سامنے سے ہم گزرے۔ مگر ہم نے قیام نہیں کیا۔ بلکہ ایک شہر سے ایک چھوٹی کشتی پر بیٹھ کے چند مسافر آ گئے۔ جو عمان جانا چاہتے تھے اور کپتان نے اُن کو سوار بھی کر لیا۔ مگر لنگر نہیں ڈالا گیا۔ اب ہم ملک عمان کی پہلی بندرگاہ میں پہونچے لنگر ڈالا گیا۔ اور سلطان عمان کے لوگوں نے آ کے جہاز کی تلاشی لی۔ اس لیے کہ چند روز ہوئے یہاں بعض ایسے واقعات پیش آئے کہ اب حکومت

عمان ہر سُنے آنے والے جہاز کی تلاشی لیتی اور ہر روانہ ہونے والے جہاز
کو بھی بغیر تلاشی لیے لنگر نہین اُٹھانے دیتی۔
یہان سے کئی تاجر ہمارے جہاز پہ سوار ہوئے اور کئی اُتر گئے۔
ہندوستان جانے کے لیے یہان بہت سا مال بھی لادا گیا۔ اور ایک ہفتہ
قیام کے بعد ہم نے ساحل شمال کا رُخ کیا چھٹے روز مسقط مین
لنگر انداز ہوئے۔ جو عمان کا صدر مقام ہے۔ جو تھے روز لنگر اُٹھایا
تو پانچ دن مین اس مقام پہ پہونچ گئے جہان سے خلیج فارس شروع ہوتی ہے
سامنے جزیرہ بحرین کا ساحل ہے۔ جہان اِن دنون دنیا بھر کے سوداگرون
کا ہجوم تھا۔ اس لیے کہ یہان بہترین اور سب سے بڑے موتی برآمد ہوتے ہین
بحرین کے لوگ غوطہ خوری مین سب جگہ کے غوطہ خورون سے زیادہ کمال
رکھتے ہین۔ اور پانی کے اندر جتنی دیر وہ ٹھہر سکتے ہین کوئی نہین ٹھہر سکتا۔
اسی کی سیر دیکھنے کے لیے ہمارا جہاز پندرہ دن یہان لنگر انداز رہا۔ مجھے
موقع ملا کہ بحرین اور یمامہ کے سواحل پہ جا کے خوب سیر کرون۔ اور یہ دیکھ کہ
افسوس ہوا کہ عمان سے یہان تک جہان حضور سرورِ عالم کے عہد مین یمامہ
کا شہر آباد تھا ملک عرب مین تو خارجیون کا زور ہے جو حضرت علی اور حسنین
رضی اللہ عنہم اور تمام اہل بیت نبوت کے سخت ترین دشمن ہین۔ ان کی
مصیبتون پر خوشیان کرتے اور عیدین مناتے ہین۔ اور جزیرہ بحرین والے
سخت غالی شیعہ ہین۔ دونون مین ہمیشہ فتنہ و فساد برپا رہتا ہے۔ اور اکثر
کشت و خون کی نوبت آجاتی ہے۔ جو غیر فریق والے کو تنہا پاتا ہے طرح
طرح کی ایذائین دے کر بہت بُری طرح مارتا ہے۔
یہان سے جہاز نے لنگر اُٹھایا تو ہم قطیف ہوتے ہوے دس
روز مین شط العرب یعنی دریاے دجلہ و فرات کے دہانے مین داخل ہو کر
بصرے کے ساحل پہ لنگر انداز ہوے۔ یہ بہت بڑی اور پُرانی بندرگاہ
ہے۔ اس کی سیر مین پہلے بھی کر چکا تھا۔ افسوس کہ یہان کی تجارت تو فروغ
پر ہے مگر اگلے علم و فضل کا نام و نشان نہین۔ مین نے اس قدیم مسجد کی

زیارت کی جس میں بڑے بڑے ائمۂ حدیث سفیان ثوری وغیرہ اور صدہا بتبحرین نحو و ادب درس چکے ہیں۔ اب سنا پڑا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جتنی اگلے دنوں یہاں کی زبان مستند مانی جاتی تھی اتنی ہی زیادہ اب بگڑی ہوئی ہے۔

یہاں سے جہاز نے لنگر اُٹھایا تو سواحل عرب کو چھوڑ کے ہم ایران کے سواحل پر گزرنے لگے۔ فرات کے دہانے کی جو بہت سی شاخیں سمندر میں گری ہیں اُن سب کے سامنے سے گزرتے ہوئے دس دن میں ایران کی بندرگاہ بوشہر میں پہونچے۔ اس شہر کی خوب سیر کی۔ ایرانی میل جول کے بہت اچھے ہوتے ہیں ہمیں اُن کی صحبت میں بڑا لطف آیا۔ اور جی چاہتا تھا کہ زیادہ ٹھہریں۔ مگر ایک ہی ہفتہ میں جہاز نے لنگر اُٹھا دیا۔ اور مملکت عجم کے کنارے کنارے بادبان اُڑاتے ہوئے ہم پندرھویں روز بندر عباس پہونچے۔ یہاں ساحل کے مقابل ایک چھوٹا جزیرہ ہے جو ہرمز کہلاتا ہے۔ ایک زمانے میں یہ بہت بڑی تجارت گاہ تھا۔ اور ساری دنیا کے تاجر یہاں جمع رہا کرتے تھے۔ چونکہ یہاں کی حکومت بھی ایران سے الگ تھی اور حاکم تاجروں کی بہت زیادہ رعایت اور سیاحوں کی خاطرداشت کیا کرتا تھا۔ اس لیے دنیا بھر کے تاجروں نے اس کو اپنا مرکز تجارت اور مستقر بنا لیا تھا اور یہیں سے سارے ایران میں ملکوں کا مال جاتا تھا۔ اب اس پر ایران کا قبضہ ہو گیا۔ اور حکام کو بعوض رعایت کے محصول وصول کرنے کی فکر ہو گئی۔ انجام یہ ہوا کہ تاجروں کی آمد و رفت کم ہو گئی۔ اور اس سے بھی بڑھ کے یہ آفت آئی کہ انگریزی تاجروں نے ساحلی شہر بندر عباس کو تجارت گاہ قرار دے لیا۔

یہاں سے جہاز نے چھ روز قیام کر کے لنگر اُٹھایا۔ اور ہم مکران و بلوچستان کے سواحل کے سامنے سے گزرتے ہوئے دریائے سندھ کے دہانے پر پہونچے۔ کراچی میں چار دن لنگر انداز رہے۔ اور پھر چلے تو سندھ کاٹھیاوار اور گجرات کے بعض شہروں میں ایک ایک روز قیام کرتے ہوئے کھنبات اور وہاں سے لنگر اُٹھا کے بندر عباس سے چلنے کے ڈیڑھ ماہ بعد سورت میں

پہونچ گئے۔ اور جہاز کے لنگر ڈالتے ہی مین نے ہندوستان کی خاک پر قدم رکھا۔

سمندر کے سفر مین ہمین خوش قسمتی سے نہ کسی مرض سے سابقہ پڑا اور نہ کسی قسم کی اور تکلیف ہوئی۔ دو چار بار ہوا ذرا تیز چلی مگر اتنی تیز نہ تھی کہ اُس کو طوفان کہا جائے۔ مین سورت کی سرا مین ایک ہفتہ مقیم رہا۔ دو گھوڑے خرید لیے۔ اور تاجرون کے ایک قافلے کے ساتھ مین آدرہ تا گیور ہوتا ہوا تین مہینے مین دہلی پہونچا۔ یہ راستہ نہایت ہی پُرخطر تھا۔ مگر انگریزون نے مرہٹون کو کمزور کر کے گزرگاہون کو خطرون سے صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔ جا بجا پولیس اور فوج کی چوکیان اور پڑاؤ ہین۔ ٹھگ ہزارون گرفتار کر کے مار ڈالے گئے۔ اور جو باقی ہین بجاے مسافرون کی جان لینے کے خود اپنی جانین بچاتے پھرتے ہین۔ ڈاکوؤن کا بھی استیصال ہو گیا۔ تاہم خاندیس اور بندھیاچل کے علاقون مین قزاقون کا ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا۔ ہمارے قافلے مین کئی فرنگی تاجر بھی تھے۔ اُن کی وجہ سے یہ بڑا فائدہ ہوا کہ جن مقامات مین لوٹیرون کا اندیشہ ہوتا پندرہ بیس فوجی سوار قافلے کے ہمراہ ہو جاتے۔ اور ہماری ساری فکرین دُور ہو جاتین۔

دہلی مین ایک ہفتہ مین نے قیام کیا۔ اور مولنا سید مرتضیٰ بلگرامی کے حالات مولنا شاہ اسحٰق محدث دہلوی کی خدمت مین بیان کیے۔ اور جن جن لوگون کو اُنھون نے فرمایا تھا اُن کا سلام پہونچا دیا۔ مین نے یہان اپنے گھوڑے جو سورت مین خریدے تھے فروخت کر ڈالے۔ انگریزون کی کوشش سے جو بیل گاڑیون کی ڈاک دہلی سے کلکتہ جایا کرتی ہے اُسی مین بیٹھ کے کانپور آیا۔ اور وہان سے گنگا پار ہو کے آج صبح کو مع الخیر یہان پہونچ گیا۔

میرا سفرنامہ تو ختم ہو گیا۔ مگر اب یہ بتاؤ کہ میرے جانے کے بعد یہان کیا واقعات پیش آئے ہو؟ والد اور والدہ کا کیا حال ہوا؟ اور تم پر کیا گزری ہے؟"

اُنیسوان باب

شادی کا پیام

یہ ساری داستان ننھی نے بڑے شوق سے سُنی۔ پھر اپنی ساری رام کہانی سُنائی۔ اور پوچھا "اب کیا ارادہ ہے؟"

ولی اللہ:- "سچ یہ ہے کہ میرا ارادہ گھر آنے کا نہ تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ والدین اتنی مدت مین مجھے بھول گئے ہون گے۔ کسی اچھے شریف لڑکے کے ساتھ تمھاری شادی کر دی ہوگی۔ اور تمھارے دولھا اُن کو میرے نعم البدل ملے ہون گے۔ یہ وہم و گمان مین بھی نہ تھا کہ میرے گھر سے نکلتے ہی مان باپ دونون نے انتقال کیا۔ اور تمھاری بسر کے لیے خدا نے یہ نئی صورت پیدا کر دی۔ مگر مصر مین صاحب باطن ولی مولانا سید مرتضیٰ کے فرمانے سے مجھے والدین کے انتقال کا کھٹکا ہوا تھا اور تمھارے کنوارے بیٹھے رہنے کا یقین آگیا۔ اس پر بھی واپس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ دل مین کہتا تھا کہ کیا مُنہ لے کر تمھارے سامنے آؤن۔ خصوصاً جبکہ میرے خیالات غلط نکلے اور میری بدگمانیان بے اصل ثابت ہوئین۔ لیکن مولانا میرے پیچھے پڑ گئے اُن کی زبان سے یہ الفاظ بھی سُنے تھے کہ میری رفاہ اصلاح کا ذریعہ تم ہی ہو سکتی ہو۔ اس کا مطلب اب تم سے مل کے سمجھ مین آیا۔ کیونکہ خدا نے تم کو دولتمند اور صاحب ثروت بنا دیا ہے۔"

طاہرہ:- "لیکن تم کو یہ کیسے یقین آیا کہ تمھاری خوشی پوری ہو جائے گی؟ مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے اپنے مان باپ کی جان لی وہ میری جان لینے اور مجھے تباہ کرنے مین بھی کوئی بات اُٹھا نہ رکھے گا۔ اور یون آسانی سے مین اُس کی تمنا پوری کر دون گی؟"

ولی اللہ:- "ابھی تو مجھے اُنھین بزرگ کی باتون سے امید ہوئی۔ جنھون نے ڈھکیل ڈھکیل کے مجھے یہان بھیجا ہے؟"

طاہرہ "تو یہ کہو کہ فقط مولانا کا حکم بجالانے کے لیے آئے ہو۔ خود تمھارا جی ملنے کو نہین چاہتا تھا"

ولی اللہ "ایسا نہین ہے۔ مجھے واپس آنے مین جو کچھ حجاب تھا محض اپنے گذشتہ افعال و حرکات کی وجہ سے تھا۔ ورنہ جب سے مجھ پر اپنے دینی عقیدے کی غلطی اور اپنی بے بنیاد بدگمانیون کا بے اصل ہونا کھلا مین کف افسوس ملتا تھا کہ کیسی اچھی شائستہ اور پڑھی لکھی دُلھن کو مین نے محض اپنی حماقت کی بنا پر اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ جو جو مجھے اپنی غلطی معلوم ہوتی گئی تمھاری قدر معلوم ہوتی گئی"

طاہرہ "مگر اس کا تو تم نے اپنے سفر کے حالات مین کہین ذکر نہین کیا"

ولی اللہ "یہ تو کہا تھا کہ اپنی غلطی معلوم ہو گئی۔ ہان یہ نہین کہا کہ اب مین دل سے تمھاری قدر اور عزت کرنے لگا تھا"

طاہرہ "اب تو میرے دل مین نکاح کا خیال بھی نہین باقی رہا تھا۔ اور جی چاہتا ہے کہ باقی زندگی بھی یونہین کاٹ دون۔ اور کسی اور کو اپنے ساتھ خراب کر دن۔ شاید تم کو بھی اب آنا اور رہنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہوگا۔ ہان اگر دولت و حشمت کی ضرورت ہے تو یہ سب دولت جو میرے پاس ہے تم ہی لے لو۔ مین خوشی سے دینے کو تیار ہون جو کچھ خدا نے دیا ہے لو۔ عزت و آبرو سے بسر کرو۔ اور مجھے اپنے حال مین پڑا رہنے دو۔ مین پڑھانے کی نوکری کر کے یا اور کسی طرح زندگی بسر کر لون گی"

ولی اللہ "اور زیادہ ذلیل کر دو۔ واقعی مین ذلیل کیے جانے ہی کے قابل ہون۔ اور حقیقت مین مجھ سا ذلیل شخص تمھارے قابل نہین ہو سکتا۔ لہذا مین تم سے کچھ نہ کہون گا۔ مین حضرت مولنا سید مرتضی کا حکم بجا لا رہا ہون۔ اُنھون نے ایک خوشخبری اور بشارت دی اور امید وار بن کے آ گیا۔ نہ قبول کرو گی تو چند روز تمھاری نظر عنایت کا انتظار کر کے مصر واپس چلا جاؤن گا۔ مگر اس طرح ذلیل نہ کرو۔ تمھاری دولت و ثروت تمھین مبارک رہے۔ مین نہ اُس کا حق رکھتا ہون اور نہ اُس کا اہل ہون۔ اور نہ عقد ہو جانے

سے از روے شرع شریف تمھارا مال میرا ہو جائے گا۔ تمھین ہمیشہ اختیار رہے گا کہ اُس کے کسی حصے مین مجھے شریک کرو یا نہ کرو۔ میرے لیے سب سے بڑی دولت تم ہو۔ اگر تم مل گئین تو سمجھون گا کہ حضرت مولنٰا ے بلگرامی کے فرمانے کے مطابق مین بڑا اقبال مند ہون۔ نہ ملین تو سمجھون گا کہ اُن کی مہربانی و شفقت پر بھی مین نا اہل تھا۔"

طاہرہ:۔ "اس روپے پیسے اور دولت کو مین کبھی اپنا نہین سمجھتی۔ فقط امانت دار ہون۔ اصل مین کپتان مکنتاش جن کو مین پاپا جان کہا کرتی تھی چچا جان یعنی تمھارے والد کے خاص دوست تھے۔ اور اُنھین کے سبب سے میرے حال پر مہربان ہوئے۔ اس لیے اصلی حقدار اُن کی دولت کے تمھین ہو۔ رہا عقد کا معاملہ اول تو چچا اور چچی کے مرنے کے بعد نہ کوئی شادی کرنے والا رہا اور نہ کوئی اس پر خوش ہونے والا۔ پاپا جان اور ماما جان موجود ہوتے تو بھی ایک بات تھی۔ اس لیے کہ اُن کو اس کا بڑا ارمان تھا۔"

ولی اللہ:۔ "یہ سب میری نالائقیون کا انجام ہے کہ والدین اور کپتان صاحب دونون محض میرے باعث دنیا سے غم زدہ اور حسرتناک گئے۔ اس مین شک نہین کہ اگرچہ اپنی حماقتون اور غلطیون سے آگاہ ہونے کے بعد مین تمھاری صورت کا عاشق سے بھی بڑھ کے ہون۔ باوجود اس کے اپنے آپ کو اس نعمت و دولت کے قابل نہین سمجھتا۔ اگر مولنٰا کا حکم نہ ہوتا تو گو کہ دن رات تمھارے نام کا وظیفہ پڑھتا رہتا مگر گمنامی و حسرت ہی مین جان دیدیتا۔"

طاہرہ:۔ "ایسی خدا رسیدہ ولی کامل کا حکم بجا لانا تم ہی پر نہین مجھ پر بھی فرض ہے اور جی چاہتا ہے کہ مصر مین جا کے اُنھین کے قدمون پر زندگی ختم کر دون۔ لیکن تم سے ڈر لگتا ہے جب تمھارے بس مین ہو جاؤن گی تو خدا جانے تمھارا سلوک کیسا ہو گا۔ تمھارے مزاج کی حالت دیکھ چکی۔ تمھارے سلوک کو اچھی طرح آزما لیا۔ پھر بتاؤ کہ اب کس امید پر اپنی چوٹی تمھارے ہاتھ مین دے دون؟"

ولی اللہ:۔ "مین نے اپنی حالت جو کچھ بیان کی کیا ابھی تم کو اس کا یقین نہین آیا؟"

طاہرہ "یقین تو آیا۔ مگر انسان کی طبیعت بدلتے کچھ دیر لگتی ہے؟ مجھین کہہ رہے ہو کہ تم جو آئے اور عقد کرنے پر آمادہ ہوئے ہو تو یہ فقط مولنا کے کہنے سے ہے۔ خود اپنی ذات سے تمھین شوق نہین"

ولی اللہ "تم میرا مطلب سمجھنے مین غلطی کر رہی ہو۔ یہ شوق تو اُسی دن سے تمھارے فراق مین بیتاب و بیقرار رکھنے لگا جس روز اپنی حماقت اور غلطی کی اطلاع ہوئی۔ مگر مُنہ دکھانے کی کسی طرح جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور سمجھتا تھا کہ مین اس قابل ہی نہ رہا کہ تم مجھے نگاہ محبت سے دیکھو۔ یہان آنے کا حوصلہ اور ایسی درخواست کرنے کی جرأت جناب مولانا کے ارشاد و اصرار سے ہوئی"

طاہرہ "مگر مجھے کیسے اطمینان ہو کہ پھر تم ویسی ہی بے وفائی اور سنگدلی نہ کرو گے؟"

ولی اللہ "میرے نادم ہونے اور اپنے کیے پر پچھتانے سے۔ دنیا مین انسان سخت سے سخت گناہ کرتا ہے اور پھر نادم ہو کر توبہ کرتا ہے۔ کیا ندامت و توبہ تمھارے نزدیک کوئی چیز نہین؟ خدا گنہگارون کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور بندون سے چاہتا ہے کہ وہ بھی لوگون کا قصور معاف کیا کرین"

طاہرہ "تم مجھے اس قدر پریشان کر چکے ہو کہ دل پر تمھارے اس وعظ کا اثر پڑنا مشکل ہے۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ جیسا تم نے ستایا ہے ویسا ہی مین بھی تمھین ستاؤن"

ولی اللہ "سچ تو یہ ہے کہ جتنا مین نے ستایا ہے اتنا تم ہین ستا سکتین یہ امکان سے باہر ہے کہ کوئی کسی کو ایسا ستا سکے اسی لیے کہتا ہون کہ انتقام سے دست بردار ہو کے قصور معاف کرو۔ اور رحم سے کام لو"

طاہرہ "اچھا خیر دیکھا جائے گا۔ اب تو تم خدا خدا کر کے یہان آئے ہو۔ دو چار روز رہو۔ فرنگی محل مین جا کے اپنے اُستاد سے مشورہ کرو۔ دوستون سے صلاح لو۔ اس کے بعد اگر مناسب معلوم ہوا تو مین بھی مان لون گی"

ولی اللہ "مگر مجھ مین اب صبر اور انتظار کی تاب نہین۔ یہ جو کہتی ہو کہ اپنے اُستاد سے مشورہ کرون تو اس کا کوئی نتیجہ نہین۔ وہ آج بھی مخالف

ہون گے۔ اور مین اب اُن کی مخالفت کی پروا نہ کرون گا۔ کیونکہ اُن سے بھی بڑے بڑے متبحر عالمون سے مشورہ لے چکا ہون۔ اور ممالک اسلامی کے علما و اتقیا اور فقہا و محدثین کی حالت اور اُن کا مسلک اپنی آنکھون سے دیکھ آیا ہون لہٰذا اُن سے مین اب عقد کے بعد ملون گا۔"

طاہرہ "یہ نہین ہو سکتا۔ سب سے پہلے مولانا محمد معین صاحب کو منظور کرنا چاہیے۔ تم اُنھین قائل و معقول کر کے راضی کرو۔ اس لیے کہ اُنھین کو آ کے نکاح پڑھنا ہوگا۔"

ولی اللہ "یہ بھی تم نے مجھے ذلیل کرنے اور انتقام لینے کی ایک نئی صورت نکالی ہے۔ اب مولانا کے پاس جا کر پرانے خیالات سے انکار کرون گا تو وہ دل مین کیا کہین گے؟ اور جب اس نکاح کو والد مرحوم کے سامنے ناجائز بتا چکے تو اب وہ نکاح پڑھنے کو کیون آنے لگے؟"

طاہرہ "جن دلیلون اور تجربون سے تم نے اپنا عقیدہ بدلا اُن پر ظاہر کرو گے تو وہ بھی اپنا فتوی بدل دین گے۔ تم ادھر اُن کو راضی کرو۔ اُدھر جب تک مین بھی رزیڈنسی مین نکاح کی اطلاع دے دون۔ اگرچہ کپتان صاحب مجھے اس کی پوری اجازت دے گئے ہین۔ اور اُن کی میم صاحب کو بھی اس پر اصرار تھا اور ہے۔ مگر وہ ولایت مین ہین۔ اور میرا نگران دنیا مین جو کوئی ہے صرف رزیڈنٹ صاحب ہین۔ اُنھین کو میرے ولی ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے بغیر اُن کو خبر کیے مین ایسی جرأت نہین کر سکتی۔"

ولی اللہ "میرے لیے یہ اُس سے بڑی مصیبت ہے۔ مجھے نکاح سے پہلے جا کے رزیڈنٹ صاحب سے ملنا پڑے گا۔ اُن کو تمام گذشتہ واقعات معلوم ہون گے۔ میرے سامنے اُن کا اعادہ کرین گے۔ ایک ایک بات کو کُرید کُرید کے پوچھین گے۔ بتاؤ مین اُنھین کیا جواب دون گا؟"

طاہرہ (مسکرا کر) "یہ اُس سے بڑی مصیبتین نہین ہین جیسی کہ تم نے اپنے ماں باپ پر اور مجھ پر ڈالی تھین۔ اس کے سوا میرا مصمم ارادہ

ہو گیا ہے کہ شادی کے بعد ہی لکھنؤ کو چھوڑ کے تمھارے ساتھ مصر چلی چلون۔ جناب مولانا سید مرتضیٰ کی خدمت مین حاضر ہون۔ اور اُنھین کی اطاعت و خدمت مین زندگی بسر کرون۔ جی تو یہ چاہتا تھا کہ ہجرت کر کے مدینۂ طیبہ مین رہتی۔ لیکن اب پہلے مصر چلون گی اور اگر مولٰنا اجازت دین گے تو وہان سے جا کے مدینۂ شریف کی سکونت اختیار کر لون گی۔ یا خالی حج و زیارت سے فراغت کر کے واپس چلی جاؤن گی"۔

ولی اللہ نے مجبوراً سب باتون کو منظور کیا۔ اور طاہرہ بیگم کے مکان سے ملا ہوا ایک اُنھین کا چھوٹا مکان تھا جو خالی پڑا رہتا تھا اور اکثر ڈیوڑھی کے نوکر چاکر اُس مین رات کو جا کے سو رہتے تھے۔ اُسی مین جا کے قیام کیا۔ نوکرون نے بیگم صاحب کے حکم سے اُس مین جھاڑ و دی ایک تخت اور دو چار پائیان قرینے سے بچھا دین اُن پر فرش کیا۔ اور جن جن چیزون کی ضرورت تھی فراہم کر دین بلکہ ڈیوڑھی کے ایک خدمتگار کو حکم ہوا کہ ولی اللہ کے ساتھ جا کے اُس مکان مین رہے اور اُن کی خدمت کرے۔

بیسوان باب

شادی

مولوی ولی اللہ جب اُس مکان مین جا لیے تو امی جان نے پردے سے نکل کے طاہرہ بیگم سے کہا "بہن میری سمجھ مین نہین آتا کہ اب تمھین اِن کے ساتھ شادی کرنے مین کیا عذر رہ ہے؟"

طاہرہ "اول تو اب مجھے اسی طرح خاموش بیٹھا رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر دوسری مصلحتون کے خیال سے گوارا بھی کرون تو یہ دھڑکا دل سے نہین جاتا کہ اُن کے ساتھ یہ کیا سلوک کرین گے"!

امی جان "آخر بیوی بدگمانی کی بھی کوئی حد ہے؟ اُن بیچارے نے

تو سارا کچا چٹھا سنا دیا - اور جو کچھ دل مین تھا کھول کے سامنے رکھ دیا۔"
طاہرہ "مردون کی یہی حالت ہے - موافق ہوے تو اُن سے بڑا کوئی دوست نہین - اور دل مین میل آگیا تو جیسے اِن تلون مین تیل ہی نہ تھا۔"
امی جان "لیکن جسے غلطی مین پڑکے ایسی مصیبتین جھیلنا پڑی ہون اُس کی طبیعت نہین بدلتی - اور غنیمت جانو کہ ایک کامل ولی نے اُنھین راہ پر لگایا - ورنہ زندگی بھر کُڑھ کُڑھ کے جان دیتے اور مُنہ دکھانے کی جرأت نہ ہوتی۔"
طاہرہ "اگر آپ کے نزدیک اُن کا کہنا ماننا لینے کی ضرورت ہے بھی تو ابھی جلدی کیا پڑی ہے؟" امی جان نے اُنھین بہت سمجھایا کہ دو چار ہفتہ یا مہینہ دو مہینہ ٹھہر جانے مین مضائقہ نہین - مگر اب خدا کے لیے تم ایسا غضب نہ کرنا کہ اِن کا دل توڑ دو - ذرا اس کا بھی خیال کرو کہ زندگی بھر کنوارا بیٹھا رہنا عورت کے لیے کس قدر دشوار ہے - اور اگر کوئی عورت ایسی ہی دل کی مضبوط ہوئی بھی تو لوگ اُسے طرح طرح کی تہمتین لگانے لگتے ہین - اور جو ملتا ہے دغا دینا چاہتا ہے۔"

طاہرہ بیگم کی خموشی اور گول گول باتون سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ چند روز بعد ولی اللہ کے ساتھ نکاح کر لین گی -

تھوڑا بہت اطمینان کر کے امی جان اپنے گھر آئین - مین اُن کے بعد بھی دیر تک وہان بیٹھا رہا - طاہرہ بیگم ایک سوچ مین پڑ گئی تھین - اور اگرچہ مجھ سے زیادہ کسی کی باتون مین اُن کا دل نہ بہلتا تھا مگر آج میری طرف بھی توجہ نہ کرتی تھین چنانچہ مین بھی سلام کر کے اپنے گھر چلا آیا -

دوسرے ہی دن مولوی ولی اللہ فرنگی محل جا کے اپنے استاد ملا معین صاحب سے ملے - اور اپنے سفر کے حالات بیان کیے - تمام واقعات خصوصاً مولانا سید مرتضیٰ صاحب سے ملنے کے حالات نے اُن پر بڑا اثر کیا - مگر انجام مین اُنھون نے یہی کہا کہ "شام و مصر ممالک اسلام ہین - وہان کی اور بات ہے - یہان یہ فتویٰ نہین جاری ہو سکتا۔" ولی اللہ نے بہت کچھ بحث و تکرار کی - مگر ملا صاحب نے کسی طرح نہ مانا - اور آخر اُنھون

نے آکے طاہرہ بیگم سے کیفیت بیان کی۔ اور کہا "تم نے قید لگائی ہے کہ وہی نکاح پڑھین۔ اور وہ اپنے پہلے قول پر اڑے ہوے ہین۔ مین نے لاکھ سمجھایا۔ شرعی دلیلین پیش کین وہ ایک نہین مانتے۔ ایسی حالت مین اُن کے نکاح پڑھنے کی شرط لگانے کے یہ معنی ہین کہ نکاح ہی نہ ہو"۔

طاہرہ بیگم: "اچھا وہ نہین مانتے تو یہان کے کسی اور عالم سے کہو کہ وہ فتوی دین۔ اور خود آکے نکاح پڑھین"۔

ولی اللہ: "کسی سے یہان فتوی ملنا مشکل ہے۔ جب ملا صاحب نے فتوی نہین دیا تو کوئی نہ دے گا۔ یہ ممکن ہے کہ بغیر کہے سُنے کسی مسجد کے معمولی ملا کو بُلا کے نکاح پڑھا لیا جائے"۔

طاہرہ بیگم: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جس چیز کو عالم ناجائز بتائین کسی معمولی شخص کے کرنے سے کیسے جائز ہو جائے گی؟"

ولی اللہ: "اگر مین سفر کر کے دہلی جاؤن تو غالباً وہان کے علما فتوی دے دین گے"۔

طاہرہ بیگم: "وہان کے فتوے سے میرا اطمینان نہین ہو سکتا"۔

ولی اللہ: "تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ ہم دونون چلے چلین اور وہان مولنا سید مرتضی صاحب سے نکاح پڑھوائین جن سے بڑا عالم اور اُن سے زیادہ برکت والا ولی دنیا کے پردے پر نہین ہے"۔

طاہرہ بیگم: "یہ مجھے خوشی کے ساتھ منظور ہے مگر اس کا فتوی لاؤ کہ تمھارے ساتھ سفر کرنا میرے لیے جائز ہے"۔

ولی اللہ: "یہ ظاہر ہے کہ اس کو کوئی جائز نہ بتائے گا۔ تو یہ کہو کہ تم کو نکاح ہی نہین منظور ہے"۔

طاہرہ بیگم۔ (ہنس کر) "تو کیا تمھارا مطلب ہے کہ مین خلاف شرع کرون؟ اگر تم دل سے چاہتے ہو تو بہت سے عالمون اور فاضلون سے ملو۔ اور کسی نہ کسی سے فتوی حاصل کرو۔ لکھنؤ ہی پر موقوف نہین۔ یہان کے قصبات اور گاؤن مین بہت سے عالم پڑے ہین۔ تم کوشش کرو۔ ڈھونڈھو۔

اور اصلی حالات بیان کرو تو ممکن نہین کہ کوئی بزرگ فتوی نہ دے دین۔"
ولی اللہ "اچھا اس کی بھی کوشش کرون گا۔ مگر مین پوچھتا ہون کہ مین نے بھی تو پوری کتابین پڑھی ہین۔ بلکہ فقہ و حدیث بیان کے عالمون سے زیادہ جانتا ہون۔ کیا میرے فتوے کا اعتبار نہین ہوسکتا؟ اور مین خدا کو حاضر و ناظر جان کے کہتا ہون کہ غلط فتوی نہ دون گا۔"
طاہرہ بیگم "اگر خود تمھارا معاملہ نہ ہوتا تو مین دل و جان سے مان لیتی۔"
ولی اللہ "بہرحال مین جانتا ہون کہ جتنا مین نے حیران کیا ہے اُس سے زیادہ حیران کر لوگی تب مانوگی۔"
طاہرہ بیگم "تم جو چاہے خیال کرو۔ مگر مجھے اپنا اطمینان کرنا ضروری ہے۔"
ولی اللہ "خیر اس کی تو کوشش کرون گا لیکن بتاؤ کہ رزیڈنسی کا معاملہ طے ہو گیا؟"
طاہرہ بیگم "وہان کوئی جھگڑے کی بات نہین ہے۔ فقط اطلاع کرنا تھی وہ مین نے کر دی۔ اگر رزیڈنٹ صاحب کو کچھ دریافت کرنا ہوگا تو ابھی سیم صاحب کو بھیج کے دریافت کرین گے۔"

اس کے بعد ولی اللہ پھر ملا معین صاحب کی خدمت مین گئے۔ اور بہت کچھ آہ و واویلا کی۔ اُن سے کہا کہ محض آپ کے فتوی نہ دینے سے میری دنیا خراب ہوئی جاتی ہے۔ اگر آپ ذرا بھی توجہ فرمائین اور نرمی سے کام لین تو میری زندگی سدھر جائے۔ یہی نہین کہ آپ کی بے مہری سے مین بہت بڑی دولت اور دنیوی عزت سے محروم ہو جاؤن گا۔ بلکہ میرا جینا بھی دشوار ہو جائے گا۔ اس لیے کہ مین طاہرہ کے عشق مین بیتاب ہو رہا ہون اور یہ آگ علامہ سید مرتضی نے لگا دی ہے۔"
ملا صاحب "مگر جب تم خود بیان کر چکے ہو کہ تمھین اُس لڑکی کی دینداری اور اُس کے عقیدے مین شبہ ہے تو مین کیسے فتوی دیدون؟"
ولی اللہ "مگر اب مین حلف کے ساتھ بیان کرتا ہون کہ اب اُسے سچی مومنہ صالحہ جانتا ہون۔ میری ساری بدگمانیان دور ہو گئین۔ یقین آ گیا کہ اُس کے کسی عقیدے مین خرابی نہین ہے۔ اور پوری پوری پابند شرع اور عابدہ

وصالحہ ہے"

ملا صاحب" اگر تم یہ کہتے ہو اور صدق دل سے کہتے ہو- اور اپنے گذشتہ یقین سے تم نے رجوع کیا تو مین بھی اپنی پہلی راے سے رجوع کرتا ہون"

اتنا سنتے ہی ولی اللہ مولٰنا کے قدمون پر گر پڑے- اور بیتاب کر دینے والے جوش مسرت سے کہا" آپ نے میری جان بچالی"

مولٰنا" یہ نہ خیال کرو کہ تمھاری مروت یا تمھارے اصرار سے مین نے یہ فتویٰ دیا ہے- بلکہ تمھارے اس بیان کے بعد اب میرا سچا فتویٰ یہی ہے"

ولی اللہ" تو مہربانی کر کے اتنی زحمت بھی گوارا فرمایئے کہ آپ ہی ایک دن تشریف لے چل کے نکاح بھی پڑھ دیجیے"

ملا صاحب" اس مین بھی مجھے عذر نہین"

اس جواب پر نہایت ہی مطمئن ہو کے ولی اللہ گھر مین آئے تو سیدھے طاہرہ بیگم کے پاس گئے اور کہا" لو صاحب خدا نے بڑی مہربانی کی کہ مولٰنا محمد معین صاحب نے جواز نکاح کا فتویٰ دے دیا"

طاہرہ بیگم" لاؤ دیکھون اُنھون نے کیا لکھا ہے؟"

ولی اللہ" اُنھون نے زبان سے کہہ دیا تو سمجھو کہ لکھ ہی دیا"

طاہرہ بیگم" مین جب تک اُن کا فتویٰ اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لون گی نہ مانون گی- اُس مین یہ بھی صاف لکھا ہو کہ وہ لڑکی جس نے انگریزون سے صحبت رکھی ہے- اُن سے تعلیم پائی ہے- اور جس کی نسبت اُنھون نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ مسلمان کا نکاح اس کے ساتھ ناجائز ہے- اب مین اس کے زیادہ صحیح حالات و عقائد معلوم کرنے کے بعد فتویٰ دیتا ہون کہ وہ مومنہ صالحہ ہے- اُس کے ساتھ نکاح جائز ہے- اور اُس کی صحبت مین رہنے سہنے اور اُٹھنے بیٹھنے مین کوئی مضائقہ نہین"

ولی اللہ" تم نے پھر جھگڑا لگایا- خدا جانے وہ اِن سب باتون کو لکھین گے یا نہ لکھین گے"

طاہرہ" آپ سے آپ لکھین گے- جس کی نسبت جو تہمت چاہین گے لگا دین گے

اور اپنی غلطی معلوم ہونے پر بیگناہ بتانے مین عذر نہ ہو گا۔"

ولی اللہ "بے شک عذر نہ ہونا چاہیے۔ مین کہون گا۔ اور جہان تک بنے گا قائل معقول کر کے اُنھین راضی کر دون گا۔ لیکن اب اگر مناسب جانو تو عقد کے لیے کوئی دن بھی مقرر کر دو۔ تاکہ ساتھ ہی اُن سے آنے کا وعدہ بھی لیتا آؤن۔"

طاہرہ "اب مجھے کسی بات کا انتظار نہین ہے۔ اور تمھین اختیار ہے جس دن چاہے بلا لاؤ۔ مگر دو ایک دن پہلے ضرور معلوم ہو جانا چاہیے۔ تاکہ دو چار آدمی بلا لیے جائین۔ اور مین رزیڈنٹ صاحب اُن کے مددگار دن اُن کی میم صاحبون۔ اور رزیڈنسی کے چند اور ملازمون کو ضرور بلاؤن گی۔ اُنھین کے سامنے عقد ہو گا۔"

اس گفتگو کے دوسرے روز ولی اللہ پھر فرنگی محل جا کے ملا محمد معین صاحب سے ملے۔ اور طاہرہ بیگم کی بتائی ہوئی عبارت کا استفتا لکھ کر اُن کے سامنے پیش کیا۔ وہ پڑھ کے مسکرائے اور کہا "تمھاری بیوی بڑی ہوشیار معلوم ہوتی ہین۔ اُنھون نے تم کو تو ذلیل کیا ہی اب مجھے بھی ذلیل کرنا چاہتی ہین۔"

ولی اللہ "معاذ اللہ! بھلا آپ کو کون ذلیل کر سکتا ہے! یہ فرمایئے کہ وہ اپنی ذلت و رسوائی کو پوری طرح مٹا لینا چاہتی ہین۔ اور شاید آپ بھی انصاف سے یہی فرمائین گے کہ اُنھین اس کا حق ہے۔ سچ یہ ہے کہ گزشتہ واقعات سے اُن پر بڑا ظلم ہوا جس کو اُنھون نے بڑی عزت و آبرو و عفت و عصمت اور نہایت صبر و شکر سے برداشت کیا۔ اور اب مجھے قطعی طور پر معلوم ہو گیا اور اس کا یقین آ گیا کہ مین نے جو خیالات اُن کی نسبت قائم کیے وہ سراسر کذب و بہتان اور دروغ و افترا تھے۔ اور جناب نے بھی میرے کہنے پر فتویٰ دے دیا۔"

ملا معین "ان باتون سے تو تم اپنے اور میرے دونون کے اوپر بہتان لگانے کی حد شرعی عائد کیے لیتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد ہوتا یون

ہوتا تو اس سزا سے نہ تم بچ سکتے نہ مین بچ سکتا۔ خیر۔ اگر تمھارا یہ آخری بیان صحیح ہے تو درگاہ الہی مین تم بھی توبہ کرو۔ اور مین بھی توبہ کرتا ہون۔ اور جس طرح تمھاری توبہ کا ثبوت تمھارا اُن کے ساتھ عقد کر لینا ہے۔ ویسا ہی میری توبہ کا ثبوت یہ فتوی ہو گا" یہ کہہ کے مولانا نے کمال نیک نفسی سے اُس استفتے پر وہی الفاظ تحریر فرما کے دستخط کر دیے۔

ولی اللہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اور کمال احسانمندی کے ساتھ عرض کیا "تو مولنا آج جمعرات ہے اور کل جمعہ ہو گا۔ اس کے بعد جو جمعہ آئے گا اُس مین جناب خود تکلیف فرما کے میرا اور اُن کا نکاح پڑھ دین۔ یہی ہم دونون کی تمنا ہے۔ اور اِس سے بڑی کوئی آرزو نہین" مولنا نے یہ درخواست بھی بہ خوشی خاطر قبول فرمائی۔ اور ولی اللہ نے فوراً واپس آ کے سارا حال طاہرہ بیگم سے بیان کیا۔

دوسرے ہی دِن سے شادی کی تیاریان ہونے لگین۔ سارا انتظام میری والدہ کے سپرد ہوا۔ جو دس پندرہ روز کے لیے طاہرہ بیگم کے گھر مین چلی گئین۔ طاہرہ بیگم نے اپنی تمام شناسا عورتون اور اُن عورتون کو جو بار بار شادی کی تحریک اور سازش کرنے کے جرم مین یہان سے نکالی گئی تھین اور اُن کی آمد و رفت موقوف ہو گئی تھی بُلوایا۔ رزیڈنسی کے ایک منشی صاحب کے گھر کی جو عورتین مولوی عزیز اللہ مرحوم اور اُن کی بیوی کے انتقال کے وقت طاہرہ بیگم کا دل بہلانے کو چند روز تک اُس کے ساتھ رہی تھین وہ بھی بڑے اصرار سے بلا کے مہمان کی گئین۔

رزیڈنٹ صاحب نے بھی مع اپنے ماتحت یورپین عہدہ دارون اور رزیڈنسی کے معزز ملازمون کے آنے کا وعدہ کیا۔ اُن کی میم صاحب پہلے سے آ کے شادی کا بندوبست کرنے لگین۔ اس لیے کہ کپتان تمکنتاش کی وجہ سے حکام انگریزی اِس کام کو خاص اپنا کام اور اپنا ایک اہم فرض جانتے تھے۔ چنانچہ صاحب عالیشان ہی کی جانب سے اُمرا و معززین لکھنؤ کے نام شادی کے رقعے تقسیم ہوئے

جن میں سب سے دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کی درخواست کی گئی تھی۔ رقعوں کے تقسیم ہونے سے پہلے رزیڈنٹ صاحب نے ولی اللہ کو اپنے پاس بلا کے اُن کے تمام حالات پوچھے۔ اُن کی سرگزشت بڑے شوق سے سُنی۔ اور اگرچہ ابتدائی واقعات یعنی ولی اللہ کا گھر چھوڑ کے چلا جانا۔ مولوی عزیز اللہ اور اُن کی بیوی کی وفات۔ اور طاہرہ بیگم عرف نھی کی بیکسی و تنہائی نہایت دلخراش تھے۔ مگر اس انجام سے واقف ہو کر رزیڈنٹ صاحب بہت خوش ہوئے انھوں اس امر سے کہ مسیحیوں سے تعلقات معاشرت ترک کرنا جو ہندوستان کے علما کے نزدیک دین مذہب کا بڑا ضروری مسئلہ تھا ولی اللہ نے حلقہ اسلام میں پھر کے اور پھر بڑے بڑے علما سے پوچھ کے اُس کے خلاف فیصلہ کیا۔ اور ملا محمد معین صاحب نے اپنے ایسے سخت فتوے سے آخر میں رجوع فرمایا۔

انھیں اہتماموں میں ہفتہ گزر گیا۔ اور وہ مبارک جمعہ آیا جس کی شب کو عقد ہونے والا تھا اور صبح کو ہفتہ کے روز دعوت ولیمہ تھی۔ امی جان نے دولھن کا نہایت بھاری جوڑا تیار کرایا۔ اور اُنھیں نے اُن کو بنا چنا کے دولھن بنایا۔ دولھا کی طرف سے اگرچہ کوئی بزرگ مہتمم نہ تھا مگر عقد سے پیشتر جو اُن کے لیے بھیجا گیا اس کو پہن کے اور پھولوں کا سہرا باندھ کے ولی اللہ بھی باوجود انتہا درجہ کی ثقاہت و متانت کے دولھا بن گئے۔ اور مولنا محمد معین صاحب نے اپنے بہت سے طلبہ کے ساتھ آکر عقد پڑھ دیا۔

اگرچہ یہ انتہائی خوشی کا وقت تھا اور اندر باہر سب خوش تھے۔ مگر دولھا اور دولھن کی آنکھوں سے سہرے کے اندر آنسوؤں کا تار بندھا ہوا تھا۔ اس لیے کہ اس دن کی سب سے بڑی تمنا جنھیں تھی اور جو اس تقریب پر سب سے زیادہ خوش ہونے والے تھے یعنی مولوی عزیز اللہ اور اُن کی بیوی آغوش لحد میں آرام کر رہے تھے نہ کپتان مکنتاش زندہ تھے اور نہ اُن کی میم صاحب شریک تھیں

اکیسواں باب

ترک وطن

شادی کے بعد کئی مہینے ولی اللہ نے خاموشی سے بسر کیے۔ میری عمر اگرچہ اب اٹھارہ انیس برس سے زیادہ ہوگئی تھی۔ مگر طاہرہ بیگم مجھے اپنا بیٹا سمجھتی اور پردہ نہ کرتی تھین۔ ولی اللہ نے آنے کے دوہی چار روز بعد میرے حالات دریافت کیے۔ اور طاہرہ بیگم نے اول سے آخر تک میری سرگزشت بیان کی تو بہت ہنسے۔ اور مجھ سے محبت کرنے لگے۔ بلکہ اکثر خانگی معاملات مین مجھ سے مشورہ کیا کرتے۔ شادی کے بعد ایک دن میری غیبت مین طاہرہ بیگم سے کہا "میرے نزدیک اب مناسب نہین معلوم ہوتا کہ تم اس لڑکی کے سامنے آیا کرو۔ اب یہ جوان ہوگیا ہے۔ اور شرعاً تمھین اس سے نامحرمون کا سابرتاؤ نہ کرنا چاہیے"

طاہرہ بیگم "اب تو مین تمھارے بس مین ہون۔ جو حکم کروگے اُس پر عمل کرون گی"

ولی اللہ "مین نہ حکم دیتا ہون اور نہ تمھین مجبور کرتا ہون۔ فقط شرعی مسئلہ بیان کردیا۔ اُس پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمھارا کام ہے"

طاہرہ بیگم "اس لڑکے کو مین نے بچپن سے پالا۔ لکھایا پڑھایا۔ اور بیٹون کی طرح رکھا۔ وہ بھی مجھے اپنی ماں ہی سمجھتا ہے۔ اُس سے یک بیک یہ کہہ دینا کہ اب تم یہان نہ آیا کرو اچھا نہین معلوم ہوتا۔ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ اب تمھارا کیا ارادہ ہی؟"

ولی اللہ "میرا ارادہ کیا؟ جو تمھارا ارادہ ہو وہی میرا ارادہ ہے؟"

طاہرہ بیگم "مصر واپس جانے کا ارادہ ہے یا یہان دل لگ گیا اور اب نہ جاؤگے؟"

ولی اللہ "یہان رہنے کو تو میرا جی نہین چاہتا۔ لیکن جانا یا رہنا

تمھاری مرضی پر موقوف ہے۔ تم کو چھوڑ کے مین نہین جا سکتا۔"

طاہرہ بیگم "شاید میرا کہنا تمھین یاد نہین رہا۔ مین تو نکاح سے پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ مصر مین چل کے مولنا کی خدمت کرون گی۔ اور دیکھ رہی تھی کہ تم کیا کرتے ہو۔ مگر تم نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ جیسے سارے منصوبے دل سے نکل گئے۔"

ولی اللہ "مین بھولا نہین ہون مگر سمجھ مین نہین آتا کہ تم کو کیسے لے چلون؟ خشکی کی راہ سے چلنا اور ایسے ملکون اور صحراؤن کی خاک چھاننا جہان ہر جگہ لوٹ مار اور مار ڈالے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے مجھے بالکل ٹھیک نہین معلوم ہوتا۔ تاجرون کے جہازون مین بھی تمھین سخت تکلیف ہو گی۔ اور پھر سمندر کی صورت ہی دیکھ کے خون خشک ہو جائے گا۔"

طاہرہ بیگم "تمھارے ساتھ مین آگ پانی جو ہو اُس مین پھاند پڑنے کو خوشی سے تیار ہون۔ یہان میرا کوئی ایسا عزیز نہین ہے جس کے چھوٹنے کا زیادہ افسوس ہو۔ دل مین عہد کر چکی ہون کہ حج اور مدینے شریف کی زیارت ضرور کرون گی۔ اور جب عرب تک جاؤن گی تو پھر مصر مین پہونچنا کون مشکل ہے؟"

ولی اللہ "ایک صورت بہت اچھی تھی۔ اور شاید تمھاری کوشش سے وہ بن بھی پڑے۔"

طاہرہ "وہ کیا؟"

ولی اللہ "تم صاحب رزیڈنٹ کی میم صاحب کو بلا کے اُن سے کہو کہ کسی انگریزی جہاز مین بٹھا کے ہمین مصر پہونچا دین۔ اور اپنے سفیر کے ذریعے سے ہمارے وہان رہنے کا بندوبست کر دین۔ جو کچھ تمھاری دولت اور آمدنی ہے وہ تمھین وہین ملا کرے۔ اگر اُنھون نے منظور کر لیا تو ہم بڑی آسانی اور نہایت عزت کے ساتھ مصر مین پہونچ جائین گے۔ اور وہان کی سلطنت مین بھی ہماری بڑی قدر و منزلت ہو گی۔ انگریز جہازرانی ایسی اچھی جانتے ہین اور سمندر کے راستے اُنھون نے اس درجہ امن و امان کے کر لیے ہین کہ بمقابل اور لوگون کے اُنھین سفر دریا مین بہت ہی کم نقصان پہونچتا ہے

ماسوا اس کے دنیا کے ہر ملک مین اُن کے سفیر موجود ہین۔ اور ہر سلطنت اُن کی عزت کرتی ہے"

طاہرہ بیگم "اُن کے ساتھ جانے مین حج اور رسول خدا صلعم کے مزار پُرانوار کی زیارت کیسے ہوگی؟"

ولی اللہ "مصر پہونچنے کے بعد جب ہم وہان سکونت اختیار کرلین گے اور مفلس و محتاج نہ ہون گے تو ہر سال حج کو جا سکتے ہین۔ اور مدینے شریف راستے مین پڑتا ہے۔ آتے جاتے دو دفعہ زیارت ہو سکتی ہے"

طاہرہ بیگم "مین نے تو اصل مین نکاح اسی امید مین منظور کیا ہے کہ ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کے مصر کو اپنا وطن بناؤن گی جو خاص مسلمانون کا ملک ہے۔ مسلمان حکومت ہے اور پاک عربی زبان بولی جاتی ہے۔ جس طرح تم چند دنون مین عربی بولنے لگے مین بھی بولنے لگون گی۔ مولنا سید مرتضی کی مرید ہوکر اُن کی خدمت کرون گی۔ اور دوسرے تیسرے برس حج کیا کرون گی۔ میری جتنی دولت ہے اس کو بھی ہندوستان سے کوئی خصوصیت نہین۔ انگریزی سلطنت جس طرح یہان پہونچاتی ہے وہان پہونچا دیا کرے گی۔ رہے یہان کے دو مکان یہ بیچ ڈالے جائین گے۔ اور میرا تو جی چاہتا ہے کہ یہ دونون اسی لڑکے کے نام لکھ دون جس سے تم پردہ کرنے کو کہتے ہو۔ اور جب ہندوستان چھوڑنے ہی کا ارادہ کرلیا تو اس سے یہ کہنے کی بھی ضرورت نہین کہ اب یہان نہ آیا کرو مین تم سے پردہ کرتی ہون"

ولی اللہ "بہت مناسب۔ لیکن یہ ارادہ کرلیا ہے تو رزیڈنٹ صاحب سے تحریک کرنی چاہیے"

طاہرہ "آج تم خود جا کے اُن سے ملو۔ اور میرا اور اپنا یہ ارادہ بیان کرو۔ ساتھ ہی اُن کی میم صاحب سے کہلا بھیجنا کہ کسی دن مجھ سے آکے مل جائین"

ولی اللہ "میرا کہنا مناسب نہین معلوم ہوتا۔ تم کہہ لو تب مین جا کے تفصیلی گفتگو کرون گا"

طاہرہ بیگم نے اس راے کو پسند کیا۔ اور اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھ کے

رزیڈنٹ صاحب کی میم صاحب کو بھیجا جس مین اُن کو بلایا تھا۔ وہ دوسرے ہی روز آئین۔ اور طاہرہ نے اپنے سفر اور مصر مین توطن اختیار کرنے کی تجویز بیان کی۔ میم صاحب نے کہا "آپ نے بڑی الوالعزمی کا ارادہ کیا ہی۔ مگر غالباً آپ کے عزیزون اور ملنے والون کو آپ سے چھُوٹنے کا بڑا صدمہ ہوگا"

طاہرہ "نہ میرا کوئی عزیز ہے۔ اور نہ کسی سے مین نے اتنے تعلقات بڑھائے کہ میرے جانے سے اُس کو تکلیف ہو۔ مگر یہ فرمایئے کہ سرکار انگریزی بہ آسانی انتظام کر سکتی ہے کہ کپتان کمتاش کی جو کچھ آمدنی ہے مجھ کو وہان مل جایا کرے اور سلطنت برطانیہ وہان بھی میری مددگار اور مربی رہے؟"

میم صاحب "میرے شوہر سرکار انگریزی مین لکھ بھیجین گے اور غالباً یہ منظور ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جہان رہین سرکار آپ کی محافظ اور مددگار رہے۔ بلکہ ایک بڑی آسانی یہ ہے کہ مصر مین میرے سگے بھائی جنرل مکنٹری انگریزی سفیر ہین مین اُنھین اپنی چھٹی لکھ دون گی تو وہ آپ کا بہت خیال رکھین گے"

طاہرہ بیگم "تو یہ سب انتظام کتنے دنون مین ہو جائے گا؟ مین جلدی جانے کا ارادہ رکھتی ہون۔ اور چاہتی ہون کہ خاص انگریزی جہاز مین انگریزون کے ساتھ جاؤن۔ میرے ساتھ میرے شوہر ہون گے۔ اور شاید دو ایک ملازم جائین"

میم صاحب "آپ جب چاہین جا سکتی ہین۔ آمدنی کے وہان منتقل کرنے کی کارروائی ہوتی رہے گی۔ اس کا صحیح جواب رزیڈنٹ صاحب دے سکتے ہین رہا انگریزی جہاز مین جانا اس کا بندوبست مین خود کر دون گی۔ مگر آپ کسی ہندوستانی خادم یا خادمہ کو ساتھ نہ لے جائین۔ کلکتے تک ایک خادم اور ایک خادمہ ساتھ رہے۔ وہان سے اُنھین رخصت کر دیجیے۔ جہاز مین نوکرون کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور مصر مین ہیان کے نوکر کام نہ آئین گے بلکہ اُن کی خدمت اُلٹی آپ کو کرنا پڑے گی"

طاہرہ بیگم "بہتر مین کسی کو نہ لے جاؤن گی۔ مگر کیا مجھے کلکتے جانا ہوگا؟ میرے

شوہر تو سورت مین جہاز سے اُترے تھے"۔

میم صاحب "انگریزی جہاز کلکتے سے روانہ ہوتے ہین۔ اگرچہ وہ دکن کے بعض ساحلی شہرون مین ٹھہرتے ہوئے جاتے ہین۔ مگر آپ کے لیے کلکتے جانا ہی آسان اور مناسب ہو گا"۔

طاہرہ بیگم "تو آپ جو راے دین گی اسی پر عمل کرون گی۔ مگر مہربانی کر کے اِن سب باتون کا بہت ہی جلد انتظام فرما کے مجھے خبر کر دیجیے۔ میری آمدنی کا مصر مین منتقل ہونا۔ سرکار انگریزی کا وہان میرا مربی و خبرگران رہنا۔ اور انگریزی جہاز کا بندوبست ہونا یہ سب باتین آپ کے ذمے ہین۔ بس جس دن صاحب عالیشان فرمائین گے مین روانہ ہون گی۔ بلکہ یہان سے کلکتہ جانے کا انتظام بھی انھین کرانا"۔

میم صاحب اسی مضمون کی ایک درخواست طاہرہ بیگم سے لکھوا لے گئین۔ اسی دن اپنے شوہر سے گفتگو کی۔ اور تیسرے روز اُن کی تحریر آئی جس مین لکھا تھا کہ "جن امور کی آپ نے خواہش کی ہے اُن کا انتظام تین مہینے مین ہو جائیگا۔ سب انتظامات آپ کی خواہش کے مطابق ہو جائین گے۔ اس مدت کے بعد آپ سرکاری ڈاک کے ساتھ کلکتے جائین گی۔ اور وہان "پرشیا" نام جہاز کے مسافرون مین آپ کا نام درج کرا دیا گیا ہے۔ لہذا اس سے پیشتر آپ روانگی کے لیے تیار ہو جائین"۔

یہ خط آتے ہی سفر کی تیاریان ہونے لگین۔ اور اگرچہ طاہرہ بیگم نے اپنے لکھنؤ کے مکانات اور جو کچھ چھوٹ جانے والا سامان تھا سب مجھے دیدیا۔ مگر مجھے اُن سے چھوٹنے کا ایسا صدمہ تھا کہ اکثر مان باپ سے چھپ کے رویا کرتا۔ میرے لیے یہ دراصل آغوش مادر سے جدا ہونا تھا۔ کسی کی سگی مان نے اُس کے ساتھ یہ نہ کیا ہو گا جو طاہرہ بیگم نے میرے ساتھ کیا۔ اُنھون نے مجھے لکھایا پڑھایا اور آدمی ہی نہین بنایا بلکہ مجھے ایک دولتمند رئیس بنا دیا۔ میری والدہ کو بھی صدمہ تھا۔ مگر میرے صدمے کی کوئی حد نہ تھی۔ جی چاہتا تھا کہ مین بھی اُن کے ہمراہ مصر چلا جاؤن۔ اور شاید وہ لیجانے پر راضی بھی ہو جاتین۔ مگر میرے والدین بھلا مجھے کیون چھوڑنے لگے تھے؟"

تین مہینے مین سامان سفر درست ہو گیا۔ اور آخر وہ حسرتناک گھڑی

آئی جبکہ طاہرہ بیگم مع اپنے شوہر کے مجھے اور میری والدہ کو اور اپنے تمام ملازمون کو روتا چھوڑ کے انگریزی ڈاک کے ساتھ کلکتہ روانہ ہو گئین۔ جاتے وقت انھون نے سب نوکرون کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ سب زندگی بھر کے لیے فکر معاش سے بے پروا ہو گئے۔

مین نے چلتے وقت رو رو کے کہا آپ کا جانا میرے لیے قیامت سے کم نہین ہے۔ تمنا تھی کہ آپ کے قدمون سے نہ جدا ہوتا۔ اور آپ جہان جاتین مجھے لیتی جاتین۔ یہ آپ کو نہین پسند ہے تو خط ضرور بھیجتی رہئے۔ تاکہ آپ کی حالت مجھے معلوم ہوتی رہے۔ اور اپنی مصیبتون کو مین آپ کی خدمت مین عرض کرتا رہون " اِنھون نے آنسو پونچھ کے کہا "میرا دل ہمیشہ تم مین لگا رہے گا۔ اور تمھارے خط ہی مجھے اپنی یہان کی زندگی یاد دلاتے رہین گے"۔

اس وعدے کا اُنھون نے ہمیشہ خیال رکھا۔ کلکتے پہونچتے ہی اپنے خیریت سے وہان پہونچنے کی اطلاع دی۔ پندرہ روز بعد دوسرا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ اُس کے لکھنے کے تیسرے روز وہ "پرشیا" جہاز پر سوار ہو کے روانہ ہونیوالی تھین۔ اُس کے پانچ مہینے بعد "عدن" سے اُن کا خط ملا۔ اور اُس کے دو مہینے بعد جو خط آیا اُس مین لکھا تھا کہ "وہ اور اُن کے شوہر خیریت سے مصر پہونچ گئے۔ انگریزی گورنمنٹ کی توجہ سے پہونچنے سے پہلے ہی امراے مصر مین اُن کی شہرت ہو گئی تھی چنانچہ کئی معزز سرداران مصر اور سوارون کی ایک کمپنی نے مقام سویز مین جہان وہ جہاز سے اُترین اُن کا استقبال کیا۔ اور بڑی عزت و وقعت اور شان و شوکت سے قاہرہ مین داخل ہوئین۔ اور خدیو مصر کے مہمان کی حیثیت سے ایک شاہی عمارت مین فروکش ہوئین۔ جانے کے دوسرے ہی روز مولانا سید مرتضیٰ کی مرید ہوئین۔ اُن کے پڑوس مین ایک مکان کرایے پر لے لیا تاکہ زیادہ تر اُنھین کی خدمت مین حاضر رہا کرین"۔

بعد کی تحریرون سے معلوم ہوا کہ وہ بے تکلف عربی زبان بولنے لگین کپتان کلنتاش کی جائداد کی آمدنی جس طرح یہان ملتی تھی وہان ملنے لگی۔ اور مصر کی اعلیٰ طبقے کی خاتونون مین اُن کا شمار ہے۔ اکثر شاہزادیان اُن سے ملنے کو آتی ہین۔ اور

وہ وہاں طاہرہ خانم کے لقب سے مشہور ہوئین۔ مگر باوجود اس دولت وحرمت کے وہ مولنا سید مرتضیٰ کی علمی خدمت کرتی رہتی ہین۔ اُن کے مسودون کو صاف کرتی ہین اور اعلی کتابون پر چند ہی روز مین ایسی نظر ہو گئی ہے کہ اکثر مسائل مین مولنا کے تصنیف کے لیے مواد فراہم کرتی ہین جس مین اُن کے شوہر مولوی ولی اللہ بھی شریک رہا کرتے ہین۔

بعد کے خطوط سے معلوم ہوا کہ محمل عائشہ اور مصری قافلے کے ساتھ انھون نے تین حج کیے اور چھ بار زیارت تربت حضرت خیرالانام سے شرفیاب ہوئین۔

مین بھی برابر اُن کو اپنے حالات فارسی مین لکھ کے بھیجا کرتا تھا۔ مگر اُن کو یہان کے معاملات سے بہت ہی کم دلچسپی تھی۔ اسی اثنا مین پہلے میری والدہ نے اور پھر والد نے انتقال کیا۔ اور اب مین خود مختار تھا سرکاری ملازمت کی وجہ سے اور نیز اُس دولت کے باعث جو طاہرہ بیگم سے ملی تھی مین بہت خوش حالی مین بسر کرتا تھا۔ مگر جی یہی چاہتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کے مصر چلا جاؤن۔ اور اُنھون نے بھی بلایا۔ بلکہ لکھا اگر مصمم ارادہ ہو تو مین سفر خرچ بھیج دون۔ میرے اعزا و احباب کسی طرح اجازت نہ دیتے تھے۔ اور رسالداری کے چھوڑنے کے بالکل خلاف تھے۔ تاہم مین روانگی ہی کی ادھیڑبن مین لگا رہتا۔

یہی حال تھا کہ لکھنؤ مین انتزاع سلطنت ہوا۔ بادشاہ اور جنرل صاحب مع اپنی والدہ اور ولی عہد بہادر کے کلکتے کو سدھارے۔ اُن کے جانے کی بعد غدر ہوا میرا گھربار لٹ گیا۔ مکان سرکار نے کھدوا ڈالے۔ نہ وہ رسالہ رہا نہ وہ رسالداری نہ وہ عالیشان مکان رہے نہ وہ دولت۔ مین گرتا پڑتا کلکتے آیا۔ اور چونکہ طاہرہ بیگم کی عنایت سے فارسی لکھنا آ گئی تھی منشیون اور سرشتہ دارون مین نوکر ہو گیا۔ ایک مدت تک طاہرہ بیگم کے پاس سے کوئی خط نہ آیا اور بعد کو ایک تحریر کے جواب مین مولوی ولی اللہ کا خط آیا جس مین لکھا تھا کہ طاہرہ بیگم ایک بیٹا اور دو بیٹیان چھوڑ کے دنیا سے سدھار گئین۔ اُن کی جائداد شرعاً تقسیم ہو گئی۔ اور مولوی ولی اللہ نے دوسرا عقد کر لیا۔ اس خط نے میرا حوصلہ پست کر دیا ورنہ مین اب تک مصر مین پہونچ گیا ہوتا۔ اب بجز اس کے کہ اُن کے لیے دعاے مغفرت کرون اور زمانے کی مصیبتین جھیلون میرے لیے کچھ نہین رہا ہے۔

دلگداز

مولانا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریداروں کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال مابعد کے چندے اور محصول ڈاک بہ وی پی روانہ کر دیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ/ دلگداز کا وی پی عہ/ اور ناول کا وی پی اس کا محصول بڑھا کے ۱۲/ کا بھیجا جاتا ہے۔

دل افروز

ناولوں کے شائق خصوصاً مولانا شرر کے ناولوں کے شیدا اس رسالے کو ضرور خرید فرمائیں جس میں ہمیشہ دو نئے ناولوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے مجموعی صفحات ٹائٹل کے علاوہ (۱۴۴) ہوتے ہیں۔ پہلا ناول مولانا شرر کا طبع زاد ہوتا ہے۔ اور دوسرا انگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ سالانہ چندہ مع محصولڈاک ۶/ ہر سال اپریل سے دل افروز کا سال شروع ہوتا ہے اور اپریل کا پرچہ ہر بار بذریعہ وی پی بھیج کے سالانہ چندہ وصول کر لیا جاتا ہے نمونہ کے واسطے ۲/ کے ٹکٹ آنا چاہئیے۔

منیجر دلگداز و دل افروز۔

کتب متفرق

کتاب	قیمت
رام پیاری کامل	عہ/
عبرت کامل	[illegible]
حسن سرور کامل	[illegible]
اختر و حسینہ کامل	[illegible]
گودرا	[illegible]
نیل کا سانپ	[illegible]
اہرام مصری	[illegible]
تقدیر	/۲
[فر]شتہ	/۲
معشوقۂ عرب	/۸
اسمٰعیل و زہرہ	/۱۰
قاتل	عہ/
ثریا	عہ/
دولت درانیہ	عہ/
دیوان حسرت	عہ/
[سن]گاری کا پتلہ	/۳
[فر]دوس رہزن	عہ/
بے زبان دوست	/۸
مل[…]	/۱۰

کتاب	قیمت
پری خانہ	عہ/
ہم خرما و ہم ثواب	۵ہ/
تریاق اعظم	[illegible]
خزینۃ العلاج	سے/
لوالہوس	عہ/
ایک شاعر کا انجام	۱۴/
خلق مجسم	[illegible]
التمش	[illegible]
چابک سوار معشوقہ	/۱۰
گنجینۂ سراغ رسانی	[illegible]
راز عشق	عہ/
حور عین	۵ہ/
جام زہر	/۶
ناشاد	/۸
سیرۃ العباس	عہ/
رہبر	/۱۰
مجوس گنشت	/۱۰

کتاب	قیمت
مجذوب	۱۲/
جمیلہ	۱۲/
بے وفا	۱۲/
لارڈ بیکن	/۸
پری خانہ	عہ/
کرشمۂ تقدیر	/۸
جنگ جرمن و بلجیم	/۱۰
لال کپتان	/۸
خوبی قسمت	عہ/
وقائع نادری	/۵
الو کی دم فاختہ	سہ/
الفاروق	سے/
حیدر علی و ٹیپو سلطان	عہ/
میوۂ تلخ	سہ/
شہید وفا	/۱۰

حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز گرہ بزن بنگالی لکھنؤ